یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں.

منجانب .

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

چشمۂ غم
جلد اول و جلد دوم (مکمل)
وفاتِ رسولؐ سے لے کر رہائی اہلبیتؑ
تک ۶۵ مرثیوں کا مجموعہ
شاعرِ آلِ محمدؐ حضرت نسیم امروہوی مدظلہ
MBA
محفوظ بک ایجنسی
امام بارگاہ شاہ نجف مارٹن روڈ کراچی
Tel : 412 4286 - 491 7823 Fax : 431 2882
Email : anisco@cyber.net.pk

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

اسمِ تاریخی ۱۳۸۸ھ

شہدائے کربلا و دیگر آئمہ علیہم السلام
کے تاریخ وار ۶۸ مراثی کا مجموعہ

شاعرِ آلِ محمدؐ

حضرت مولانا نسیم امروہوی

ناشر

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

تاریخِ اشاعت بارِ اوّل .... ۱۳۸۸ ہجری

تاریخِ اشاعت بارِ سوم .... ۱۳۹۸ ہجری

تاریخِ اشاعت بارِ چہارم .... یکم محرم الحرام ۱۴۰۳ ہجری

تاریخِ اشاعت بارِ یازدہم .... یکم صفر ۱۴۲۸ ہجری

مصنّف .... حضرت مولانا نسیم امروہوی

کتبہ .... تاثیر نقوی وجعفر زیدی

مطبوعہ .... ذکی سنز پرنٹرز

سرورق .... رضا عباس

تعدادِ اشاعت .... (۵۰۰) پانچ سو

ناشر .... محفوظ بک ایجنسی کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

پیش لفظ

شاعرِ آلِ محمد جناب نسیم امروہوی نے اب سے ۴۰ سال پہلے (۱۳۸۸ھ میں) حضرت علامہ رشید ترابی مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ کی فرمائش سے سوز خوانی کے مرثیوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا اور اشاعت کے وقت اس کا نام ''چشمۂ غم'' بھی مرحوم ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ نصب العین یہ تھا کہ ۹ر ذی الحجہ سے ۸ر ربیع الاول تک ذکرِ شہادت کے سلسلے میں جو مجلسیں عموماً منعقد ہوتی ہیں ان میں پڑھنے کے لیے سوز خوان کو مطابقِ حال مرثیے کی جستجو نہ کرنا پڑے اور سب کچھ اسی مجموعے میں مل جائے۔ یہ مجموعہ (چشمۂ غم) دو ہزار کی تعداد میں ''انجمن سوز خوانانِ کراچی'' کی جانب سے شائع ہوا تھا۔ یہ دو ہزار کاپیاں ایک ہی سال کے دوران ختم ہوگئیں۔ مگر فرمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ اُس وقت مزید دو ہزار نسخے پاکستان ریڈرس گلڈ کے اہتمام سے شائع ہوئے۔ کم و بیش ڈیڑھ سال کی مدت میں یہ ایڈیشن بھی ختم ہوگیا اور صرف دو تین نسخے ریکارڈ میں باقی رہ گئے۔ بنا بریں ایک مدّت تک فرمائشوں کی تعمیل کسی گوشہ سے نہ ہوسکی۔

۱۳۹۸ھ میں راقم الحروف نے تیسرا ایڈیشن مصنف کی اجازت سے ایک ہزار کی تعداد میں چھاپا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کتاب کے اب تک ۱۰ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب گیارہواں ایڈیشن حاضر خدمت ہے۔

''چشمۂ غم'' کے پہلے ایڈیشن میں تیس مرثیے تھے جس کے بالمقابل زیرِ نظر ایڈیشن میں اڑسٹھ مرثیے ہیں۔ جن میں شہدائے کربلا کے علاوہ چند دیگر ائمہ کرام کے مرثیے بھی شامل ہیں۔ سوز وغیرہ بھی سابق ایڈیشنوں سے بیش ہیں۔ یہ اضافہ سابقہ ایڈیشن ہی میں حصہ دوم کے عنوان سے اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مصنّف نے اس مجموعے کی جامعیت بڑھانے کے لیے چند ایسے حالات کے مرثیے جو اُن کے بستے میں نہیں تھے اور اگر تھے تو انھیں ابھی شائع نہیں کرنا چاہتے تھے، اپنے دادا (فرزدقِ ہند حضرت شمیم مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ) اور اپنے والد (حضرت برجیس مرحوم اعلی اللہ مقامہٗ) کی تصانیف سے اقتباس کر کے شاملِ مجموعہ کر دیے ہیں۔

اُمید ہے کہ یہ ایڈیشن سوزخوان صاحبان کو مکمّل بستے کا کام دے گا اور اس کے بعد انھیں کوئی دوسرا مجموعہ تلاش کرنا نہیں پڑے گا۔

التماس

ناچیز سیّد عنایت حسین رضوی
محفوظ بُک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی۔

فہرست مراثی جلد اوّل

فہرست سلام

فہرست مراثی حصہ دوم

مرثیہ

شہادت حضرتِ مُسلم علیہ السلام

○

وطن سے چھوٹ کے کوئی خستہ جاں شہید نہ ہو | کوئی مسافرِ بے خانماں شہید نہ ہو
کسی کے گھر پہ کوئی میہماں شہید نہ ہو | شہید ہو تو وہ تشنہ دہاں شہید نہ ہو

سفر میں موت کا آنا بڑی مصیبت ہے
جو لاش دفن نہ ہو اور بھی قیامت ہے

ہوا یہ ظلم زمانے میں دو غریبوں پر | وہ ایک بیکس و مضطر ہے فاطمہ کا پسر
اور ایک مسلمِ بے پر غریب و خستہ جگر | کوئی نہ اُن کا معین تھا نہ آپ کا یاور

قلق یہ تھا کہ شہِ مشرقین بھی بچھڑے
پرائے دیس میں دو نورِ عین بھی بچھڑے

مقیمِ خانۂ ہانی تھے مسلمِ پُر غم | اُسے بھی قتل کیا ظالموں نے ہائے ستم
یہ انقلاب یہ رنگِ دو رنگیِ عالم | اماں کی فکر میں دردر پھرے سفیرِ حرم

بڑھی جو پیاس بہت تھر تھرا کے بیٹھ گئے
قریبِ شب درِ طوعہ پہ آ کے بیٹھ گئے

مکاں سے نکلی جو طوعہ تو بولی گھبرا کر | کہ آپ کون ہیں؟ بیٹھے ہیں کس لیے در پر
دبی زباں سے کہا، اک غریب ہوں خواہر | پلا دے آب مجھے۔ بہرِ ساقیٔ کوثر

یہ سُن کے نذرِ امامِؑ انام لے آئی
محل میں جا کے وہ پانی کا جام لے آئی

وہ آب پی کے بھی اُٹھے نہ جب تو اُس نے کہا | کہ پانی پی چکے اب گھر کو جاؤ بہرِ خدا
اسیر کرنے کو مسلمؑ کے پھرتے ہیں اعدا | عیال فکر میں ہوں گے کہ رہ گئے کس جا

غضب ہے پھر جو غریبوں کے دل کو کل نہ پڑے
تلاش میں کوئی بی بی کہیں نکل نہ پڑے

یہ سُن کے آہ بھری اور کہا بدیدۂ تر | نہ بیٹھتے ترے در پر کہیں جو ہوتا گھر
کہاں عیال جنھیں فکر ہوگی اے خواہر | یہاں بہن ہے نہ بھائی نہ زوجہ و دختر

نہ جانے وہ بھی یونہی غم میں ہیں کہ چین سے ہیں
حسینؑ ہم سے جُدا، ہم جُدا حسینؑ سے ہیں

یہ نام سُن کے پکاری وہ عاشقِ زہراؑ | حسینؑ آپ کے کیا ہیں؟ کہا مرے مولا
وہ بولی نام و نسب کچھ بتائیے میں فدا | کہا کہ مردِ غریب الوطن کا نام ہی کیا

وطن وہی ہے جہاں اہلِ بیتؑ رہتے ہیں
مجھے حسینؑ کا ادنیٰ غلام کہتے ہیں

یہ سُن کے اُس نے تڑپ کر کہا بشدّتِ غم | یہ خاکسار بھی ہے اک کنیزِ شاہِؑ اُمم
چھپاؤ مجھ سے نہ للہ حالِ دردواَلم | بتاؤ نام، تمھیں جانِ فاطمہؑ کی قسم

کہا، حرم سے جو چھوٹا وہ بے نصیب ہوں میں
وکیلِ سبطِ نبیؐ مسلمِؑ غریب ہوں میں

یہ نام سنتے ہی قدموں پہ وہ گری رو کر | کہا، فدا ہو یہ لونڈی، عقیلؑ کے دلبر
حضور نائبِ شبیرؑ ہیں، نہ تھی یہ خبر | کنیز گھر میں رہی۔ آپ یوں پھرے دردر

بس اب نہ صدمۂ غربت اُٹھائیے مولا
غریب خانے کی عزّت بڑھائیے مولا

یہ سُن کے آپ اُٹھے اور دعائیں دے کے کہا | کریم اس کی جزا دے تجھے کنیزِ خدا
وہ گھر میں لائی جو اِن کو بصد خلوص و ولا | وہاں بھی چین سے قسمت نے بیٹھنے نہ دیا

کٹی وہ رات جو شبیرؑ کے فدائی کی
سحر کو فوجِ ستمگار نے چڑھائی کی

وہ شور و شر سُنا اُٹھے مسلمِؑ ناچار | کہا رضا بقضا اور کھینچ لی تلوار
قریب در کے جو آیا وہ صفدر و جرّار | قدم سے طوعہ بیکس لپٹ گئی اک بار

کہا، ہزاروں سے تنہا نہ کارزار کرو
مجھے بتولؑ سے واری نہ شرمسار کرو

وہ بولے صبر کر اے عاشقِ علیؑ و بتولؑ | میں تجھ سے شاد ہوں خوشنود ہیں خدا و رسولؐ
نہ اب رکے گا کسی طرح یہ حزین و ملول | حسام کھینچ کے رکیں، نہیں یہ اپنا اصول

یہ کہہ کے رن پہ چڑھے قتلِ عام کر کے پھرے
نجف کو مڑ کے علیؑ کو سلام کر کے پھرے

کسی طرح نہ دبا جب یہ ثانیِ عباسؑ | عدو نے مکر سے کھدوا کنواں بحسرت و یاس
چھپا کے پھر خس و خاشاک میں بصد وسواس | دغا سے گھیر کے لائے جری کو چاہ کے پاس

بڑھا قدم تو لٹے اہلِ بیتؑ ہائے غضب
کنویں میں گر گئے گھوڑے سمیت ہائے غضب

ستا چکے جو مسافر کو بانیِ بیداد | رسن میں باندھ کے لائے بپیشِ ابنِ زیاد
غضب کی پیاس سے تھا جاں بلب جو یہ ناشاد | کسی سے پانی کا طالب ہوا خستہ نہاد

وہاں بھی ساتھ دیا دلکباب طوعہ نے
شتاب پیش کیا جامِ آب طوعہ نے

زمیں پہ بیٹھ کے پھر ابنِ سعد سے یہ کہا | وصیتیں مری سن لے کھڑی ہے سر پہ قضا
لباس و تیغ و زرہ بیچ کر برائے خدا | جو کچھ ملے وہ مرے قرض خواہ کو دینا

یہ خستہ حال کٹا کر گلا جو سو جائے
بڑا کرم ہو اگر لاش دفن ہو جائے

منگا دے خامہ و قرطاس بہرِ ربِّ انام | لکھے گا شاہ کو تسلیمِ آخری یہ غلام
وہ خط کے لکھنے کا سامان آ گیا جو تمام | لہو سے اپنے لکھا، اے بتولؑ کے گلفام

عجیب حال میں یہ بیکس و مسافر ہے
حروفِ خط سے زمانے کا رنگ ظاہر ہے

زیادہ لکھ نہیں سکتا یہ بیکس و مضطر | نہ لائیں کوفے میں تشریف شاہِ جن و بشر
طلب کیا ہے دغا سے عدو نے اے سرور | تمام کرتا ہوں اب خط کہ کھنچ گیا خنجر

فقط یہ غم ہے کہ مولا کو پڑھ کے غم ہوگا
قلم کو رکھتا ہوں اب میں کہ سر قلم ہوگا

روا روی میں وصیت بھی لکھ دوں اک دم یاں | کہ میری زوجہ بیکس ہے خواہرِ عباسؑ
سفارش اُن سے کریں بادشاہ قدر شناس | غریب بیوہ کو تسکین دے وہ نیک اساس

مرے یتیموں کو شفقت سے پال لیں عباسؑ
مرے لٹے ہوئے گھر کو سنبھال لیں عباسؑ

تمام کر چکے نامہ جو مسلمِؑ ذی جاہ | کہا یہ تب پسرِ سعد سے بحسرت و آہ
اسے حسینؑ کی خدمت میں بھیج دے للّٰہ | سروں کو پیٹ لیں اب عاشقانِ شیرِ الٰہ

گیا وہ بام پہ مظلوم سر جھکائے ہوئے
بڑھا وہ ذبح کو جلاد تیغ اٹھائے ہوئے

جُھکے وہ عشق کے سجدے میں مسلمِ دیندار | چلا وہ حلق کے بوسے کو خنجرِ خونخوار
پڑی وہ کوفے میں تمہیدِ کربلا اک بار | ہلے بتولؑ کے نوحے سے وہ درودیوار

تڑپ رہا ہے تنِ پاش پاش ہائے غضب
زمیں پہ پھینک دی کوٹھے سے لاش ہائے غضب

وفا کا چمن حسینؑ

صبر و رضا کا باغ، وفا کا چمن حسینؑ | ایجادِ خلق، خاتمۂ پنجتن حسینؑ
محسن حسینؑ، صاحبِ خُلقِ حسنؑ حسینؑ | جراَت میں ثانیِ شہِ خیبر شکن حسینؑ

شوکت میں بھی شکوہ میں بھی بے نظیر ہیں
مظلومیت نہ ہو تو جنابِ امیرؑ ہیں

روئے حسیں میں چاند کا جلوہ چمن کا رنگ | چھپکا ہے زلفِ پاک سے مشکِ ختن کا رنگ
خیرالنساءؑ کی بُو، شہِ خیبر شکن کا رنگ | چہرے پہ اپنا رنگ، لبوں پر حسنؑ کا رنگ

محبوبِ کبریا کے نواسے حسینؑ ہیں
پر ہائے تین روز کے پیاسے حسینؑ ہیں

۵ ماخوذ از ریاضِ شمیم

مرثیہ ۲

رویتِ ہلال، امام حسینؑ کی دعا اور جنابِ زینبؑ سے گفتگو

شہ نے جب چاند محرّم کا سفر میں دیکھا | محضرِ قتل رقم ایک سطر میں دیکھا
بل جبینِ فلکِ ظلمِ ستمگر میں دیکھا | موت کو لوٹ مچاتے ہوئے گھر میں دیکھا

سرخیِ خونِ شفق قلب کو برمانے لگی
شامِ عاشور کی تصویر نظر آنے لگی

رخش کو روک کے پڑھنے لگے رویت کی دعا | زندگی بھر سے نرالی تھی یہ حضرت کی دعا
وسعتِ رزق کا مفہوم نہ صحّت کی دعا | حق سے کی عرض میں کرتا ہوں شہادت کی دعا

صبر وہ بخش کہ تا روزِ جزا دھوم رہے
حشر تک نام مرا سیّدِ مظلوم رہے

کچھ مرے واسطے ایسا ہو مبارک یہ ماہ | صدقے اسلام پہ ہو جاؤں، لیے عزت و جاہ
فدیۂ راہِ رضا دے لقب اے بارِ الٰہ | خون میں تن غرق ہو خشکی میں سفینہ ہو تباہ

قید ہوں اہلِ حرم۔ گھر کی صفائی ہو جائے
سب ستم ہوں مگر امّت کی بھلائی ہو جائے

قتل ہو جب مرا لشکر نہ جلال آئے مجھے | سب عزیزوں کے کٹیں سر نہ جلال آئے مجھے
خوں میں لوٹے علی اکبرؑ نہ جلال آئے مجھے | تڑپے ہاتھوں پہ جو اصغرؑ نہ جلال آئے مجھے

پھول مرجھائے مرا، شکر بجا لاؤں میں
آپ ننھی سی لحد کھود کے دفناؤں میں

نکلے ارماں جو زباں پیاس سے باہر نکلے | سامنے آنکھوں کے جانِ علی اکبرؑ نکلے
پر گلہ منہ سے نہ اے خالقِ اکبر نکلے | تھام لوں دل جو بہن گھر سے تڑپ کر نکلے

جو ستائیں۔ نہ ڈراؤں نہ سزا دوں اُن کو
داغ پر داغ وہ دیں اور میں دُعا دُوں اُن کو

رو کے چلائی بہن درد و بَلا مانگتے ہو | ہائے مرجاؤں گی۔ کیوں اپنی قضا مانگتے ہو
دیکھ کر چاند یہ اللہ سے کیا مانگتے ہو | کیوں نہیں بیاہ کی اکبرؑ کے دعا مانگتے ہو

پوری ہوتے ہوئے بانوؑ کی تمنّا دیکھوں
یا خدا اب میں جواں لال کا سہرا دیکھوں

میری اماں کا جلا گھر تو اُسے صبر کیا | آنیا سا، رہیں مادر تو اُسے صبر کیا
خوں میں ڈوبا رُخِ حیدرؑ تو اُسے صبر کیا | ہوا ٹکڑے دلِ شبّرؑ تو اُسے صبر کیا

ترک فرمائیے مقتل کا ارادہ بھائی
کر نہیں سکتی میں اب صبر زیادہ بھائی

بولے شبیرؑ بہن وعدہ وفائی ہے ضرور | دے چکا ہوں میں زبان احمدؐ مرسل کے حضور
بچپنا تھا تمھیں کچھ یاد بھی ہے اے رنجور | اماں جاں کر چکی ہیں میری شہادت منظور

قول سے پھرتے ہیں کب عاشقِ باری زینبؑ
میرے محضر پہ ہے خود مُہر تمھاری زینبؑ

یہ سخن سنکے تڑپنے لگی شیدائے حسینؑ | پیٹ کر سر کو کہا ہائے اخی، ہائے حسینؑ
تم نہ ہو اور بہن رونے کو رہ جائے حسینؑ | پھر منگالو وہی محضر مرے ماں جائے حسینؑ

یا مری مُہر کو محضر سے مٹا دو بھائی
یا مرا نام شہیدوں میں بڑھا دو بھائی

فرض ہے وعدہ وفائی، یہ بجا ہے ارشاد | کیونکر آنکھوں سے مگر دیکھوں گی میں یہ بیداد
دل ہے خواہر کا مرے پاس نہیں کچھ فولاد | صدقے کرنے کو بہن کیا نہیں رکھتی اولاد

نذر کو نیم جوانوں کے میں سر دیتی ہوں
بدلے اک جان کے دو نورِ نظر دیتی ہوں

شہ نے فرمایا کہ محضر میں یہ اقرار بھی ہے | درجِ فردِ شہدا قاسمِ ناچار بھی ہے
فوج کا ذکر بھی ہے، نامِ علمدار بھی ہے | مرنے والوں میں علی اکبرِ جرّار بھی ہے

اِمتحاں کا کوئی گوشہ نہ فلک چھوڑے گا
میرا اصغرؑ بھی مری گود میں دم توڑے گا

چاہتی ہو جو مجھے تم مری خواہر میں نثار
صبر بس صبر کرو۔ بنتِ جنابِ کرّارؑ
ہم سے جو اُٹھ نہ سکا تم کو اٹھانا ہے وہ بار
تم سنبھالو گی مرے بعد نبیؐ کا گھر بار

اور بھی ایک قلق سب سے سوا ہے زینبؑ
بے رِدائی کا بھی اقرار کیا ہے زینبؑ

نور و نار

دولت سے یزید افسرِ ایماں نہ بنے گا
جو غُول ہو، وہ خضرِ بیاباں نہ بنے گا
خط، رحل پہ رکھ دیں تو وہ قرآں نہ بنے گا
جن تخت پہ بیٹھے تو سلیماں نہ بنے گا

اونچی ہو زمیں، خاک صفائی نہ ملے گی
طاقوں پہ چڑھیں بُت تو خدائی نہ ملے گی

ہیں پیروِ حق اور تو باطل کے مُرید اور
خاصانِ خدا اور تو خاصانِ یزید اور
حقّا کہ صفی اور ہیں شیطانِ مَرید اور
نور اور ہے، نار اور ہے، پاک اور پلید اور

ذرّہ کبھی ہمسرِ فلک آرا نہیں ہوتا
جُگنو کبھی چمکے تو ستارا نہیں ہوتا

سه ماخوذ از ریاضِ شہیم

مرثیہ۳

آمدِ ماہِ عزا اور خُدّامِ روضۂ امام حسینؑ کی روایت

اے اہلِ عزا پھر الم و غم کے دن آئے | پھر تعزیہ و شیون و ماتم کے دن آئے
پھر بیکسیِ شاہِ دوعالم کے دن آئے | پھر آئی قیامت کہ محرّم کے دن آئے

پھر جن و بشر محو ہوئے آہ و بُکا میں
پھر فاطمہؑ بیتاب ہیں پیاروں کی عزا میں

آمادۂ گریہ جو بصد جوش ہوئے ہیں | سب مجلسِ شہ میں ہمہ تن گوش ہوئے ہیں
مردُم، غمِ شبیرؑ میں بے ہوش ہوئے ہیں | یہ عینِ عزا ہے کہ سیہ پوش ہوئے ہیں

ہے فوجِ حسینی کا جو نقشہ نظروں میں
رکھے گئے مولا کے عَلم سب کے گھروں میں

سب عاشقِ جان و جگرِ احمدِ مختار | ذکرِ شہدا پر ہیں بُکا کے لیے تیّار
گھر گھر ہے عزائے پسرِ حیدرِ کرّار | جنّات بھی مغموم ہیں، قدسی بھی عزادار

رونے کے لیے کس کے گھر آتی نہیں زہراؑ
پر سر جو کھُلا ہے نظر آتی نہیں زہراؑ

رونق پہ ہے اُجڑی ہوئی سرکارِ حسینی | غنچہ یہ محبّوں کا ہے گلزارِ حسینی
ہر اشکِ عزا یوسفِ بازارِ حسینی | میدانِ قیامت ہے کہ دربارِ حسینی

کیوں دوست نہ بیہوش ہوں منہ اشکوں سے دھوکر
یاں شمع بھی آتی ہے تو اٹھتی ہے وہ روکر

اِس غم سے گھر آباد ہوئے اہلِ عزا کے | ہر سمت یہ جلوے ہیں شہِؑ ہر دوسرا کے
قربان عطائے پسرِ شیرِ خدا کے | روضے سے چلے آتے ہیں گھر پر غربا کے

اشکوں سے نہ کیوں تر ہو گریبان ہمارا
زہراؑ کا جگر بند ہے مہمان ہمارا

رونق کا جو ہر تعزیہ خانے میں سماں ہے | سب باعثِ تشریفِ امامؑ دوجہاں ہے
یہ حال، مجاور کے سخن سے بھی عیاں ہے | اُس راست بیاں کا یہ غم انگیز بیاں ہے

یعنی جب اُسے ماہِ محرم نظر آیا
روضے میں وہ رونق نہ وہ عالم نظر آیا

گو روضۂ سرورؑ تھا عزاداروں سے معمور | جیسے غمِ فرزند سے ماں کا دلِ رنجور
لیکن نہ وہ جلوہ تھا نہ وہ زیب وہ نور | جیسے کسی اُجڑے ہوئے گھر سے ہو خوشی دور

خدّام کو تشویش جو تھی رنج و تعب میں
اک روز یہ احوال کھلا پردۂ شب میں

شاہِ شہدا خواب کے اندر نظر آئے | چہلم جو ہوا ختم تو ارمان بر آئے
پھر منزلِ ویراں میں علیؑ کے قمر آئے | خوش ہو گئے خدامِ شہِ بحر و بر آئے

پوچھا کہ یہاں شاہ محرّم میں نہیں تھے
فرمایا کہ ہم تعزیہ خانوں میں مکیں تھے

ہر چند یہاں بھی وہی ماتم ہے، عزا ہے | جو اہلِ عزا دور ہیں، پاس اُن کا بڑا ہے
جب دیکھو محرّم میں وہاں حشر بپا ہے | ذاکر ہیں، عزادار ہیں، نوحہ ہے، بکا ہے

روتے ہوئے پابندِ غم اُٹھتے ہیں کہیں سے
مجلس ہے کسی جا، عَلَم اُٹھتے ہیں کہیں سے

دُلدُل کسی مومن نے بنایا پئے زاری | گویا مرے رہوار کی تصویر اُتاری
ڈھلکا ہوا وہ زین وہ خوں آنکھوں سے جاری | ہر نے پہ وہ لٹکی ہوئی تلوار دو دھاری

وہ سیکڑوں زخموں کے نشاں پھول سے تن پر
مینہ تیروں کا برسا ہوا گھوڑے کے بدن پر

ہوگا، نہ ہوا یوں کسی دلگیر کا ماتم | اکبرؑ کا کبھی غم، کبھی بے شیر کا ماتم
قاسمؑ کا اَلم بازوئے شبیرؑ کا ماتم | نجر قمیع کا ماتم، کبھی زنجیر کا ماتم

مصروفِ عزا قلب بھی ہے، روح بھی، تن بھی
روتے ہیں اُسے، رو نہ سکی جس کو بہن بھی

کیوں ایسے عزاداروں کی مجلس میں نہ جاؤں | وہ یاد کریں اور میں انھیں دل سے بھلاؤں
کیا اُن کی محبّت کا تجھے حال سناؤں | مرجائیں تڑپ کر جو نہ چھاتی سے لگاؤں

وہ عاشقِ صادق ہیں جگر بندِ نبیؐ کے
واللہ کہ محسن ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ کے

ہر گھر میں مہیّا ہے عزا کا مری ساماں | سارے ہیں محب خاک بسر، چاک گریباں
سب عورتیں اس طرح مرے غم میں ہیں گریاں | جیسے مرے نانا کے الم میں مری امّاں

پامال ہیں دل قاسمؑ ناشاد کی صورت
سب مرد بکا کرتے ہیں سجّادؑ کی صورت

لب پر ہے کبھی سوز، کبھی مرثیہ خوانی | گہ ذکرِ مصائب کسی واعظ کی زبانی
ہوتی ہے بیاں جب علی اکبرؑ کی جوانی | پتھر کا جگر بھی ہو تو ہو جاتا ہے پانی

ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ لیتا ہوں میں بھی
ہر چند کہ صابر ہوں پہ رو دیتا ہوں میں بھی

سر پیٹتے ہیں پیر مری یاد میں رو کر | گریاں ہیں بہادر پئے عبّاسِ دلاور
غُل ہے یہ جوانوں میں کہ ہے ہے علی اکبرؑ | بچّوں کا یہ نوحہ ہے کہ مارے گئے اصغرؑ

عورات کے گریے کا سب انداز وہی ہے
جیسے مرے لاشے پہ بہن رو کے گری ہے

ذاکر جو سُناتا ہے یہ اعدا کی جفائیں　　چھینی تھیں ستمگاروں نے عترت کی ردائیں
گردوں کو ہلا دیتی ہیں گریے کی صدائیں　　بے ساختہ زہراؑ انھیں دیتی ہیں دعائیں
معبود انھیں بخش دے، تُو اہلِ کرم ہے
تجھ کو مری زینبؑ کے کُھلے سر کی قسم ہے

شاہد ہے یہ خُدّامِ شہِ دیں کی روایت　　مہمان عزاداروں کے ہیں آج سے حضرتؑ
آہوں سے پذیرائی ہو، اشکوں سے ضیافت　　مُجرے کے بھی الفاظ ہوں شایانِ مصیبت
مظلوم دل افگار، دل افگاروں کا مُجرا
اکبرؑ کے عزادار، عزاداروں کا مُجرا

مُجرا ہو اُسے جس کو لعینوں نے ستایا　　وہ، جس نے دمِ ذبح بھی پانی نہیں پایا
وہ، جس کی جبیں پر نہ مصائب میں بل آیا　　وہ، جس نے جواں لال کے لاشے کو اُٹھایا
وہ، شیرِ بتولِؑ عذرا سے جو پلا تھا
سجدے میں تہِ تیغِ جفا جس کا گلا تھا

وہ جس کی بہن دیکھ کے ڈیوڑھی سے یہ منظر　　خیمے سے نکل آئی تھی اک بار تڑپ کر
چلّاتی تھی سر پیٹ کے وہ بیکس و مضطر　　جلد آؤ، کہاں ہو مرے قاسمؑ، مرے اکبرؑ
عبّاسؑ مری ماں کی کمائی کو بچا لو
اے عونؑ و محمدؑ مرے بھائی کو بچا لو

مرثیہ

شبِ عاشور

اِمامِؑ پاک کو جب اشقیا نے گھیر لیا مسافروں کو سپاہِ جفا نے گھیر لیا
نبیؐ کے لال کو فوجِ دغا نے گھیر لیا علیؑ کے چاند کو کالی گھٹا نے گھیر لیا
سِتم شروع ہوئے، صلح کا جواب مِلا
غضب ہے ساتویں تاریخ سے نہ آب مِلا

وہ قحطِ آب وہ سادات پر ہجومِ الم نبیؐ کی آل ہیں وہ شورِ العطش پیہم
وہ فکر و یاس، وہ اندوہ، وہ امامِ اُمم وہ شہ کو شوقِ عبادت وہ ظلمِ فوجِ سِتم
مِلا نہ چین نہم تک امامِ صابر کو
بس ایک رات کی مہلت ملی مسافر کو

عزیز و یاور و ناصر جو چند تھے ہمراہ سبھوں کو جمع کیا شہ نے باغمِ جانکاہ
زہیرِ قینؑ و حُرؑ و حبیبؑ خود آگاہ جنابِ اکبرؑ و عبّاسؑ و قاسمِؑ ذیجاہ
سوے امامؑ جو سب یار و اقربا آئے
تو اُٹھتے بیٹھتے بیمارِ کربلا آئے

جب آکے بیٹھ گئے سب وہ زاہد و ابرار | پکارے شاہِ ہدیٰ، غور سے سنیں دیندار
میں اس دیار میں جورِ فلک سے ہوں ناچار | پھرے ہیں آلِ حبیبِ خدا سے ظلم شعار

یہ سنگدل نہ جفاؤں سے منہ کو موڑیں گے
کسی طرح یہ ستمگر مجھے نہ چھوڑیں گے

ہیں ان کے شر سے اماں پاؤں غیر ممکن ہے | وطن میں آل کو پہنچاؤں غیر ممکن ہے
یہاں سے پاؤں بھی سر کاؤں غیر ممکن ہے | میں کل کو قتل سے بچ جاؤں غیر ممکن ہے

خدا سے صبر و رضا کا ہے خواستگار حسینؑ
بس ایک رات کا مہماں ہے بے دیار حسینؑ

تم اس بلا سے بچو شاہِ انبیاؐ کے لیے | نہ دکھ اٹھاؤ مرے ساتھ مرتضیٰؑ کے لیے
مجھی کو چھوڑ دو اس فوج کی جفا کے لیے | مری وِلا میں لٹاؤ نہ گھر خدا کے لیے

اندھیری رات کے پردے میں یاں سے ٹل جاؤ
تم اپنی جان بچا کر کہیں نکل جاؤ

نہ کچھ گلہ ہے نہ تم سے ملال ہے مجکو | تمھاری پیاس کا صدمہ کمال ہے مجکو
لحاظِ کلفتِ اہل و عیال ہے مجکو | جوانیوں کا تمھاری خیال ہے مجکو

ہر ایک حال میں تم سے یہ بے نوا خوش ہے
خدا گواہ کہ میں خوش مرا خدا خوش ہے

بَلا میں کشتۂ رنج و الم کو رَہنے دو | فقط مسافرِ راہِ عَدم کو رَہنے دو
سِتم رسیدہ و پابندِ غم کو رہنے دو | نہ تم رہو نہ علیؑ کے حَرَم کو رہنے دو

ہمارے بعد یہ ناچار در بدر نہ پھریں
رسولؐ زادیاں بلوے میں ننگے سر نہ پھریں

یہ سُن کے شاہ کے سب دوستدار رونے لگے | عزیز رونے لگے جاں نثار رونے لگے
ضعیف و طفل و جوان زار زار رونے لگے | جُھکا کے سر کو اطاعت گذار رونے لگے

ادب سے لب نہ کُھلے، مُنہ سے کچھ کہا نہ گیا
پر ایک عاشق و شیدا سے چُپ رہا نہ گیا

وہ کون عاشق و شیدا، جری و نیک اساس | شرف میں جعفرِ طیّار، ثانیِ الیاسؑ
سکینہؑ جان کے سقّے، غریب کشتۂ یاس | سپاہِ دیں کے علمدار، حضرتِ عبّاسؑ

یہ ہاتھ جوڑ کے بولے کہ مصطفےٰؐ کے لیے
یہ حرفِ یاس نہ فرمایئے خدا کے لیے

وہ ہم نہیں ہیں کہ مرنے سے جی چُرائیں گے | غلام وقت پہ آقا سے منہ چھپائیں گے
ولیِ رب کی محبّت نہ ہم بھلائیں گے | امامِ دیں کے پسینے پہ خوں گرائیں گے

لحد میں حیدرؑ صفدر کو منہ دِکھانا ہے
لحد سے اُٹھ کے پیمبرؐ کو مُنہ دکھانا ہے

وہ ہم نہیں ہیں کہ آفات سے ڈریں مولا | وہ ہم نہیں کہ مصائب کا ڈر کریں مولا
جو لاکھ بار جئیں اور ہم مریں مولا | تو پھر بھی شہ کی غلامی کا دم بھریں مولا

کٹے گلا تو کہیں شاہِ مشرقین حسینؑ
لہو کے قطروں سے نکلے صدا حسینؑ حسینؑ

(۶)

کتب میں ہے شبِ عاشور کا یہ حال لکھا | حرم سرا میں مصلّے پہ تھے امامِ ہدا
کبھی تھا شغلِ تلاوت، کبھی یہ حق سے دعا | الٰہی صبر کی طاقت ہو میرے دل کو عطا

الٰہی احمدِ مرسل سے سرخرو رکھنا
اس امتحان میں پیاسے کی آبرو رکھنا

الٰہی گوہرِ دندانِ مصطفےٰ کے لیے | الٰہی دخترِ سردارِ انبیا کے لیے
الٰہی زخمِ سرِ شاہِ لافتا کے لیے | الٰہی سبزیِ رخسارِ مجتبیٰ کے لیے

اسیر ہو مرا زین العبا تو صبر کروں
مری بہن کی چھنے جب ردا تو صبر کروں

انہی دعاؤں میں گزری جو رات ایک پہر | تو آئے خیمۂ انصارِ پاک پر سرورؑ
شگافِ در سے یہ دیکھا کہ جمع ہیں صفدر | حبیب کہتے ہیں یہ بیچ میں کھڑے ہو کر

علیؑ کے دوستو! کل روزِ رستگاری ہے
نبیؐ کے لال پہ یہ وقتِ جاں نثاری ہے

وہ کیجیو کہ زمانے میں جس سے نام رہے | تمام خلق وفادار و جاں نثار کہے
ہماری زیست میں آلِ نبیؐ الم نہ سہے | کسی جوانِ بنی فاطمہؑ کا خوں نہ بہے

بڑھیں سناں تو سینہ اٹھا کے تن جانا
چلیں جو تیر تو مولاؑ کی ڈھال بن جانا

یہ حال دیکھ کے شکرِ خدا بجا لائے | بہادروں کی تمنا پہ نیرِ غم کھائے
وہاں سے خیمۂ ہمشیر کی طرف آئے | بہن کا پیار جو دیکھا تو غم سے تھرائے

خود اپنے پیاروں کو رخصت کہن پہنایا ہے
ابھی سے دونوں گلوں کو کفن پہنایا ہے

یہ کہہ رہی ہیں کہ نصرت میں جدّو کد کرنا | میں واری پیروی ضیغمِ صمد کرنا
کڑی اُٹھا کے اخی کی بلا کو رد کرنا | بہادرو! مرے ماں جائے کی مدد کرنا

وہ کیا غلام جسے الفتِ امامؑ نہیں
جو رن میں کام نہ آئے تو ماں سے کام نہیں

جو کام آؤ گے تم تو دعائیں میں دونگی | جو پھر کے آئے تو صورت کبھی نہ دیکھوں گی
تمام عمر کبھی منہ سے بھی بولوں گی | قسم سے کہتی ہوں ہرگز نہ دودھ بخشوں گی

میں شاد ہوں گی جو برباد کر کے آؤ گے
جو ماں کو چاہتے ہو تم تو مر کے آؤ گے

بہن کی چاہ پہ رو کر بڑھے شہِ ذیجاہ | یہ دَر سے بیوہ شبّرؑ کا حال دیکھا آہ
کہ دونوں پہلوؤں میں ہیں حسنؑ کے نورِ نگاہ | اِدھر ہیں قاسمِؑ مضطر، اُدھر ہیں عبداللہ

یہ کہہ رہی ہیں کہ شہ گھر گئے ہیں آفت میں
میں واری، جان لڑانا چچا کی نصرت میں

میں صدقے تم پہ بڑا حقِ شاہ والا ہے | حسنؑ کے بعد اُنہی نے تو گھر سنبھالا ہے
کبھی نہ مجکو نہ تم کو الم میں ڈالا ہے | پدر کی طرح بڑی شفقتوں سے پالا ہے

چچا کے پاؤں پہ دونوں کا خوں بہ جائے
الٰہی کل زنِ بیوہ کی بات رہ جائے

وہاں سے اکبرِؑ مہرو کے خیمے پر آئے | نبیؐ کی یاد میں تھامے ہوئے جگر آئے
پسر کی شان پہ آنکھوں میں اشک بھر آئے | کہ فرشِ خاک پہ دولہا بنے نظر آئے

عجیب یاس سے ماں بار بار دیکھتی ہے
اُٹھا کے شمعِ رُخِ گلعذار دیکھتی ہے

لکھا ہے جب شبِ عاشور گذری ایک پہر | حسینؑ آئے سوئے خیمۂ علی اکبرؑ
شگافِ در سے یہ دیکھا کہ وہ مہِ انور | فروغِ حُسن سے دولھا بنا ہے بستر پر

عجیب یاس سے ماں بار بار دیکھتی ہے
اُٹھا کے شمعِ رُخِ گلعذار دیکھتی ہے

زبانِ خشک پہ کلمہ یہ ہے کہ ہائے پسر | یہ صولتِ نبویؐ، یہ جلالتِ حیدرؑ
یہ ضو، یہ شان، یہ جلوہ، یہ شکلِ پیغمبرؐ | یہ کل کو خاک میں مل جائے گی علیؑ اکبر

تمہارے غم میں مجھے اور یہ جلایا ہے
جواں مرو گے تم اور باپ کا بُڑھاپا ہے

یہ دیکھتے ہی کلیجے پہ تیرِ غم کھائے | خدا یہ سانحہ دشمن کو بھی نہ دِکھلائے
وہاں سے خیمۂ عباسؑ کی طرف آئے | جری کی چاہ پہ فرطِ الم سے تھرّائے

کبھی حسینؑ کے صدمے سے آہ بھرتے ہیں
کبھی حُسام کو صیقل سے صاف کرتے ہیں

جَری کے سامنے کلثومؑ جان کھوتی ہیں | کسی خیال میں اشکوں سے منہ کو دھوتی ہیں
رِدا کو آنسوؤں سے دمبدم بھگوتی ہیں | قریب بیٹھی ہوئی زار زار روتی ہیں

وہ رنج و غم ہے کہ حالت تباہ کرتی ہیں
فلک کو دیکھ کے ہر بار آہ کرتی ہیں

سبب جو پوچھ رہا ہے وہ حق کا شیدائی | یہ کہہ رہی ہیں تڑپ کر بتولؑ کی جائی
اخی الم کا سبب کیا کہے یہ دکھ پائی | تمام بی بیوں کے یہ خیال ہیں بھائی

وہ بات ہو کہ نبیؐ حشر میں وقار کریں
علیؑ کے لال پہ اولاد کو نثار کریں

مجھے یہ غم ہے کہ لختِ جگر نہیں رکھتی | یہ داغ ہے کوئی رشکِ قمر نہیں رکھتی
پئے نثارِ شہِ دیں گہر نہیں رکھتی | میں بد نصیب ہوں بھیا پسر نہیں رکھتی

تمام گھر میں یہ دکھیا ذلیل و خوار رہی
میں اپنی ماں سے قیامت میں شرمسار رہی

وہ کہہ رہے ہیں کہ خواہر نہ یوں بکا کیجے | حضور اپنی طرف سے مجھے فدا کیجے
نصیب کا نہ فلک کا کوئی گلا کیجے | پسر سمجھ کے مجھے شہ کا حق ادا کیجے

مطیعِ سبطِ رسولِؐ انام ہے عباسؑ
ہر اک عزیز کا ان کے غلام ہے عباسؑ

بہن کی پاس یہ رو کر لسانِ ابرِ بہار | حسینؑ واں سے چلے سوئے خیمۂ بیمار
قریب جا کے پکارے کہ اے مرے دلدار | رسولِؐ پاک کی مسند کے مالک و مختار

اٹھو کہ میری شہادت قریب آ پہنچی
گلا کٹانے کی ساعت قریب آ پہنچی

وہ رو کے بولے کہ ہے ہے یہ کہا بابا | ہماری زیست ہیں حضرت پہ یہ جفا بابا
مریض کیوں نہ ہو قربان ہیں فدا بابا | قریب مرگ ہوں مرنے سے خوف کیا بابا

حسین بولے لڑائیں اسے ہزاروں سے
جو لال پانچوں نماز یں پڑھیں اشاروں سے

تمھیں تو کل سے بڑا رنج و غم اٹھانا ہے | حرم کے ساتھ الم پر الم اٹھانا ہے
سنبھل سنبھل کے ہر اک جا قدم اٹھانا ہے | جو ہم سے اُٹھ نہ سکا وہ ستم اٹھانا ہے

بتاؤ طوقِ گلوگیر کون پہنے گا
جو تم نہ ہو گے تو زنجیر کون پہنے گا

جو بیڑی سامنے آئے تو سر جھکا لینا | خوشی سے طوقِ گراں کو گلے لگا لینا
جو تازیانے بھی مارے شقی تو کھا لینا | مگر شریعتِ اسلام کو بچا لینا

پسِ فنا بھی حیاتِ دوام رہ جائے
وہ کیجیو کہ محمدؐ کا نام رہ جائے

مرثیہ ۵

رخصت عونؑ و محمدؑ علیہما السلام

مسلمؑ کے لال جبکہ شہیدِ جفا ہوئے | دشتِ فنا سے راہیِ ملکِ بقا ہوئے
غربت میں وہ یتیم جو نذرِ قضا ہوئے | زینبؑ بھی روئیں، شاہ بھی محوِ بکا ہوئے

دو تیرِ غم دلوں پہ یکایک جو چل گئے
بہرِ رضا، علیؑ کے نواسے مچل گئے

بیتاب ہو کے آئے وہ غازی جو ماں کے پاس | زینبؑ زبانِ حال سے بولیں بہ دردِ یاس
کیوں بدحواس آئے ہو، چہرے ہیں کیوں اداس | کیا دیکھ کر لڑائی کو طاری ہوا ہراس

رن سے پھرا ہے کون تمھارے گھرانے میں
ناناکی دھاک بیٹھی ہے سارے زمانے میں

کیا کیا گزر گئے شہِ دیں پر غم و محن | بچھڑے مسافرت میں رفیقانِ بے وطن
نذرِ خزاں ہوا مرے ماں جائے کا چمن | مسلمؑ کے لال مارے گئے لٹ گئی بہن

کس کس شہید کے لیے آنسو بہاؤ گے
اب کس کی لاش دیکھ کے مرنے کو جاؤ گے

بولے وہ گلبدن کہ ہماری خطا نہیں | ہم کیا کریں، امامِ اُمم کی رضا نہیں
اذنِ جہاد صبح سے اب تک ملا نہیں | ماموں سے پوچھ لیجیے، یہ سچ ہے یا نہیں

پاتے جو اِذن نورِ نگاہِ بتولؑ سے
پہلے ہمیں بہشت میں ملتے رسولؐ سے

ماں نے کہا فضول یہ باتیں نہ تم بناؤ | مانگا تھا اِذن قدموں پہ گر کر قسم تو کھاؤ
اچھّا، ذرا امامؑ کو گھر میں بُلا تو لاؤ | خود پوچھ لوں گی کیوں نہیں رخصت ہے دی بتاؤ

یہ دونوں کیوں نظر میں تمھاری حقیر ہیں
مسلمؑ کے لاڈلوں سے بھی کیا یہ صغیر ہیں

یہ ذکر تھا کہ شاہ خود آئے بہن کے پاس | بیٹھیں وہ سر جھکا کے شہ بے وطن کے پاس
بچّے بھی روٹھے بیٹھ کے شاہِ زمن کے پاس | نزدیک تھا کہ آئیں کلیجے دہن کے پاس

اشکوں سے یوں دلیروں نے دامن بھگوئے تھے
سبطین جس طرح غمِ زہراؑ میں روئے تھے

کہتے تھے شاہِ تشنہ دہن کیا کرے حسینؑ | اے بنتِ شاہِ قلعہ شکن کیا کرے حسینؑ
لُٹتا ہے حسرتوں کا چمن کیا کرے حسینؑ | للّٰہ کچھ بتاؤ بہن کیا کرے حسینؑ

پوچھو تو کیوں یہ روتے ہیں۔ کیوں ہائے ہائے ہے
روئے انھیں حسینؑ، تمھاری یہ رائے ہے

روکر کہا بہن نے کہ اے شاہِ خوشخصال | کوثر کے خواستگار ہیں دونوں یہ نونہال
یہ کیا ہیں، جبکہ مر گئے بیوہ بہن کے لال | بھیّا سخی ہیں آپ نہ رد کیجیے سوال

رو رو کے جان دوں گی جو روکا امامؑ نے
وعدہ یہ کر چکی ہوں میں امّاں کے سامنے

شہ نے کہا کہ بیکس و تنہا پہ رحم کھاؤ | خواہر خدا کے واسطے بھیّا پہ رحم کھاؤ
وہ بولیں، بھائی دخترِ زہراؑ پہ رحم کھاؤ | بیکس پہ، غم نصیب پہ، دکھیا پہ رحم کھاؤ

شہؑ بولے رن کو آپ کے جائے نہ جائیں گے
زینبؑ یہ داغ ہم سے اٹھائے نہ جائیں گے

مجھ سے پھری ہے ساری خدائی میں کیا کروں | کیونکر لٹاؤں تیری کمائی میں کیا کروں
بولیں نصیب میں ہے جدائی میں کیا کروں | امّاں سے قول ہاری ہوں بھائی میں کیا کروں

للّٰلہ رد نہ کیجیے ہدیہ فقیر کا
دیتی ہوں واسطہ میں جنابِ امیرؑ کا

شہ نے کہا نہ روؤ بہن شور و شین سے | میرا تو چین بس ہے تمھارے ہی چین سے
دنیا پھری ہے فاطمہؑ کے نورِ عین سے | ان کو بھی تم چھڑاتی ہو بیکس حسینؑ سے

چھٹ جائیں گے یہ لال تو سب جان کھوئیں گے
یہ ہے خوشی تمھاری تو ان کو بھی روئیں گے

بیٹی نے فاطمہؑ کی کیا شکر کردگار | تسلیم کر کے شہ کو اُٹھے دونوں گلعذار
زینبؑ نے بڑھ کے زلفیں سنواریں بصد وقار | باندھے عمامے، صاف کیا چہروں کا غبار

جانبازوں نے کمر جو کسی جھوم جھوم کے
مادر بلائیں لینے لگی منہ کو چوم کے

بولیں کہ جاؤ، حشر بپا کر کے آئیو | ستھراؤ کر کے خوں میں صفیں بھر کے آئیو
منہ پھیر کے نہ سامنے مادر کے آئیو | شمرِ شقی کو مار کے یا مر کے آئیو

پھر ہو چاہے لاکھ سپاہ کثیر کا
خنجر تو بڑھ کے چھین ہی لینا شریر کا

تم شبیر بنتِ شیرِ خدا ہو بہادرو | مشکل نہیں ہے فتح جو چاہو بہادرو
جو بات ہو سنوں سے سوا ہو بہادرو | وہ رن پڑے کہ حشر بپا ہو بہادرو

دنیا مآلِ نصرتِ شبیرؑ دیکھ لے
ماں بھی کچھ اپنے دودھ کی تاثیر دیکھ لے

ہاں، افسرانِ فوج کے تم سر اتارنا | تن تن کے جھوم جھوم کے بڑھ بڑھ کے مارنا
گھیرے سپاہِ ظلم تو ہمت نہ ہارنا | گھوڑوں سے جب گرو تو علیؑ کو پکارنا

کھونا نہ مرتے دم دلِ مادر کے چین کو
ناراض ہوں گی میں جو پکارے حسینؑ کو

کل تک یہ تھی مُراد جواں ہوں جو گلعذار　　شادی رچاؤں دھوم سے دونوں کی ایکبار
آج آرزو یہ ہے کہ انھی پر کروں نثار　　سہروں کے بدلے پینچ ہوں شملوں کے تار تار
اب تو یہی ہے بیاہ کہ ماتم بپا کروں
تم گردنیں کٹاؤ، میں سجدہ ادا کروں

تن تن کے تن پہ برچھیاں کھانا بہادرو　　اہلِ وفا کہے گا زمانہ بہادرو
عباسؑ کا جلال دکھانا بہادرو　　واری، سوئے فرات نہ جانا بہادرو
پیاسے جو صدقے ہو گئے شہِ مشرقین پر
خود بخش دوں گی دودھ میں نامِ حسینؑ پر

مر کے جو آؤ گے تو صِلا دوں گی میں تمھیں　　کوثر امامِؑ دیں سے دلا دوں گی میں تمھیں
رو رو کے میّتوں پہ دعا دوں گی میں تمھیں　　بہرِ کفن خود اپنی رِدا دوں گی میں تمھیں
اے دلبرانِ جعفرِ طیّار الوداع
بچّے پکارے مادرِ غمخوار الوداع

مرثیہ ۶

شہادت عونؑ و محمدؑ علیہما السّلام

جب زخم کھا کے بنتِ علیؑ کے پسر گرے | جلتی زمیں پہ تشنہ جگر خوں میں تر گرے
غل پڑ گیا خاک پہ رشکِ قمر گرے | سن کر حسینؑ قلب و جگر تھام کر گرے

عباسؑ دل پہ داغِ الم کھا کے رہ گئے
جعفر کے پھول دشت میں مرجھا کے رہ گئے

باجے بجے سپاہِ عدو میں جو ایک بار | ڈیوڑھی پہ آ کے کہہ گئے اکبرؑ بحالِ زار
اے بی بیو مری پھوپی اماں سے ہو شیار | گرزوں سے فرقِ عونؑ و محمدؑ ہوئے فگار

آئے تھے ہم بھی صرف خبر کے سنانے کو
جاتے ہیں شہ غریبوں کے لاشے اٹھانے کو

سینے پہ ہاتھ مار کے زینبؑ نے دی صدا | ہے ہے حسینؑ بھائی چلے رن کو میں فدا
اور اس پہ یہ غضب کہ مرا لال بھی چلا | فضّہ کسی طرح علی اکبرؑ کو پھیر لا

بچے کو ضامنی اسدِ ذو الجلال کی
یارب مری کمائی ہے اٹھارہ سال کی

خیمے میں یاں تڑپتی رہیں زینبؑ حزیں | لاشوں پہ بھانجوں کے وہاں پہنچے شاہِؑ دیں
دیکھا کہ غش میں خاک پہ دونوں وہ مہ جبیں | بہتا ہے خون بات کی طاقت ذرا نہیں
ڈھالیں گری ہیں چھُٹ کے دلیروں کے ہاتھ سے
قبضے مگر چھُٹے نہیں شیروں کے ہاتھ سے

شہ نے ہلا ہلا کے پکارے بشورِ ہُدا | ماموں نثار ہوش میں آؤ تو اک ذرا
کچھ حالِ دل سناتے ہوئے جاؤ میں فدا | یہ سنکے دونوں شیروں نے کیں آنکھیں نیم وا
دیکھا رُخِ امامؑ تو گھبرا کے رہ گئے
یاد آگئی وہ بات کہ تھرّا کے رہ گئے

مولا نے پیار سے کہا میں ہوں یہ کیا یہ کیا | لرزاں ہیں جسم کس کا تمھیں ڈر ہے میں فدا
شہ کے قدم پکڑ کے پکارے وہ مہ لقا | دھڑکا ہمیں یہ ہے کہیں اماں نہ ہوں خفا
زحمت ہوئی امامِ فلک بارگاہ کو
سمجھیں گی وہ ہمیں نے بلایا ہے شاہ کو

رخصت کے وقت کی تھی نصیحت یہ چند بار | نصرت میں جبکہ وقتِ شہادت ہو آشکار
دیکھو پکارنا شہِ دیں کو نہ زینہار | گھر جائیں فوج میں نہ کہیں شاہ بے دیار
مت بھولنا یہ بات مری پیاس کی قسم
ورنہ نہ دودھ بخشوں گی عبّاسؑ کی قسم

رُکتی ہے گھٹ کے سانس ہوئی آمدِ قضا | لے چلیے اب یہاں سے ہمیں شہِؑ ہدا
اماّں سے اس کا عذر تو کر لیتے ہم بھلا | خود آئے تھے امامِ اُمم، ہم ہیں بے خطا
سب حق بھی بخشوانے ہیں، سارے قصور بھی
فرمائیں کچھ ہماری سفارش حضور بھی

اس درجہ مضطرب ہوئے جب دم وہ تشنہ لب | غم سے تڑپ تڑپ گئے بیہم شہِ عرب
اپنوں کا ذکر کیا ہے کہ غیروں کو تھا تعجب | بچّوں کی بھولی باتوں پہ روتے تھے سب کے سب
کہتے تھے اب بخشش کی حق ہم کو شیر کا
زینبؑ میں ہے جلال جنابِ امیرؑ کا

در پر جو منتظر تھیں اُدھر بنتِ مرتضیٰؑ | مقتل کی سمت دیکھ کے کہتی تھی ماں متا
پیارو! بڑے دلیر ہو، شاباش، مرحبا | میں صدقے جاؤں بھائی پہ میرے ہوئے فدا
آئی نہ واں خیالِ امامِ غیور سے
لو دیکھ لو بلائیں میں لیتی ہوں دُور سے

بے چین تھے جو ماں کی زیارت کو لالہ فام | ان زخمیوں کو لے کے چلے شہ سوئے خیام
فضّہؑ نے در سے دیکھ کے رو کر کیا کلام | زینبؑ کے پاس جمع ہوں آکر حرم تمام
جوڑے ہیں سُرخ، لٹکے ہیں گیسو گھنے ہوئے
بی بی کے لال آتے ہیں دولہا بنے ہوئے

آئے عجیب شان سے گھر میں شہِ ہدا | چہرے پہ خاک، خون میں تر دامنِ قبا
لاشے اُٹھائے، اکبرؑ و عباسِؑ باوفا | دو مسندوں پہ لا کے لِٹایا بصد بکا
بیٹھے تمام اہلِ عزا اُن کو گھیر کے
ماں بھی سرہانے بیٹھ گئی منہ کو پھیر کے

بچّوں کی آنکھوں سے جو نمایاں تھا انتظار | سمجھے یہ سب کہ ڈھونڈتے ہیں ماں کو دلفگار
بانوئے شاہ رو کے پکاریں بحالِ زار | بی بی ادھر تو دیکھیے بچّے ہیں بے قرار
وہ بولیں بات کیا ہے، یہ کیوں اشک بہتے ہیں
میں خوب سن رہی ہوں۔ کہیں کیا یہ کہتے ہیں

زخموں سے نھنے نحیف جو وہ شیرِ تشنہ کام | رُوئے اشارہ کر کے سوئے بانوئے امام
وہ پاس آ گئیں تو دیا اُن کو کچھ پیام | مُڑ کر انھوں نے بنتِ علیؑ سے کہا تمام
منہ پھیر کر وہ بولیں کہ رد یہ سوال ہے
جب تک یقینِ مرگ نہ ہو گا۔ محال ہے

مانا کہ تیغیں کھا کے یہ آئے ہیں میرے گھر | زخمی بہت سے مرتے ہیں۔ جیتے ہیں بیشتر
کب زخم ہیں گلے پہ جو مرنے کا ہو خطر | پھر مجھ کو کیا خوشی ہے یہ زندہ رہے اگر
جاں دے کے فدیۂ شہِ ابرار بھی تو ہوں
جو حق ہے، سب ملے گا۔ یہ حقدار بھی تو ہوں

کہنے کو یہ کہا مگر آنسو ہوئے رواں | حسرت سے منہ کو تکنے لگیں ساری بی بیاں
بانوؑ سے پوچھنے لگی کوئی بصد فغاں | اُن کا کلام کیا ہے اور اِن کا ہے کیا بیاں

رو کر وہ بولیں تاب ہمیں کہنے کی نہیں
وہ دودھ بخشواتے ہیں، یہ بخشتی نہیں

سب نے کہا، سخی ہے رسولِ خدا کی آل | مشہور ہے سخاوتِ ضرغامِ ذوالجلال
آخر اُنھی کی بیٹی ہیں زہراؑ کی نونہال | کیوں رَد کریں گی اپنے جگر بندوں کا سوال

مرنے کو گر کہو تو دمِ واپسیں ہے یہ
ہے ہے بچیں گے یہ ابھی ان
پیاسے ہیں یہ

پیاسے ہیں تین روز سے بی بی یہ نامُراد | کاری ہیں گھاؤ ضعف بھی ہے دمبدم زیاد
اُکھڑی ہوئی ہے سانس جیئیں گے یہ خوش نہاد؟ | کہہ دو زباں سے کہ یہ جائیں جہاں سے شاد

ہوا اس عطش میں کچھ تو بھلا شکل چین کی
لازم ہو تم کو فیض، بہن ہو حسینؑ کی

رو رو کے تب یہ خواہرِ شبیرؑ نے کہا | لوگو! بھلا حسینؑ کہاں، اور میں کہاں
وہ شاہِ دوجہاں، میں کنیزِ شہِ ہدا | میں بھی نثار اُن پہ، مرے لال بھی فدا

کہہ دو کہ بس تڑپ کے نہ یوں جان کھوئیں یہ
اچھا میں دودھ بخشتی ہوں اب نہ روئیں یہ

بچوں نے ہاتھ ماتھوں پہ رکھے پئے سلام | رو دیں جلیں خوشی میں سوئے وادیٔ السّلام
غُل پڑ گیا کہ مر گئے زینبؑ کے لالہ فام | سر پیٹ کر پکاریں یہ مخدومۂ انام
کیوں ہو گئے خموش یہ سامان کیا ہوئے
پیاروں میں دودھ بخش چکی کیوں خفا ہوئے

دائی کو اپنے دل کے قلق تو سناتے جاؤ | تم اب تو ماں سے خوش ہو بس اتنا بتاتے جاؤ
پھر اشتیاقِ جنگ سُنا کر رُلاتے جاؤ | کھائے ہیں کتنے زخم بدن پر گِناتے جاؤ
لشکر عدو کے تا بہ خیام آئے ہیں اُٹھو
اِذنِ جہاد دینے امامؑ آئے ہیں اُٹھو

نرغے میں ہیں امامؑ ہُدا اے مسافرو | تم نے کدھر کا قصد کیا اے مسافرو
منزل کا دیتے جاؤ پتا اے مسافرو | جاؤ نگاہبان خدا اے مسافرو
ڈرنا نہ اب کہ تم ہو نبیؐ کی پناہ میں
نانا بھی ملنے آئیں گے جنّت کی راہ میں

روکے کوئی تو خوف نہ کھانا بہادرو | جعفرؑ کے سب وقار سنانا بہادرو
نانا کا اپنے نام بتانا بہادرو | عبد اللّٰہِ حسینؑ جتانا بہادرو
کہنا کہ ماموں جان شہِ مشرقین ہیں
ہٹ جاؤ ہم غلامِ جنابِ حسینؑ ہیں

مرثیہ

رخصت حضرت قاسم علیہ السلام

جب رن میں سب حسینؑ کے یاور ہوئے شہید | نورِ نگاہِ مسلمؑ بے پَر ہوئے شہید
عبّاسؑ باوفا کے برادر ہوئے شہید | بنتِ علیؑ کے چاند سے دلبر ہوئے شہید
جانِ حسنؑ سے پھر تو نہ دم بھر رہا گیا
دیکھا جو بھائیوں کا لہو، جوش آگیا

اب دلبرِ حسنؑ کی مصیبت بیاں کریں | مادر کا صبر، بیٹے کی جرأت بیاں کریں
پیاسے کے بچپنے کی شجاعت بیاں کریں | دل پائمال ہوں وہ شہادت بیاں کریں
غل ہو کہ ہائے جانِ حسنؑ خوں میں بھر گئے
پورے جواں بھی ہونے نہ پائے کہ مر گئے

شبّرؑ کا چاند، کاہشِ غم سے ہلال ہے | ملتی نہیں رضا یہ تردد کمال ہے
مادر بھی بیقرار، پسر بھی نڈھال ہے | بیٹھے ہیں سر جھکائے، یہ حزن و ملال ہے
بیٹے کو چاہ ہے کہ شہادت حصول ہو
ماں کی ہے آرزو مرا ہدیہ قبول ہو

لختِ جگر سے کہتی میں یہ زوجۂ حسنؑ | مانگو چچا سے رَن کی رضا میرے گلبدن
دُولال صدقے کر کے ہوئی سرخرو بہن | بھائی کے گھر سے کچھ نہیں فدیہ دمِ محن
انجام الفتوں کا ابھی تک بخیر ہے
کہنے میں بات آئے گی۔ بھاوج تو غیر ہے

قاسمؑ نے کی یہ عرض کہ ہم خود ہیں بیقرار | دیتے نہیں امامؑ اُمم اِذنِ کارزار
یہ کہہ کے ٹال دیتے ہیں عمّو ہر ایک بار | تم تو مرے اَخی کی نشانی ہو میں نثار
روئے گی ماں جو خوں میں بھرنے کو بھیجدوں
اکبرؑ یہاں رہیں تمھیں مرنے کو بھیجدوں

کیوں امّاں جان ٹھیک ہے کیا شہ کا یہ خیال | ہم سے بچھڑ کے آپ کو ہو گا غم و ملال؟
کیا رو نیئے گا لاش پہ بکھرا کے سر کے بال | ماں اشک پی کے بولی نہیں میرے نونہال
ہر گز نہ میں کروں گی عزا اپنے لال کی
سیکھا ہے صبر میں نے بھی صحبت میں آلؑ کی

بولے کہ ہاں یہی ہے یقیں ہم کو امّاں جاں | پھر بھی یہ عرض ہے کہ نہ اک اشک ہو رواں
دھڑکا یہ ہے کہ غم سے جو کی آپنے فغاں | رو دیں کہیں نہ دیکھ کے آنسو، شہِ زماں
پالا ہے ہم کو ناز اُٹھا کر امامؑ نے
ہیں صدقے، رویئے گا نہ عمّو کے سامنے

ماتم کریں گی آپ تو سرور نہ روئیں گے | سرور کے ساتھ حضرتِ شبّر نہ روئیں گے
کیا فاطمہؑ نہ روئیں گی حیدرؑ نہ روئیں گے | یہ سب جو روئیں گے تو پیمبرؐ نہ روئیں گے

جب روئے پنجتن تو قیامت نہ آئے گی
صرف ایک آہ آپ کی یہ حشر ڈھائے گی

خود شہؑ سے کہہ کے ہم کو دلا دیجیے رضا | جب اذن دیں امامِ اُمم، آپ دیں دعا
مقتل میں ہم جو ہوں شہِ مظلوم پر فدا | رکھیے نہ دل پہ ہاتھ کبھی، رونے کا ذکر کیا

خوش ہوں تو کہیے کہ شکرِ الٰہ ہے
باجے بجیں تو جانیے قاسمؑ کا بیاہ ہے

دیکھیں حضور جب مرے شملے کو تار تار | سہرا سمجھ کے دل کو مسرّت ہو بار بار
پُرخوں لباس کو یہ سمجھیے گا میں نثار | شادی کا جامہ پہنے ہے بیٹا وفا شعار

رو کر رُلائیے گا نہ شاہِ غیور کو
امّاں ہمارے سر کی قسم ہے حضور کو

یوں دُر فشاں ہوئے تو گلِ مدّعا ملا | مادر نے کی وہ سعی کہ اذن و دعا ملا
ایک ایک کے گلے سے وہ یوسف لقا ملا | حضرتؑ ملے تو دل نے کہا اب خدا ملا

چومے قدم جو شاہؑ کے اُس نورِ عین نے
پہنا دیا حسنؑ کا عمامہ حسینؑ نے

اٹھا پہن کے سبز عمامہ جو گلبدن | دھوکا ہوا کہ آ گئے فردوس سے حسنؑ
بھائی کو یاد کر کے جو روئے شہِ زمن | غم سے پچھاڑیں کھانے لگیں شاہ کی بہن
دیکھی جو شان سب حسنؑ خوشخصال کی
مادر بلائیں لینے لگی اپنے لال کی

ماں سے وداع ہو کے چلا جب وہ گلعذار | لے آئے ہم شبیہِ نبیؐ در پہ راہوار
عباسؑ نے رکاب جو تھامی بصد وقار | بازو پکڑ کے خود شہِ دیں نے کیا سوار
رو کر پکاریں زینبؑ ناچار، الوداع
سونپا خدا کو اے مرے جرّار، الوداع

مجرے کو خم ہوا جو یہ سنکر وہ دلربا | دل کو پکڑ کے رہ گئے مظلومِ کربلا
قاسمؑ کی ماں نے کھول کے سر کو یہ کی دعا | نصرت میں فتحیاب ہو یارب یہ مہ لقا
سرسبز ہو کمائی مری تیرہ سال کی
رہ جائے آبرو زنِ بیوہ کے لال کی

مرثیہ

شہادت حضرت قاسم علیہ السّلام

پہنچا جو رن میں شبّرِ ذی جاہ کا پسر | حُجّت تمام کرکے وغا کی بہ کرّ و فر
ازرق کو دی وہ زک کہ جھکے ناریوں کے سر | ماں سُن کے بولی۔ شکرِ خداوندِ بحر و بر

کُنبے میں بات رہ گئی ۔ وہ کام ہوگیا
بن باپ کے پسر کا بڑا نام ہوگیا

آنسو خوشی کے آنکھوں سے سب کی ہوئے رواں | زینبؑ پکاریں، فتح مبارک ہو بھابی جاں
جیتا تمھارے لال نے رَن. وقتِ امتحاں | مشہور تھا سپاہ گری میں یہ پہلواں

مارا بڑے عدوے شہِ کربلائی کو
بھیّا حسنؑ بھی دیکھتے کاش اس لڑائی کو

باتیں یہ ہو رہی تھیں حرم میں کہ ایکبار | قاسمؑ پہ مِل کے ٹوٹ پڑی فوجِ نابکار
سمٹے اِدھر اُدھر سے ہزاروں زبوں شعار | چاروں طرف سے پڑنے لگے تشنہ لب پہ وار

حربے لیے تھے ۔ قرب میں جو بد شعور تھے
پتھر وہ مارتے تھے جو مجمع سے دُور تھے

نرغہ وہ شامیوں کا وہ اک غیرتِ قمر | بھالے وہ آس پاس وہ تیغیں قریب سر
نیزے چھبوئے دل میں لعینوں نے اس قدر | شبّر کے نونہال کا ٹکڑے ہوا جگر

تیروں سے سب چھنا ہوا تن گلبدن کا تھا
قاسمؑ کا جسم تھا کہ جنازہ حسنؑ کا تھا

زہراؑ کی تھی فغاں کہ نہ بچے کو یوں ستاؤ | مسموم کا جگر ہے نہ تیغیں اسے لگاؤ
میرے حسنؑ کی ہے یہ کمائی کوئی بچاؤ | بیٹی ہوں میں تمھارے پیمبرؐ کی رحم کھاؤ

دے دو مجھے یہ لال کہ غم کی ستائی ہوں
میں تم سے بھیک مانگنے جنت سے آئی ہوں

زہراؑ تو کر رہی تھیں یہ نوحہ بحالِ زار | ناگاہ ظلم کی ہوئی برچھی جگر کے پار
گھوڑے پہ ڈگمگانے لگا طفلِ گلعذار | عباسؑ کو تڑپ کے پکارا جگر فگار

وقت آ گیا کہ اوج شہادت حصول ہو
اب آخری سلام ہمارا قبول ہو

لو عمّو جان فاطمہؑ کے گھر سے ہوشیار | مرتے ہیں ہم۔ رسولؐ کے دلبر سے ہوشیار
ہمشکلِ مصطفےٰؐ۔ مری مادر سے ہوشیار | سبطِ نبیؐ۔ بتولؑ کی دختر سے ہوشیار

غم میں مرے تڑپ کے نہ باہر نکل پڑیں
خیمے سے ماں پھوپی نہ کھلے سر نکل پڑیں

یہ کہتے کہتے خاک پہ وہ مہ لقا گرا | جلتی زمین پر پسرِ مجتبیٰؑ گرا
رن میں یتیمِ گوہرِ عرشِ عُلا گرا | غُل پڑ گیا۔ نبیرۂ خیر النساؑ گرا
لوٹا ہے جاں بلب اسدِ کردگار کا
بُجھتا ہے اب چراغ حسنؑ کے مزار کا

گرتے ہی خاک پر جو ہوا غش وہ مہ لقا | فوجِ عدو میں فتح کے باجوں کا غل ہوا
ماں نے صدا سنی تو یہ دل تھام کر کہا | میری کمائی نیگ لگی شکرِ کبریا
بچّے پہ میرے مہر ہوئی ذوالجلال کی
لو بی بیو برات چڑھی میرے لال کی

سُن کر یہ بین رونے لگے شاہِ بحر و بر | رن کو چلے پٹک کے عمامہ بچشمِ تر
ہمراہ تھا پسر بھی برادر بھی نوحہ گر | نالے یہ تھے کہ ہائے مرے غیرتِ قمر
عمّو نثار۔ جانِ برادر کدھر گئے
تم بھی حسنؑ کا داغ ہرا آج کر گئے

پہنچے جو لاشِ ابنِ حسنؑ پر بحالِ زار | دیکھا کہ سر کو کاٹنے والے ہیں بدشعار
غصّے سے کانپنے لگے عبّاسؑ نامدار | للکار کے بڑھے صفتِ شیرِ کردگار
بھاگے عدو جو ڈر کے تو نقشہ بدل گیا
ہل چل میں اُس یتیم کا لاشہ کچل گیا

روتے ہوئے قریب جو آئے شہِ ہدا | دیکھے تمام عضوِ بریدہ جدا جدا
ہاتھوں سے دل پکڑ کے کہا وامحمدا | اُمت کا یہ سلوک تو دیکھو پئے خدا

ابنِ حسنؑ کی جان پہ صدمے گذر گئے
لو نانا جان قاسمؑ ناشاد مر گئے

اپنی عبا یہ کہہ کے بچھائی زمین پر | سب چُن لیے، پڑے تھے جو اعضا اِدھر اُدھر
کاندھے پہ لاش لے چلے عباسؑ نامور | روتے ہوئے حسینؑ بھی پہنچے قریبِ در

آواز دی کہ بیاہ کی حسرت نکال لو
لو بھابی جان اپنی امانت سنبھال لو

یہ کہہ کے گھر میں لاش جو لائے شہِ ہدا | بیٹے کی جو مُراد تھی، ماں نے وہی کیا
لاشے کے پاس شکر کا سجدہ کیا ادا | واللہ صبرِ فاطمہؑ زہرا دکھا دیا

اِتنا کہا کہ شاد کیا خوب باپ کو
قاسمؑ بنے یہ بیاہ مبارک ہو آپ کو

تم سے جو قول ہار چکی ہے یہ دل حزیں | ماں اب تلک خموش ہے اے میرے مہ جبیں
شبیرؑ آپ روتے ہیں میری خطا نہیں | تم جلد بول اُٹھو کہ نہ روئیں امامِ دیں

گرتے ہیں خاک پر شہِ صفدر سنبھال لو
ماں صدقے عمّو جان کو اُٹھ کر سنبھال لو

رونے سے شہؑ کے روتی ہے سب مصطفیٰؐ کی آل | بنت علیؑ نے لاش پہ کھولے ہیں سر کے بال
روح حسنؑ بھی روتی ہے اے میرے نونہال | اب کس طرح سے دل کو سنبھالے یہ خستہ حال

رونا بھی شاق ضبط بھی مجھ سے محال ہے
اماں کو تیرے سر کی قسم کا خیال ہے

سنکر یہ بین غیر بھی روتے تھے زار زار | ماں تھی مگر۔ بپاس وصیت نہ اشکبار
زہراؑ کی لاڈلی نے صدا دی کہ میں نثار | لو بھابی تم بھی رو لو کہ دل کو ملے قرار

یہ لال ناصرِ پسرِ بو ترابؑ ہے
ایسے شہید کے لیے رونا ثواب ہے

کھانے لگی یہ سن کے پچھاڑیں وہ نیکنام | سر رکھ کے منہ پہ بیٹے کے، رو کر کیا کلام
پیارے تری وفا کے ثنا خواں ہیں خاص و عام | عباسؑ داد دیتے ہیں، اُٹھ کر کرو سلام

ہے فخر و ناز تم پہ علیؑ کے گھرانے کو
دکھلا دی میرے شبیر کی طاقت زمانے کو

سیدانیوں کی گود کے پالے جواب دے | ماں لاش کو گلے سے لگا لے جواب دے
اپنے چچا کے چاہنے والے جواب دے | بیوہ کے گھر کو کون سنبھالے جواب دے

کس چاہ سے جوان کیا پال پوس کے
ماں رہ گئی غریب کلیجہ مسوس کے

مرثیہ ۹

رخصت حضرت عبّاس علیہ السّلام

حیدر سا بہادر کوئی ہوگا نہ ہوا ہے | ہاں حضرتِ عبّاسؑ کو کہیے تو بجا ہے
ان کو بھی وہی زور وہی رعب ملا ہے | یہ ایک شرف شیرِ خدا سے بھی سوا ہے

سقّائی کا عہدہ تو علیؑ کو نہ ملا تھا
لیکن کوئی سقّا کہیں پیاسا نہ سنا تھا

اللہ رے وفاداریِ شیدائے سکینہؑ | کوثر کی تمنّا ہیں ہے سقّائے سکینہؑ
کہتا ہے کہ کیوں ہم کو نہ شرم آئے سکینہؑ | دو دن تجھیں پانی نہ ملا ہائے سکینہؑ

بی بی کے لیے بینچ کے سر لائیں گے پانی
ہم جا کے ابھی نہر سے بھر لائیں گے پانی

گھبرا کے وہ بولی کہ سر آنکھوں پہ یہ شفقت | مجکو تو کسی سے کوئی شکوہ نہ شکایت
کیوں ہے یہ ملال آپ کو کیوں شرم و ندامت | اچھی ہوں مجھے تو کوئی صدمہ نہ اذیت

دریا سے تو پھر آئیے گا مجکو یقیں ہے
رہنے بھی دیں یہ پیار، مجھے پیاس نہیں ہے

فرمایا کہ ہم کیا تمھیں تڑپائیں گے بی بی | دریا کے سوا اور کہاں جائیں گے بی بی
زندہ ہیں تو کیوں بھر کے نہ ہم آئیں گے بی بی | کیا مشک کا بھرنا، ابھی بھر لائیں گے بی بی

پانی نہ منگاؤ گی تو بچے نہ بچیں گے
ہاں دیکھو سکینہؑ علی اصغرؑ نہ جئیں گے

رو کر کہا جلد آپ جو پھر آئیں تو جائیں | واں جا کے بھتیجی کو نہ تڑپائیں تو جائیں
اصغرؑ کو فراموش نہ فرمائیں تو جائیں | دریا سے نہ بڑھنے کی قسم کھائیں تو جائیں

ہاں آپ کے تیور سے یہ پہچان گئی ہوں
کوثر پہ چلے جائیں گے میں جان گئی ہوں

فرمایا کہ دریا پہ نہ جائیں تو قسم لو | واں سے قدم آگے جو بڑھائیں تو قسم لو
پیاری کو اگر دل سے بھلائیں تو قسم لو | بے آب لیے گھر میں ہم آئیں تو قسم لو

آئندہ اب ایسے سخن یاس نہ کہنا
مشکیزہ نہ بھر لائیں تو عباسؑ نہ کہنا

یہ سن کے جو سوکھی ہوئی اک مشک وہ لائی | عباسِ علمدار نے کاندھے سے لگائی
مشتاق جو بنا دلبرِ زہراؑ کا فدائی | رو کر کہا زینبؑ نے کہ ہے ہے مرا بھائی

انجام سنا کے ہمیں ناشاد کیا تھا
بابا نے دمِ مرگ یہ دن یاد کیا تھا

عبّاسؑ نے رخ کر کے سوئے دخترِ حیدرؑ | کی عرض ہمیں یاد ہے وہ وقت وہ منظر
فرمایا تھا ہم سے بھی یہ بابا نے مکرّر | اک دن مرے شبیرؑ کو گھیریں گے ستمگر
بھائی پہ فدا ہوجیو تم میری طرف سے
ہم شانِ وفا دیکھنے آئیں گے نجف سے

سینے میں تڑپتی ہے اسی دن سے یہ حسرت | امّاں نے بھی ہنگامِ سفر روکے بمنت
فرمائی تھی ہم کو یہ قسم دے کے ہدایت | زہراؑ کے خوزادے پہ اگر آئے مصیبت
حق شہؑ کی غلامی کا ادا کیجیو عبّاسؑ
خوں اُن کے پسینے پہ گرا دیجیو عبّاسؑ

اب خیر سے جائیں جو وطن شاہ کی خواہر | اور حال مرا آپ سے پوچھیں مری مادر
کہیے گا کہ خادم علم و مشک اُٹھا کر | قربان ہوا آپ کی بی بی کے پسر پہ
خوشنود کیا روحِ یداللہؑ و نبیؐ کو
اب دودھ بحل کیجیے عبّاسِؑ علیؑ کو

روئیں یہ سخن سُن کے بہت زینبؑ ناچار | تسلیم بجا لا کے چلے رن کو علمدار
زوجہ سے یہ آہستہ کہا اے مری غمخوار | ہم پھر کے نہ اب آئیں گے بچّوں سے خبردار
گھر بار تمہارا شہِ ذی جاہ کو سونپا
وہ بولیں سدھارو تمھیں اللہ کو سونپا

جاتے ہو مگر اک یہ گذارش نہ بھلانا | گر مشک اٹھائی ہے تو سبھر بھر کے بھی لانا
شمرِ ستم ایجاد کی باتوں میں نہ آنا | وہ دشمنِ ایماں ہے، شرارت میں یگانا
کاہے کو سنیں آپ سخن ایسے شقی کا
سنتی ہوں وہ قاتل ہے حسینؑ ابنِ علیؑ کا

مکار ہے وہ مکر کی تقریر کرے گا | بے دیں ہے نہ پاسِ شہِ دلگیر کرے گا
تم شاہ سے چھٹ جاؤ یہ تدبیر کرے گا | بیکس انھیں کر کے تہِ شمشیر کرے گا
گر تم نے کلام اس سے کیا فوج کی صف میں
حیدرؑ سے گلہ کرنے میں جاؤں گی نجف میں

ان باتوں سے مسرور ہوا شاہ کا یاور | شاباش کہا اور چلا گھر سے وہ صفدر
ڈیوڑھی پہ جو دیکھا شہِ بیکس کو کھلے سر | بس ڈر کے قدموں پہ گرا دلبرِ حیدرؑ
شہؑ نے کہا کیوں قدموں پہ سر دھرتے ہو بھائی
مر جائے گا مظلوم یہ کیا کرتے ہو بھائی

کی عرض کہ تقریر کا یارا نہیں مولا | گو آپ سے بڑھ کر کوئی پیارا نہیں مولا
بچے ہوں تلف یہ بھی گوارا نہیں مولا | نادان کی ہٹ سے کوئی چارا نہیں مولا
اب نہر پہ جاؤں یہ تقاضائے وفا ہے
خود مجھکو سکینہؑ نے یہ مشکیزہ دیا ہے

شہ بولے مرے راحتِ جاں ثانیِ حیدرؑ | طاقت مرے بازو میں تمھیں سے ہے برادر
پانی کے بہانے سے چلے جانبِ کوثر | جھک جائے گی بیکس کی کمر تم سے بچھڑ کر

مشکیزہ تو بھر لاؤ گے تم مجھ کو یقیں ہے
پانی مگر اس نہر کا قسمت میں نہیں ہے

قسمت سے مرا زور ہے کیا جاؤ سدھارو | جو خالقِ اکبر کی رضا، جاؤ سدھارو
بیکس کا بھی مالک ہے خدا جاؤ سدھارو | قدموں سے اٹھو، صبر کیا، جاؤ سدھارو

کیا تم کو خبر، دل کا جواب حال ہے عبّاسؑ
زہراؑ کی ندا آئی مرا لال ہے عبّاسؑ

وفا پسند!

دنیا وفا پسند ہے، دیں ہے وفا پسند | سجدہ وفا پسند، جبیں ہے وفا پسند
کوئی بھی ہو جہاں میں کہیں، ہے وفا پسند | دعوے کی حد میں کون نہیں ہے وفا پسند

وہ ایک ہی ہے جس سے ہے قائم وفا کا نام
عبّاسؑ اُس کا نام ہے، آگے خدا کا نام

مرثیہ ۱

شہادت حضرت عباسؑ علیہ السلام

مشک بھر کر سوئے خیمہ جو علمدار چلے
روکنے کے لیے رستہ ستم اطوار چلے
یہ بسرعت جو اُڑاتے ہوئے رہوار چلے
تیر برساتے ہوئے لاکھ ستمگار چلے

اب لڑیں یا علم و مشک سنبھالیں عباسؑ
باگ لیں گھوڑے کی یا تیر نکالیں عباسؑ

تیر دلدوز کلیجے کو ہلاتے ہی رہے
آپ شانِ اسد اللہ دکھاتے ہی رہے
رن ہلاتے ہی رہے حشر اٹھاتے ہی رہے
تیر خود کھائے مگر مشک بچاتے ہی رہے

کوئی پہلو پہ لیا کوئی جگر پر روکا
زد پہ مشک آئی تو پتلی کی سپر پر روکا

سپہ شام اڈتی تھی جو مانندِ بلا
دمبدم نادِ علیؑ پڑھتا تھا یہ جانِ وفا
دل سکینہؑ میں، نظر فوج پہ، ہونٹوں پہ دعا
خلد سے فاطمہ زہراؑ کی یہ آتی تھی صدا

میرے مظلوم کی خاطر جد و کد کرتے ہو
اماں صدقے مرے بیکس کی مدد کرتے ہو

لاکھ روباہوں نے روکا، پہ غضنفر نہ رکا | تیر برسے، پہ جگر گوشۂ حیدرؑ نہ رکا
مِل کے سب ٹوٹ پڑے، پھر بھی دلاور نہ رکا | کٹ گئے ہاتھ، مگر تشنہ کا برادر نہ رکا

پھٹ کے گیتی پہ نہ کیوں گنبدِ دوّار گرا
لو زمیں پر علمِ احمدؐ مختار گرا

ہائے لاکھوں وہ شقی اور وہ تنہا جرّار | اے دلافگار کے سقّے تری جرأت کے نثار
اس طرح مشک کو دانتوں میں دبایا اکبار | جس طرح شیرِ غضبناک کے منہ میں ہو شکار

وار پڑتے ہیں تو یہ سر کو جھکا لیتے ہیں
مشک کو سینۂ زخمی سے چھپا لیتے ہیں

دل میں کہتے ہیں کہ یا حیدرؑ صفدر آجاؤ | بچّی مرجائے گی مشکیزہ کو تیروں سے بچاؤ
کبھی فرماتے ہیں اے شامیو یہ قہر نہ ڈھاؤ | سر مرا کاٹ لو پر مشک کو ناوک نہ لگاؤ

قتل کے بعد بھی عباسؑ کو ایذا دینا
پر سکینہؑ کی امانت اُسے پہنچا دینا

تھے اسی طرح سوئے خیمۂ شبیرؑ رواں | یک بیک چشمِ مبارک میں گڑا اک پیکاں
تیر کھا کر ابھی سنبھلا بھی نہ تھا شیر ژیاں | ناگہاں مشک چھدی، سر پہ لگا گرزِ گراں

خون بہتا رہا جب تک، تو نہ زنہار گرے
بہ گیا آب، تو ریتی پہ علمدار گرے

منہ سے بے ساختہ نکلی یہ غم انگیز صدا | السّلام اے جگر و جانِ بتولِ عذرا
السّلام اے پسرِ بادشہِ عقدہ کشا | السّلام اے ثمرِ باغِ رسولِ دوسرا

چھوڑ کر سیّدِ والا کے قدم جاتے ہیں
اب سکینہؑ سے خبردار کہ ہم جاتے ہیں

یہ صدا سنتے ہی مولا نے جگر کو تھاما | ضعفِ پیری نے شہِ جن و بشر کو تھاما
غش جو آیا، علی اکبرؑ نے پدر کو تھاما | درد نے اُٹھ کے مسافر کی کمر کو تھاما

رو کے فرمایا اخی تم بھی مجھے چھوڑ چلے
ہائے پردیس میں بیکس کی کمر توڑ چلے

کہہ کے یہ اشک بہاتے ہوئے دریا کو چلے | راہ میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے دریا کو چلے
داغ پر داغ اٹھاتے ہوئے دریا کو چلے | کٹے ہاتھ بھی پاتے ہوئے دریا کو چلے

ساتھ میں اکبرِ ناشاد بھی غم کھاتے تھے
دم بدم ہائے چچا کہہ کے تڑپ جاتے تھے

نوحۂ وا اسفا پڑھتے ہوئے شاہِ اُمم | شہ پہنچے تو یہ دیکھا عجب منظرِ غم
بل نہ چہرے پہ، نہ ماتھے پہ ہیں آثارِ الم | اک طرف مشکِ سکینہ ہے تو اک سمت علم

شان پر دیکھنے والوں کو گماں ہوتا ہے
گھاٹ روکے ہوئے بے خوف سدا سوتا ہے

رو کے بولے مرے پیارے تری شوکت کے نثار | میرے جانبازاخی میں تری جرأت کے نثار
میری نادان کے سقے تری ہمت کے نثار | اے مرے چاہنے والے تری چاہت کے نثار

راحت جانِ رسولِ الثقلین آیا ہے
اٹھو بھائی تمھیں لینے کو حسینؑ آیا ہے

اے مرے قوتِ بازو، مرے بابا کے نشاں | ابھی زندہ ہو کہ جنت میں گئے بھائی جاں
سُن کے یہ ہوش جو آیا تو کہا میں قرباں | عبدِ ناچیز کی تسلیم، امامِ دو جہاں

نہر پر آنے کی تکلیف جو فرمائی ہے
آپ کے ساتھ سکینہؑ تو نہیں آئی ہے

بولے شبیرؑ وہ ڈیوڑھی پہ کھڑی روتی ہے | آپ کی یاد میں بنیا ہے جاں کھوتی ہے
دم بدم پیاس کی ایذا جو سوا ہوتی ہے | نہر کو تکتی ہے اور اشکوں سے منہ دھوتی ہے

بولے عباسؑ کہ خادم پہ ترس کھایئے گا
اب مری لاش کو خیمے میں نہ لے جایئے گا

شہ نے آنسو جو بہائے یہ وصیت سنکر | شدتِ غم سے جگر تھام کے روئے اکبرؑ
بولے شبیرؑ کہ اے نورِ نگاہِ حیدرؑ | خاتمہ یہ وفا کا ہے مرے رشکِ قمر

کہہ کے یہ لاش برادر کے قریں بیٹھ گئے
گود میں بھائی کا سر رکھ کے وہیں بیٹھ گئے

تیر پتلی سے جُدا کر کے بصد آہ و بُکا | خون چہرے کا محمدؐ کی قبا سے پونچھا
ناگہاں شبیرؑ کی آنکھوں پہ نظر کی تو کُھلا | کوئی صدمہ ہے کہ روتے ہیں کہا بھائی یہ کیا

کیا یتیموں کے لیے محوِ قلق ہوتے ہو
بھائی عبّاسؑ کہو تو سہی کیوں روتے ہو

عرض کی اور ہی کچھ فکر ہے اے ابرِ کرم | اپنے بچّوں کا نہ کچھ دھیان نہ صدمہ نہ الم
بس اگر ہے تو غمِ سیّدِ مظلوم کا غم | وقتِ آخر کا مجھے دھیان ہے اے شاہِ اُمم

مرتے دم بھی تو وہ صدمہ مجھے تڑپاتا ہے
کس طرح عرض کروں منہ کو جگر آتا ہے

وہ بزرگوں کا دمِ نزع وہ دنیا سے سفر | وہ نبیؐ اور وہ آغوشِ یداللہ وہ سر
وہ سرِ شبیرِ خداؑ اور سرھانے شبّرؑ | وہ تہِ فرقِ حسنؑ زانوے شاہِ بے پر

حیف یاں تو کوئی بھائی نہ بھتیجا ہو گا
ہائے پھر کیا سرِ سرور کا نتیجا ہو گا

شاہِ بیکس نے کہا آہ نہ پوچھو بھیّا | یہ الم یہ غمِ جانکاہ نہ پوچھو بھیّا
کوئی مونس نہ ہوا خواہ، نہ پوچھو بھیّا | میرے انجام کو للّٰہ نہ پوچھو بھیّا

لب پہ اُمّت کی دُعا، حلق پہ خنجر ہو گا
گود میں فاطمہؑ زہرا کی مرا سر ہو گا

یہ سخن سنتے ہی حیدرؑ کا اسد تھرّایا | غمِ شبیرؑ کے نیزے نے جگر برمایا
منکا ڈھلنے لگا ماتھے پہ پسینہ آیا | سانس نے ٹوٹ کے مظلوم پہ محشر ڈھایا

شہ نے دیکھا تو نہ پھر تن میں حرارت پائی
غُل ہوا نہر پہ سقّے نے شہادت پائی

گِر کے لاشے پہ کہا شہؑ نے بصد آہ و فغاں | ہم سے مُنہ موڑ گئے اے شہ مرداں کے نشاں
عصر کا وقت بھی نزدیک ہے اے راحتِ جاں | اک ذرا اور ٹھہر جاؤ اخی میں قرباں

میری معصوم حزینہ سے تو ملتے جاؤ
بھائی عبّاسؑ سکینہ سے تو ملتے جاؤ

شبّرؑ کا ماہ رُو

شبّرؑ کا ماہ رُو تھا جلالت میں لاجواب | ابرو تھے ذوالفقار تو چہرہ تھا آفتاب
بھیگی ہوئی مَسیں خبر آمدِ شباب | تیرہ برس کے سن میں تھے جیسے ابوترابؑ

بہرِ جہاد صورتِ حیدرؑ تنے ہوئے
جنّت کے اشتیاق میں دولھا بنے ہوئے

مرثیہ ۱۱

شہادت جناب عباسؑ

عبّاسؑ نے سب شامیوں پر فتح جو پائی | نوفل نے کمیں گاہ سے تلوار لگائی
زہراؑ کی ندا آئی کہ خالق کی دُہائی | امّاں ترے واری مرے بچّے کے فدائی

اِس فوجِ ستم نے مرے جہرو پہ جفا کی
ہے ہے مرے بچّے ترے بازو پہ جفا کی

اللہ رے وہ ولولہ وہمّتِ عالی | اک ہاتھ سے تیغ وعلم ومشک سنبھالی
ٹھوکر سے بھی تا دیر بلا فوج کی ٹالی | جو دوسرے شانے پہ چلی تیغِ ہلالی

اب جانبِ گردوں نگہِ یاس اٹھاؤ
یارو علمِ حضرتِ عبّاسؑ اٹھاؤ

یاں ایک یہ بے دست اُدھر سارا زمانا | وہ نیزہ و شمشیر و تبر جسم پہ کھانا
ہر طرح سے بچّی کی امانت کو بچانا | کس شوق سے خیمے کی طرف رخش بڑھانا

بے دست ہے اور صفدر و غازی نہیں رُکتا
لاکھوں سے بھی اک شیرِ حجازی نہیں رُکتا

لو ناریوں نے مشک پہ بھی تیر لگایا | پانی جو بہا دلبرِ حیدرؑ کو غش آیا
گھوڑے سے گرے جب تو شۂ دیں کو بلایا | شبیرؑ یہ چلّائے کہ فریاد خدایا

اعدا نے مرے عاشقِ دلگیر کو مارا
عبّاسؑ کو مارا نہیں شبیرؑ کو مارا

محبوبِؐ خدا بہرِ عزا نہر پہ آئے | حیدرؑ پئے تعزیت و دعا نہر پہ آئے
زہراؑ و حسنؑ بہرِ بکا نہر پہ آئے | گر پڑ کے شہید الشہدا نہر پہ آئے

دریا کے قریں شیر کو سوتے ہوئے دیکھا
لاشے پہ یداللہؑ کو روتے ہوئے دیکھا

مظلوم نے خاکِ رخِ مجروح چھڑائی | اک نہرِ رواں دیدۂ پُرنم سے بہائی
آغوش میں سر لے کے یہ فرمایا کہ بھائی | ہیہات کہ اک اپنی تمنّا نہ بر آئی

اس وقت جو آپ اس کو نہ بر لائیں گے بھائی
ہم دل ہی میں ارمان لیے جائیں گے بھائی

کی عرض کہ فرمائیے، زہراؑ کے دلارے | فرمایا کہ اے حیدرِؑ کرّار کے پیارے
اِس بات کی حسرت ہی رہی دل میں ہمارے | پر تم ہمیں بھیّا کبھی کہہ کر نہ پکارے

گر دل پہ قلق بھی ہو تو سہ لو مرے بھیّا
اس وقت تو بھائی مجھے کہہ لو مرے بھیّا

کی عرض یہ کیا حکم ہوا اے شہِ ذی جاہ　　لو آج غلامی سے بھی محروم کیا آہ
حضرت شہِ کونین ہیں بندہ در گاہ　　مولا تو ہیں سرتاج سلیماں، ہیں ہوا خواہ
کس طرح سے ہم شانِ شہِ جن و بشر ہوں
بی بی کے جگر آپ ہیں لونڈی کا پسر ہوں

ادنیٰ سا یہ کام بھی مجھ سے نہ بن آیا　　اس پیاس میں شہؑ کے لیے پانی بھی نہ لایا
پر حکم سے ناچار ہوں عاجز ہوں خدایا　　یہ کہہ کے اٹھے سر قدمِ شہ پہ جھکایا
گو حکم بجالائے یہ صدمے سے قضا کی
ہَے ہَے مرے بھیّا کہا اور جان فدا کی

شہؑ نے کہا بیکس سے نہ منہ موڑیے بھیّا　　جنگل میں اکیلا نہ مجھے چھوڑیے بھیّا
رخصت کے لیے دستِ ادب جوڑیے بھیّا　　پردیس میں میری نہ کمر توڑیے بھیّا
مر جاؤں گا میں، اے مرے شیدائی نہ روٹھو
اب بھائی نہ کہلاؤں گا اے بھائی نہ روٹھو

قطعہ

فاطمہؑ کا مہ لقا بزمِ شہادت کا چراغ　　ہو گیا رخصت جلا کر نورِ وحدت کا چراغ
رہ گئی تنہا اندھیرے بن میں جب لاشِ حسینؑ　　خود بخود گُل ہو گیا زہراؑ کی تربت کا چراغ

مرثیہ ۱۲

رخصت حضرت علی اکبر علیہ السّلام

نبیؐ کے لال سے آرامِ جاں بچھڑتا ہے | چمن اُجڑتا ہے سرورِ رواں بچھڑتا ہے
دلیر و صفدر و شیر ژیاں بچھڑتا ہے | ضعیف باپ سے کڑیل جواں بچھڑتا ہے

یہ داغ وہ ہے کہ پیغمبروں پہ جبر ہوا
یہ وہ الم ہے کہ یعقوبؑ سے نہ صبر ہوا

خلیلِؑ پاک تھے گو صبر و شکر میں یکتا | پسر کے ذبح کا لیکن انھیں جو حکم ملا
ہوئی محبّتِ فطری سے اس قدر ایذا | خدا کے حکم کو حضرتؑ نے تین دن ٹالا

اگرچہ آپ کمر سے چھری نکالی تھی
مگر خلیلؑ نے منہ پر نقاب ڈالی تھی

بتاؤ اہلِ عزا کیا کرے وہ فخرِ خلیلؑ | نظر کے سامنے بسمل ہو جس کا اسماعیلؑ
سناں کلیجے پہ کھائے پسر حسین و جمیل | غریب باپ سے پانی کی ہو سکے نہ سبیل

بلند چشم شکایت سوئے فلک نہ کرے
جگر کو تھام کے رہ جائے آہ تک نہ کرے

پسر کے داغ کی دنیا میں کچھ دوا ہی نہیں | اس امتحاں میں کسی کا قدم جما ہی نہیں
مگر حسینؑ سا صابر کوئی ہوا ہی نہیں | سکون و صبر و تحمل کی انتہا ہی نہیں

خوشی سے دل پہ یہ جبر اختیار کرتے ہیں
جوان بیٹے کو حق پر نثار کرتے ہیں

پسر کی عرض ہے نصرت کا اذن دو بابا | کہ حد سے فتنہ و شر بڑھ چلا ہے باطل کا
امام کہتے ہیں اچھا سدھارو لے بیٹا | جو ماں پھوپی کی رضا ہو تو ہم کو عذر ہے کیا

نہ دھوپ چھاؤں میں گھر سے کبھی نکالا ہے
تمھیں تو جوگ لگا کر انھوں نے پالا ہے

یہ سن کے اکبرِ ناشادماں کے پاس آئے | ملول و مضطر و بیتاب و بے حواس آئے
وہ رو کے بولیں میں قرباں کیوں اداس آئے | کہا کہ اپنے مقدر سے محوِ یاس آئے

غضب ہے غیروں نے بھی شہ پہ سر نثار کیا
ہمیں ہمارے ادب نے ذلیل و خوار کیا

یہ کہہ کے روئے تو سب گھر کو اضطرار ہوا | کہ تیرِ آہ ہر اک کے جگر کے پار ہوا
ہر اک بہن کا بھی دل غم سے بیقرار ہوا | چچی بھی روئیں پھوپی کو بھی انتشار ہوا

گلے لگا کے جو بانو دعائیں دینے لگیں
جبیں کو چوم کے زینبؑ بلائیں لینے لگیں

کہا کہ اے مرے ماہِ کماں خیر تو ہے | میں صدقے اے مرے یوسف جمال خیر تو ہے
یہ شانِ غیظ یہ قہر و جلال خیر تو ہے | زباں سے کچھ تو کہو میرے لال خیر تو ہے

کہا، پھوپھی شہِ دلگیر مرنے جاتے ہیں
قیامت آتی ہے شبیرؑ مرنے جاتے ہیں

وہ رو کے بولیں شہِ مشرقین کو روکو | نبیؐ و فاطمہؑ کے نورِ عین کو روکو
میں واری دِلبرِ شاہِ حنین کو روکو | کسی طرح مرے بھیّا حسینؑ کو روکو

کہا، ابھی شہِ دلگیر کو بچاتے ہیں
جو دودھ بخش دیں امّاں تو رَن کو جاتے ہیں

پکاریں بانوے سرور تم اپنا دل نہ دُکھاؤ | علیؑ کے نام پہ میں دودھ بخشتی ہوں جاؤ
مجھے اُجاڑ دو فرزندِ فاطمہؑ کو بچاؤ | پھوپی پکاریں گلے تو لگا لوں اکبرؑ آؤ

جہاں میں لوگ تو بیٹوں کا بیاہ کرتے ہیں
ہم اپنے ہاتھوں سے گھر کو تباہ کرتے ہیں

ملا جو اِذن، مریضِ بلا کے پاس آئے | وہ حال دیکھا کہ فرطِ الم سے تھرّائے
خدا کسی کو یہ رنج و تعب نہ دکھلائے | قریب بیٹھ کے شانہ ہِلا کے چلّائے

گلے سے ملیے کہ یہ تشنہ کام جاتا ہے
سلام لیجیے بھیّا غلام جاتا ہے

یہ سُن کے دلبرِ شاہِ انام چونک پڑے | جناب عابدؑ ناشاد کام چونک پڑے
حسینؑ امام کے قائمِ مقام چونک پڑے | رسولؐ کی جو صدا تھی امام چونک پڑے

کہا کہ ہم سے بچھڑ کر کہاں کا قصد کیا
بہن کی یاد میں شاید مکاں کا قصد کیا

اک آہ بھر کے جری نے کہا کہ ہائے اخی | مکاں کا قصد ہے اب اور نہ یاد صغراؑ کی
نبیؐ کی آل کو گھیرے ہوئے ہے فوجِ شقی | امامِ پاک کی نصرت کا عزم ہے بھائی

بہت سپاہِ ستمگر نے سر اُٹھایا ہے
غلام رن کی رضا مانگنے کو آیا ہے

وہ بولے پہلے نہ زین العبا سے رخصت لو | ابھی تو بانوے شاہِ ہدا سے رخصت لو
پھوپی سے اِذن، شہِ کربلا سے رخصت لو | حسنؑ کے لال سے مِل لو چچا سے رخصت لو

وہ رو کے بولے کہ بھیّا چچا شہید ہوئے
تمام دوست، ہمارے سوا شہید ہوئے

یہ سُن کے بیٹھ گئے اُٹھ کے عابدِ دلگیر | نہ تابِ ضبطِ فغاں تھی نہ طاقتِ تقریر
شبیہ ختمِ رسلؐ یوں ملے بحالِ تغیر | کہ جیسے لاشۂ شبّرؑ سے حضرتِ شبیرؑ

وہ کہہ رہے تھے کہ اکبرؑ نہ ہم پہ جبر کرو
یہ عرض کرتے تھے، بھیّا نہ روؤ صبر کرو

وہ کہہ رہے تھے کہ خیر آپ بھی ہمیں تڑپائیں | دمِ اخیر وصیت تو کوئی کرتے جائیں
یہ عرض کرتے تھے غش آئیگا نہ اشک بہائیں | بس ایک اپنی تمنّا ہے گر کرم فرمائیں

ستم کی قید میں تڑپیں کہ اشکبار رہیں
ہماری امّاں کے پردے سے ہوشیار رہیں

نام باقی ہے

ہوئے تھے زیبِ مُصلّیٰ جو شاہِ ارض و سما | جبھی تھی نقشِ قدم پر نگاہِ ارض و سما
وہ ذات کیوں نہ ہو پشت و پناہِ ارض و سما | کہ جس کی خاک بھی ہے سجدہ گاہِ ارض و سما

زمینِ قبر سے سُبحے جو صبح و شام بنے
امامِ پاک کی تربت سے بھی امام بنے

امام ایسا نہ دیکھا نہ مقتدی ایسے | موالیوں میں ہیں جن کے ملک، ولی ایسے
وفا کا جن پہ ہوا خاتمہ، جری ایسے | خدا کی راہ میں سر دیدیے سخی ایسے

اُنھیں سے دینِ خدا تا قیام باقی ہے
اُنھیں کے دم سے محمّد کا نام باقی ہے

مرثیہ ۱۳

شہادت حضرت علی اکبر علیہ السّلام

جب دلبرِ زہراؑ کی شہادت کا دن آیا | پردیس میں مہماں کو لعینوں نے ستایا
انصار سے، بھائی سے، بھتیجے سے چھڑایا | مظلوم نے صبرِ اسد اللہ دکھایا
سقّے کو ترائی میں سسکتے ہوئے دیکھا
ماتم میں سکینہؑ کو بلکتے ہوئے دیکھا

اِس داغ سے مظلوم کو ہوش آنے نہ پایا | جو لے کے رضا دل علی اکبرؑ نے ہلایا
بیٹے کی محبّت نے یہ صابر کو سنایا | فطرت سے جہاں جنگ ہے وہ مرحلہ آیا
رُخ کر کے سوئے نہر کمر باپ نے تھامی
یہ صبر دکھایا کہ رکاب آپ نے تھامی

اکبرؑ بھی چلے رن کو، دلِ شاہِ ہدا بھی | شبیر بھی دیکھا کیے، وہ ماہ لقا بھی
میدان میں نعرے بھی کیے اور وغا بھی | ہر زخم پہ کی بخششِ امت کی دعا بھی
ناگاہ اُٹھا شور یہ افلاک کے اوپر
لو گر گئی تصویرِ نبیؐ خاک کے اوپر

سینے پہ سناں کھا کے گرا بانو کا پیارا | خیمے کی طرف دیکھ کے بابا کو پکارا
یا شاہِ ہُدا آخری مجرا ہو ہمارا | اب عازمِ فردوس ہے مشتاق نظارا

نیزے کا تو پھل رشتۂ جاں کاٹ چکا ہے
لیکن پئے دیدار دم آنکھوں میں رکا ہے

اے سیّدِ ابرار خدا حافظ و ناصر | رخصت ہے یہ ناچار خدا حافظ و ناصر
کُنبے کے عزادار خدا حافظ و ناصر | ڈیوڑھی سے خبردار خدا حافظ و ناصر

ڈر ہے نہ مرے غم میں تڑپ کر نکل آئیں
امّاں نہ کہیں خیمے سے باہر نکل آئیں

یہ سُن کے نہ سرورؑ کو رہا ضبط کا یارا | پر صبر کی سیرت نے دیا دل کو سہارا
فطرت کے تقاضوں نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا | رو فاطمہؑ کے لال چھٹا آنکھوں کا تارا

کیا سبطِ غمِ اولاد میں رویا نہیں کرتے
دل نے کہا، صابر کبھی شکوہ نہیں کرتے

آہوں نے کیا عزم کہ دنیا کو جلاؤ | مظلوم کی ہمت نے کہا لب نہ ہلاؤ
مچلے جو بہت اشک کہ طوفاں اٹھاؤ | شہؑ بولے مرے صبر پہ دھبّا نہ لگاؤ

ہمشکل نبیؐ کیا مجھے اُمت سے سوا ہیں
لاکھ ایسے ہوں بیٹے تو رہِ حق میں فدا ہیں

یہ کہہ کے جو مقتل کو چلا دین کا ہادی | آنکھوں نے بھی مظلوم کو رستے میں دغا دی
سوزِ غمِ فطری نے بصارت جو مٹا دی | صابر نے کمر تھام کے بھائی کو ندا دی

زائل مری بینائی بھی اب کر گئے اکبرؑ
عبّاسؑ، سُنا تم نے بھی کچھ، مَر گئے اکبرؑ

جاتے تھے کبھی داہنی جانب شہِ صفدر | گھبرا کے کبھی بائیں طرف مڑتے تھے سرورؑ
تھرّا کے سنبھلتے تھے کبھی کھاتے تھے ٹھوکر | گرتے تھے کبھی راہ میں دامن سے اُلجھ کر

رُخ زرد تھا اور گیسوؤں میں خاک بھری تھی
عمّامہ لٹکتا تھا، قبا ڈھلکی ہوئی تھی

مقتل میں ہر اک لاش پہ جھک جاتے تھے سرورؑ | بُو سونگھ کے کہتے تھے، یہ میرا نہیں دلبر
ناگاہ ملے خاک پہ غش میں علی اکبرؑ | دل تھام کے شہ بولے یہ شانے کو ہلا کر

دلبندِ رسولُ الثقلینؐ آیا ہے بیٹا
تعظیم کو اٹھّو کہ حسینؑ آیا ہے بیٹا

بابا کی صدا اس کے ذرا ہوش جو آیا | تسلیم کو خود اُٹھ نہ سکے ہاتھ اُٹھایا
یارائے سخن دردِ جگر سے جو نہ پایا | حسرت کی نگاہوں سے یہ ارمان سُنایا

ہنگامِ وصیت ہے اجل سر پہ کھڑی ہے
بولا نہیں جاتا کہ سناں دل میں گڑی ہے

شہ بولے، اشارے کو میں سمجھا مرے دلدار | نیزہ ترے سینے سے نکالے گا یہ ناچار
کیا کام لیا باپ سے آج اے مرے جرّار | منہ پھیر کے پھر خاک پہ بیٹھے شہِ ابرار

اک آہ جو فرزندِ جواں کھینچ کے تڑپا
صابر بھی کلیجے سے سناں کھینچ کے تڑپا

نیزے کے نکلتے ہی کچھ آئی جو بحالی | آہستہ یہ کی عرض کہ اے خلق کے والی
اماں کو یہ پیغام سنا دیں شہِ عالی | اُمت کے لیے ہم نے سناں سینے پہ کھائی

ہاں اب تو نہ میلا مرا دل کیجیے اماں
جو دودھ کا حق ہے وہ بحل کیجیے اماں

یہ کہتے ہی زردی رخِ پُرنور پہ چھائی | ناگاہ درِ خیمہ سے آواز یہ آئی
میں لٹ گئی اے میرے جواں مرگ ہائے | اٹھارہ برس کی مرے بیرن کی کمائی

اک بار کلیجے سے لگا لوں تو سدھارو
تھم جاؤ مرے لال، میں آلوں تو سدھارو

یہ کون مروّت ہے رلاتے ہوئے جانا | اے غنچہ دہن، بیاہ رچاتے ہوئے جانا
بھیّا سے مرا نیگ دلاتے ہوئے جانا | سہرا کسی دکھیا کو دکھاتے ہوئے جانا

میں واری مدینے سے خبر آئی ہے بیٹا
شادی تری ہمشیر نے ٹھہرائی ہے بیٹا

اے جانِ حسینؑ آپ کو کیا کہہ کے میں روؤں | نازوں کا، مرادوں کا پلا کہہ کے میں روؤں
یا دوسرے محبوبِ خدا کہہ کے میں روؤں | دولہا نہ بنے تھے جو بنا کہہ کے میں روؤں

آئی یہ صدا جب تو سفر کر گئے اکبرؑ
اُس بی بی کے نالے جو سُنے مر گئے اکبرؑ

میّت سے اُٹھے شاہِ ہُدا سر کو جھکائے | سمجھا کے بہن کو حرمِ پاک میں لائے
پھر لاش اُٹھانے کے لیے دشت میں آئے | دشمن کو بھی اللہ یہ منظر نہ دکھائے

دلبند کلیجے پہ سناں کھائے پڑا تھا
بالیں پہ جگر تھامے ہوئے باپ کھڑا تھا

ریتی پہ وہ میّت تھی کہ احمدؐ کی نشانی | کہتے تھے لبِ خشک کہ پایا نہیں پانی
ماتم کوئی کرتا تھا نہ واں مرثیہ خوانی | ارمان بھرے لاشے پہ روتی تھی جوانی

دیکھے یہ سماں کوئی تو کس طرح کل آئے
شبیرؑ کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے

طوفان تو اُمڈا تھا پہ مظلوم نے ٹالا | اُمّت کے تصوّر میں دلِ زار سنبھالا
پھر لاش اُٹھانے کو جھکے سیّدِ والا | یاد آ گیا وہ بھائی جو تھا گود کا پالا

دریا کی طرف مُڑ کے کہا، ہائے برادر
اکبرؑ کے بھی پُرسے کو نہ تم آئے برادر

اے میرے وفادار کہاں سے تمھیں لاؤں | جب تم ہی نہ آؤ تو کسے اور بلاؤں
یہ منظرِ جانکاہ اخی کس کو دکھاؤں | تم نہر پہ سوتے رہو میں لاش اٹھاؤں

یہ عالمِ پیری یہ جگر بند کا لاشہ
تھاموں میں کمر اپنی کہ فرزند کا لاشہ

مظلوم کا شکوہ

مظلوم کا شکوہ عجیب و غریب ہے | عزمِ نبیؐ ، جلالتِ حیدرؑ نصیب ہے
گر اقربا نہیں ہیں تو فتح قریب ہے | شمشیر مثلِ ابنِ مظاہر حبیب ہے

تنہا ہیں پر حسام در پیکر مدد کو ہے
اکبرؑ نہیں تو خالقِ اکبر مدد کو ہے

وہ جاہ وہ حشم وہ شہِ کربلا کی شان | حُسن و جمال میں شہِ خیر الورا کی شان
رعب و جلال میں اسدِ کبریا کی شان | قرآں کا حُسن، نور کی صورت، خدا کی شان

تا حشر ان سے شمس و قمر فیضیاب ہیں
رُخ اک طرف کہ پُشت پہ تو آفتاب ہیں

مرثیہ ۱۴

شہادت جناب علی اکبرؑ

رَن میں جب شاہؑ کے دلدار نے برچھی کھائی | گھر کے نو لاکھ میں جرّار نے برچھی کھائی
بھوک اور پیاس میں ناچار نے برچھی کھائی | ثانیِ احمدِؐ مختار نے برچھی کھائی

غُل اُٹھا خاتمۂ فوجِ شرِ پاک ہوا
ماں کا دِل چھِد گیا بابا کا جگر چاک ہوا

برچھی کھاتے ہی کچھ اس طرح سے اکبرؑ تڑپے | زیں پہ سنبھلا نہ گیا خاک پہ گر کر تڑپے
باپ کے قلب و جگر گو کہ برابر تڑپے | پھر بھی صابر تھے کچھ ایسے کہ نہ سرورؑ تڑپے

دل سنبھالے ہوئے رَن کو شہِ دلگیر چلے
ننگے سر برہنہ پا حضرتِ شبیرؑ چلے

دل یہ کہتا تھا مبارک مرے جانی اکبرؑ | آج مقبول ہوئی نذرِ جوانی اکبرؑ
لب یہ کہتے تھے کہ نانا کی نشانی اکبرؑ | ابھی ٹھہرے رہو اے احمدِؐ ثانی اکبرؑ

یہ تمنّا نہیں پائیں دمِ رخصت کر لوں
اور اک بار پیمبرؐ کی زیارت کر لوں

اے مرے گھر کے اُجالے تجھے ڈھونڈوں میں کہاں | نہ تو آنکھوں میں بصارت نہ مرے تن میں تواں
دشتِ غربت میں کمر توڑ گئے بھائی جاں | رن سے قاسمؑ کو ذرا بھیج دو بابا قرباں
ٹھوکریں راہ میں کھاتا ہوں سنبھالو بیٹا
نہر پہ سوتے ہیں، عمّو کو بُلا لو بیٹا

ہائے وہ مرگِ جواں اور وہ مظلوم پدر | آہ بیتاب تھی آنسو بھی تھے بے چین، مگر
اشک پی جاتے تھے یہ کہہ کے شہِ تشنہ جگر | حق پہ قربان ہیں لاکھوں محسن جو اکبرؑ سے پسر
ناگہاں ضعف سے تھرّا کے سرِ خاک گرے
کھا کے ٹھوکر کسی زخمی پہ شہِ پاک گرے

تنِ بسمل سے لپٹ کر یہ پکارے مولا | تو مرا لال ہے یا اور کسی کا بیٹا
چونک کر غش سے کہا اُس نے کہ اے مردِ خدا | اپنے فرزند کا کچھ نام بتایا نہ پتا
بولے شبیرؑ کہ ہم صورتِ پیغمبرؐ ہے
نام ناشاد ہے، بیکس ہے، علی اکبرؑ ہے

یہ سخن سنتے ہی بسمل نے تڑپ کر یہ کہا | السّلام اے جگر و جانِ علیؑ و زہراؑ
بولے شہؑ کون، مرے لال. کہاں بابا | باپ نے پوچھا کہاں زخم لگا ہے بیٹا
بولا فرزند، کلیجے پہ سناں کھائی ہے
الفراق اے شہِ دیں ہونٹوں پہ جان آئی ہے

دل میں رہ رہ کے کھٹکتی ہے اَنی باباجاں | یہ نکل جائے تو ہو نزع کی مشکل آساں
پسرِ فاطمہؑ نے سُن کے یہ پُر درد بیاں | کھینچ لی پھیر کے مُنہ سینۂ دلبر سے سناں

بولے اکبرؑ کہ مرے صابر و شاکر بابا
وقتِ رحلت ہے خدا حافظ و ناصر بابا

کہتے کہتے یہ سخن بیٹے کا منکا جو ڈھلا | بولے شبیرؑ وصیت تو کرو کچھ بیٹا
عرض کی ہوش میں آئیں جو اَخی زینِ عباؑ | ان کو فدوی کا یہ پیغام سُنا دے فِضّا

غم رہے آپ کو یہ حال پریشان رہے
پر مری امّاں کے پردے کا ذرا دھیان رہے

یہ سخن کہہ کے رُخِ پاک پہ زردی چھائی | گود میں باپ کی بیٹے نے شہادت پائی
ناگہاں خیمے کی جانب سے یہ آواز آئی | کس طرف ہیں مجھے اکبرؑ سے ملاؤ بھائی

وقتِ آخر تو جواں لال کو رخصت کرلوں
مجھ کو سہرا نہ دکھایا یہ شکایت کرلوں

میرے ماں جائے کی پیری کا سہارا ہے کہاں | اے زمیں بول مراراج دُلارا ہے کہاں
اے فلک کچھ ہے خبر آنکھوں کا تارا ہے کہاں | تو ہی اے نہر بتا، پیاس کا مارا ہے کہاں

غم سے تڑپا یہ صدا سُن کے جری کا لاشہ
رہ گیا کانپ کے ہمشکلِ نبیؐ کا لاشہ

مرثیہ ۱۵

شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

جب فاطمہؑ کے سب گلِ تر خوں میں بھر گئے | مقتل کی راہ سے سفرِ خُلد کر گئے
بیکس کے سارے چاہنے والے گذر گئے | عبّاسؑ مر گئے، علی اکبرؑ بھی مر گئے

فردوس کو رواں ہوئے منہ موڑ موڑ کے
سب چل بسے حسینؑ کو غربت میں چھوڑ کے

صابر نے سب جفائیں سہیں بد دعا نہ کی | گھر لُٹ گیا پہ منہ سے شکایت ذرا نہ کی
اوروں کو روئے اپنے پسر کی عزا نہ کی | بیٹا جوان مر گیا، آہ و بکا نہ کی

اِتنا کہا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے
اے لال اب حسینؑ کے جینے پہ خاک ہے

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین | بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِ مشرقین
ناگاہ اک کنیز پکاری بشور و شین | دم توڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ

لِلّٰہ جلد خیمے میں تشریف لائیے
بانو کا لال روٹھ گیا ہے منائیے

بسمل ہوئے یہ سنتے ہی مظلومِ کربلا | اٹھے کمر پکڑ کے بصد نالہ و بکا
آئے جو خیمہ گاہ میں ، دیکھا یہ ماجرا | منکا ڈھلا ہے سردہیں بچے کے دست و پا

جھولے میں جاں بلب جو ہیں اصغرؑ پڑے ہوئے
روتے ہیں اہلبیتِ پیمبرؐ کھڑے ہوئے

گو دل کو الفتِ پدری نے ہلا دیا | پر جھک کے کان میں کوئی مژدہ سنا دیا
بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا دیا | ہاتھوں کو شہ کی سمت ہمک کر بڑھا دیا

پھر ضعف تھا نہ پیاس سے حالت تباہ تھی
قلقاریاں تھیں اور سوئے مقتل نگاہ تھی

مرجھا کے کھل گیا وہ گلِ تر جو ایک بار | زینبؑ نے کی یہ عرض کہ اے شاہِ نامدار
کیا کہہ دیا کہ پیاس بھی بھولا یہ شیرخوار | بولے ، کہا تھا ہم نے کہ اٹھو پدر نثار

اکبرؑ شہید ہو گئے اُمت کے واسطے
اب تم بھی جان دے دو شفاعت کے واسطے

اُمت کا پاس ہے جو مرے پاس آئے ہیں | ماں سے بھی شوقِ مرگ میں آنکھیں پھرائے ہیں
بانوؑ پکاریں کیوں نہ ہو زہراؑ کے جائے ہیں | اخلاقِ مصطفےؐ مرے بچے نے پائے ہیں

دل پر خوشی سے داغ ہیں اِن کا اُٹھاؤں گی
سب بینیں جنازے پہ رو کر بڑھاؤں گی

لو آؤ بی بیو! انھیں دولھا بناؤں میں | زلفیں سنواروں، آنکھوں میں کاجل لگاؤں میں
سب ہنسلیاں بھی طوق بھی ان کو پنھاؤں میں | اکبرؑ کو تو بُلاؤ کہ سہرا منگاؤں میں

اِس لفظ نے کلیجے میں نشتر چبھو دیے
زینبؑ تڑپ کے رہ گئیں شبیرؑ رو دیے

بچے کو ماں نے اُجلا سا کُرتہ پنھا دیا | ننھا عمامہ باندھ کے دولھا بنا دیا
مٹی کا عطر گُل کے شلوکے بسا دیا | باچھوں کا دودھ اپنی رِدا سے چھڑا دیا

اشکوں کے دُر نثار کیے رول رول کے
صدقے کی طرح گرد پھری بال کھول کے

دولھا بنا جو بانوئے سرورؑ کا بے زباں | زینبؑ بلائیں لینے لگیں ہو کے نیم جاں
منہ چوم کر جو سب نے دعا دی بصد فغاں | اصغرؑ کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاری ماں

لو بی بیو اب اپنے کلیجوں کو تھام لو
رخصت طلب ہیں اصغرِؑ ناداں سلام لو

غُل پڑ گیا کہ اصغرؑ دلگیر الوداع | اے نورِ عینِ حضرت شبیرؑ الوداع
ماں الفراق کہتی تھی، ہمشیر الوداع | قسمت پکاری اے ہدفِ تیر الوداع

آلِ نبیؐ کو ہجر کے صدمے بڑے ہوئے
بچے بھی شور سُن کے قریب آ کھڑے ہوئے

اصغرؑ کو لے کے گھر سے شہ بحر و بر چلے | در تک تمام اہلِ حرم نوحہ گر چلے
بانوؑ پکاریں اے مرے لختِ جگر چلے | بچّوں کا شور تھا علیؑ اصغر کدھر چلے

~~کیا قہر ہے غلاموں سے منہ موڑے جاتے ہو~~
اے شاہِ دیں کے لال ہمیں چھوڑے جاتے ہو

عبّاسؑ کے پسر نے پکارا دہائی ہے | مرنے چلا حسینؑ کا پیارا دہائی ہے
جاتا ہے شہؑ کا راج دُلارا دہائی ہے | آقا بچھڑ رہا ہے ہمارا دہائی ہے

کہتا ہے دل کہ ساتھ چلو تیر کھائیو
بابا یہ کہہ گئے تھے کہ جھولا جھلائیو

ماں بولی ایسی فال نہیں لب پہ لاتے ہیں | واری نہ یوں کہو مجھے وسواس آتے ہیں
آقا تمہارے پیاس بجھانے کو جاتے ہیں | بچّوں پہ تو جہاں میں سبھی رحم کھاتے ہیں

کیونکر کہوں کہ ان پہ شقی ہاتھ اٹھائیں گے
معصوم جان کر بھی نہ پانی پلائیں گے

اصغرؑ کو لے کے دشت میں آئے شہِ ہدا | بچّے کا منہ دِکھا کے یہ فوجوں کو دی ندا
یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا | دو دن سے اس غریب کو پانی نہیں ملا

بچّہ نڈھال ہے اسے تھوڑا سا آب دو
صورت سوال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

پھر منہ کو چوم کر علی اصغرؑ کو دی ندا | تم بھی تو کچھ اشاروں سے کہہ دو پدر فدا
سمجھیں تو یہ کہ ہو پسرِ حجّتِ خدا | بچّے نے کی یہ سُن کے نظر سُوئے اشقیا
مُنہ سے نہ کچھ کہا، پہ جو کہنا تھا کہہ گئے
سوکھی زبان پھیر کے ہونٹوں پہ رہ گئے

حاکم نے حُرملہ سے اشاروں میں کچھ کہا | ہنستا ہوا وہ شوم کمیں گاہ کو چلا
بچّے کو لے کے پیچھے ہٹے شاہِ کربلا | ناگہ زمین کانپ گئی، آسماں ہلا
واں تیرِ غم لگا کے وہ سفّاک ہٹ گیا
یاں ہاتھوں پر تڑپ کے بچّہ اُلٹ گیا

بازو چھدا حسینؑ کا، بے شیر کا گلا | اک آہ بھر کے رہ گئے مظلومِ کربلا
بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں فدا | کیوں میری جان، پیاس بجھی، حلق تر ہوا
جا کر ریاضِ خلد میں اب شیر پیجیو
داد اپنے صبر کی مرے بابا سے لیجیو

تھی گرچہ الفتِ پدری سے نہ دل کو تاب | فطرت سے لڑ رہا تھا مگر جانِ بوترابؑ
دل رو کے کہہ رہا تھا کہ اے دلبرِ رباب | اس امتحان میں بھی ہوا باپ کامیاب
چونکو تو تیر کھینچ لیں ہم منہ کو پھیر کے
اے لال اُف نہ کیجیو پوتے ہو شیر کے

مرثیہ ۱۶

استغاثہ شہادت جناب علی اصغرؑ

جب خیمے سے مقتل میں امام زمن آئے | پہنے ہوئے ملبوس کہن کا کفن آئے
غربت نے کہا شاہِ غریب الوطن آئے | خود پیاس پکاری شہِ تشنہ دہن آئے

فوجوں کو ندا دی کہ میں حیدرؑ کا پسر ہوں
زہراؑ کا ہوں دلبند، محمدؐ کا جگر ہوں

کیوں مجھ کو رلاتے ہو کسے رنج دیا ہے | کیوں خون بہاتے ہو کسے قتل کیا ہے
کیوں مجھ سے ہے کد، کس کا لہو میں نے پیا ہے | کیوں لوٹتے ہو میں نے کسے لوٹ لیا ہے

اچھا مجھے احمدؐ کا نواسا بھی نہ سمجھو
یارو مجھے دو روز کا پیاسا بھی نہ سمجھو

میں یہ نہیں کہتا شہِ ایماں مجھے سمجھو | گر رنج کی صورت ہے نہ قرآں مجھے سمجھو
سیّد تو نہ سمجھے یہ مسلماں مجھے سمجھو | اس میں بھی تمہیں شک ہو تو مہماں مجھے سمجھو

مہماں نہ تفتیدہ جگر کچھ بھی نہیں ہوں
اللہ کا بندہ تو ہوں گر کچھ بھی نہیں ہوں

یہ کہہ کے جو خاموش ہوئے سیّدِ ابرار | غیروں کے بھی دل غم سے تڑپنے لگے اکبار
سب جن و ملک نصرتِ شہ پر ہوئے تیّار | جبرئیل پکارے کہ میں آیا مرے سرکار

کونین کا غُل تھا کہ ہم آتے ہیں مدد کو
ہو حکم تو بدحال کریں فرقۂ بد کو

لکھا ہے کہ لاشے بھی اُٹھے بہرِ حمایت | شہ نے کہا آرام کرو تا بقیامت
بیویں یہ چلّائیں کہ ہم آتے ہیں حضرت | گہوارے میں بے شیر بھی مچلا پئے نصرت

مضطر ہوئے فریادِ شہِ پاک پہ اصغرؑ
جھولے میں یہ تڑپے کہ گرے خاک پہ اصغرؑ

مظلوم کی فریاد نے دل سب کے ہلائے | زہراؑ کے یہ نالے تھے میں آئی مرے جائے
عابدؑ بھی صدا سُن کے حرم سے نکل آئے | مشکل سے شہِ ہردوسرا پھیر کے لائے

یاں دیکھا کہ اصغرؑ بھی غم و ہم میں گھرے ہیں
یہ شوقِ حمایت ہے کہ جھُولے سے گرے ہیں

نزدیک جو آکر شہِ دلگیر نے دیکھا | سروؑ کو عجب یاس سے بے شیر نے دیکھا
بچّے کا جو منہ راضیِ تقدیر نے دیکھا | گردوں کی طرف حضرتِ شبّیرؑ نے دیکھا

اِلہام ہوا ان کو بھی دربار میں بھیجو
اس ہنسلیوں والے کو بھی سرکار میں بھیجو

جھک کر شہِ دیں نے اُسے ہاتھوں سے اُٹھایا | دامن کے تلے چاند کے ٹکڑے کو چھپایا
میدان میں آکر یہ لعینوں کو سُنایا | اِس ننھے مسافر کو بھی قسمت نے ستایا

تم کہتے ہو، حاکم کو الم ہم نے دیا ہے
یہ تو کہو معصوم نے کیا جرم کیا ہے

یہ کہتے ہی دامن رُخِ اصغرؑ سے ہٹایا | ایک ایک کو معصوم کا احوال دکھایا
ہر صاحبِ اولاد کا دل غم سے بھر آیا | لیکن بنِ کاہل نے ذرا رحم نہ کھایا

بے رحم کا تیر اور علی اصغرؑ کا گلا تھا
شبیرؑ نے بچے کا لہو منہ پہ مَلا تھا

پھر سوئے پسر دیکھ کے بولے شہِ صفدر | اس پر بھی میں شاکی نہیں اے خالقِ اکبر
پر ناقہ صالح سے نہ کم تھا مرا دلبر | کس طرح ترا شکر بجا لائے یہ مضطر

مجھ پر یہ کرم خاص ہوا دارِ فنا میں
بچے کبھی شامل نہ ہوئے تھے شہدا میں

پھر اپنی عبا ننھے سے لاشے پہ اُڑھا دی | خاموش چلا گھر کی طرف دین کا ہادی
ڈیوڑھی کے قریں آ کے یہ بانو نے ندا دی | لو ہنسلیوں والے نے بھی ہمکیں کو دغا دی

اب کوئی بھی حامی نہیں آوارہ وطن کا
بچہ بھی نہ ساتھی ہوا اِس تشنہ دہن کا

یہ سنتے ہی بانوئے دل افگار پکاری | اے ننھے سے غازی تری جرأت کے میں واری
بے ساختہ پیار آتا ہے ہمّت پہ تمھاری | میداں میں پھر آئی مرے پیارے کی سواری

اس عمر میں اصغرؑ یہ کڑی جھیل کے آئے
واری گئی تیروں سے کہاں کھیل کے آئے

فیضِ ولا

کیا کیا ریاضِ مجکو ولانے کیے عطا | مکّے کی گُل زمین، مدینے کا گُل کدا
بُستانِ کاظمین، گلستانِ سامرا | گلزارِ طوس، باغِ نجف، خلدِ کربلا

ممکن نہیں کہ ایک چمن میں مقیم ہوں
کیونکر نہ باغ باغ پھروں میں نسیم ہوں

سندِ جنّت

اللہ رے مدح، آلِ رسولؐ کریم کی | ہر مرثیہ سند ہے ریاض النعیم کی
سننا سُنانا دونوں ہیں رحمت رحیم کی | کام آرہی ہے سب کے ریاضت نسیم کی

مدحِ علیؑ کا جام پلاتا ہوں جام پر
کوثر لٹا رہا ہوں شہیدوں کے نام پر

مرثیہ ۱۷

رخصت حضرت امام حسین علیہ السلام

جب شہؑ سے سب عزیز و برادر بچھڑ گئے | خواہر کے لال، بھائی کے دلبر بچھڑ گئے
عباسؑ ابنِ ساقیِ کوثر بچھڑ گئے | ماں لٹ گئی، شبیہِ پیمبرؐ بچھڑ گئے
دیکھی ضعیف باپ نے لختِ جگر کی لاش
ٹوٹی ہوئی کمر پہ اٹھائی پسر کی لاش

اکبرؑ کے بعد اور بھی محشر بپا ہوا | صابر سے چھ مہینے کا بچہ جدا ہوا
غنچوں پہ کب یہ ظلم جہاں میں روا ہوا | نازک گلا نشانۂ تیرِ جفا ہوا
مٹی نہ دی کبھی کسی بیٹے کو باپ نے
گاڑا زمیں میں اپنے کلیجے کو آپ نے

اٹھے جو بے زباں کی لحد سے بچشمِ نم | یہ فکر تھی رباب سے اب کیا کہیں گے ہم
مانگے گی اپنے لال کو جب وہ بدرد و غم | کیا منہ دکھائے گا اسے یہ کشتۂ ستم
حائل یہ کشمکش تھی جو خیمے کی راہ میں
گردن جھکا کے بیٹھ گئے قتل گاہ میں

وہ فکرو یاس اور وہ تنہائی کا الم | بیٹے کا غم، بھتیجے کا غم، بھائی کا الم
اکبرؑ کی نامرادی و رعنائی کا الم | کھٹے تھے ہائے فاطمؑہ کی جائی کا الم

سہل است گر رود سرمن بر سرِ سنیں
زینبؑ اگر اسیر شود وائے بر حسینؑ

برسا رہے تھے تیر جو مولا پہ اشقیا | محو دعائے شکر تھے سلطانِ کربلا
ھَل مِن مُبارِزٍ کی جو فوجوں نے دی صدا | رخصت کو خیمہ گاہ میں آئے شہِ ہدا

فرمایا الوداع کہ آفت میں پڑ گئے
لو بی بیو صغیر بھی ہم سے بچھڑ گئے

حضرت بہن سے مل کے پکارے یہ باربار | لو ہم چلے ہماری سکینہ سے ہوشیار
اب گھر میں پھر نہ آئے گا پھر کر یہ بیبیار | سونپا خدا کو اے مری ماں کی یادگار

دل پر ہر ایک مرحلے میں جبر کیجیو
ہر غم میں فاطمہؑ کی طرح صبر کیجیو

ہاں اے ربابِ مضطرو ناچار الفراق | اصغر کی ماں حسینؑ کی غمخوار الفراق
اے بانوئے غریب و دلافگار الفراق | اے نوجواں پسر کی عزادار الفراق

واحسرتا کہ تم پہ یہ صدمہ گذر گیا
بچّی وہاں مریض، یہاں شیر مر گیا

یہ کہہ کے آپ تن پہ جو سج کر کفن چلے | غل پڑ گیا کہ خلق سے اب پنجتن چلے
زینبؑ پکاریں ہائے شہ بیوطن چلے | بھیّا تمھارے ساتھ یہ بیکس بہن چلے

فرمایا، تم ہمارے یتیموں کو پالیو
ہمشیر اِس لُٹے ہوئے گھر کو سنبھالیو

نکلے یہ کہہ کے خیمے سے باہر شہِ ہُدا | حاضر تھا آستانے پہ رہوارِ باوفا
کوئی رکاب تھامنے والا جواب نہ تھا | اک آہ بھر کے رہ گئے مظلومِ کربلا

رویا فرس امامِ حجازی کو دیکھ کر
سر رکھ دیا قدم پہ نمازی کو دیکھ کر

مقتل کو مُڑ کے شاہ پکارے یہ بار بار | اکبرؑ رکاب تھامنے آؤ پدر نثار
کیا سو رہے ہو چین سے اے میرے گلعذار | بیکس کا کوئی دوست نہ یاور نہ غمگسار

عباسؑ جلد آؤ برادر نثار ہو
تم ہاتھ تھام لو تو مسافر سوار ہو

اے یاورو کہاں ہو ہماری مدد کو آؤ | کس جا ہو اے حبیبؑ بانہ مظلوم کو رلاؤ
جانِ حسنؑ! اچچا کی ضعیفی پہ رحم کھاؤ | زینبؑ کے لاڈلو! ہمیں رہوار پر بٹھاؤ

یہ سُن کے خیمہ گاہ میں دل کو نہ کل پڑی
بانو تڑپ کے رہ گئی زینبؑ نکل پڑی

تنہا ہجومِ غم میں شہِ کربلائی ہے
واحسرتا فلک نے قیامت یہ ڈھائی ہے
زینبؑ رکاب تھامنے مقتل میں آئی ہے
بیٹا نہ بھانجے نہ بھتیجا نہ بھائی ہے
بھائی کی شان دیکھ کے خواہر نے رو دیا
خواہر کی بیکسی پہ برادر نے رو دیا

میں ہوں حسینؑ

میں ہوں حسینؑ وارثِ محبوبِ ذوالمنن
ماں ہیں بتولِ پاک مرے بھائی ہیں حسنؑ
نانا مرا رسولؐ ہے، بابا ابوالحسنؑ
قرآن ہے گواہ کہ ہم سب ہیں پنجتنؑ
قولِ نبیؐ سے مجکو یہ رتبے حصول ہیں
میں ہوں رسولؐ سے مرے دم سے رسولؐ ہیں
اظہارِ حق ہے یہ اسے بے جا نہ جانیو
دُرِّ نجف کے لال کو جھوٹا نہ جانیو
جینے سے سیر ہوں مجھے پیاسا نہ جانیو
حق میرے ساتھ ہے مجھے تنہا نہ جانیو
چاہوں تو شام تک سپہِ شام پست ہو
توڑی کمر کسوں تو جہاں کی شکست ہو

مرثیہ ۱۸

رخصتِ امامِ حسینؑ

حرم سے بادشہِ کربلا کی رخصت ہے | جو مرسلوں سے نہ اُٹھی یہ وہ مصیبت ہے
سپاہ ختم ہوئی بادشہ کی نوبت ہے | محل میں حشر ہے کہرام ہے قیامت ہے

وفورِ غم سے ہر اک کا کلیجہ پھٹتا ہے
کہ شاہزادیِ ایراں کا تخت اُلٹتا ہے

شہزادیوں کا مقدّر بگڑنے والا ہے | مریضِ ہجر مصیبت میں پڑنے والا ہے
کئی غریبوں کا وارث بچھڑنے والا ہے | نبیؐ کی لاڈلی کا گھر اُجڑنے والا ہے

رسولِ ربؐ کا سفینہ تباہ ہوتا ہے
بلا کے بن میں مدینہ تباہ ہوتا ہے

رسولؐ زادیاں اشکوں سے منہ کو دھوتی ہیں | علیؑ کی پوتیاں رو رو کے جان کھوتی ہیں
حرم کا ذکر تو کیا ہے بتولؑ روتی ہیں | یہ شور ہے کہ سکینہؑ یتیم ہوتی ہیں

ہر ایک جن و ملک اشکبار ہوتا ہے
نبیؐ کا لاڈلا حق پر نثار ہوتا ہے

وہ شہ کے لب پہ ہر اک بار السّلام علیک | نبیؐ کی عترتِ اطہار السّلام علیک
ہماری خواہرِ غمخوار السّلام علیک | غریب و بیکس و ناچار السّلام علیک

رباب مضطر و ناشاد دل پہ جبر کرو
ہماری پیاری سکینہؑ پدر کو صبر کرو

یہ بات سنتے ہی ہر بیوہ کا تڑپ جانا | وہ گھر میں حشر کا آنا کہ شاہ کا آنا
کسی کا گر کے تڑپنا کسی کا غش کھانا | یہ حال دیکھنا اور شہ کا کچھ نہ فرمانا

نہ دوست تھا نہ کوئی یار و آشنائے حسینؑ
ہر اک طرف یہی غل تھا کہ ہائے ہائے حسینؑ

وہ فکر و یاس کا عالم وہ بیکسی کا ہجوم | وہ سر جھکائے ہوئے شاہِ بیکس و مظلوم
وہ شورِ نالہ و ماتم وہ الوداع کی دھوم | گلے سے لپٹی ہیں زینبؑ تو پاؤں سے کلثومؑ

کبھی تڑپتے ہیں بچے کبھی بلکتے ہیں
حسینؑ یاس سے اک اک کے منہ کو تکتے ہیں

کوئی یہ کہتی ہے خواہر کو کس پہ چھوڑ چلے | کسی کا شور ہے دختر کو کس پہ چھوڑ چلے
کسی کا غل ہے کہ مضطر کو کس پہ چھوڑ چلے | کوئی پکارتی ہے گھر کو کس پہ چھوڑ چلے

مرا مریض لٹے گھر کو کیا سنبھالے گا
حضور اب مرے بچوں کو کون پالے گا

مسافرت ہیں نہ حامی کوئی نہ یاور ہے | مدد کے واسطے عباسؑ ہیں نہ اکبرؑ ہے
فقط مریض کا اک دم ہے اور لٹا گھر ہے | حسینؑ کہتے ہیں غم کیا خدا تو سر پر ہے

مدد کرے گا وہی کبریا کو یاد کرو
وہی ہے پالنے والا خدا کو یاد کرو

بہن پکاری کہ اے وارثِ امیرِ عرب | میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں یہ قہر اور یہ تعب
حرم اسیر بھی ہوں بے ردا بھی ہائے غضب | حسینؑ رو کے پکارے بہن جو مرضیِ رب

علیؑ غریبوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں
علیؑ اسیرِ الم کی رہائی کرتے ہیں

الم پہ شکرِ الٰہی، بلا پہ صبر کرو | سپاہِ شام کے مکر و دغا پہ صبر کرو
ستم پہ، جور پہ، ظلم و جفا پہ صبر کرو | یہی رضا ہے کہ میری قضا پہ صبر کرو

بکا فضول ہے فریاد و آہ لاحاصل
حسینؑ بچ نہیں سکتا فغاں سے کیا حاصل

فنا کے واسطے ہر شے ہے اور ہر اک انساں | نہ اس سے روحِ ملائک بچے نہ جن کی جاں
ہر اک عدم کا مسافر ہے موت کا مہماں | نہ جان کھو و بہن کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَان

جہاں سے اٹھ گئیں ماں شبرؑ و علیؑ نہ رہے
اماموں کا تو بیاں کیا یہاں نبیؐ نہ رہے

ہمیں کو دیکھو کہ لشکر کو اپنے رو بیٹھے | کنارِ نہر برادر سے ہاتھ دھو بیٹھے
پلک جھپکتے ہی آنکھوں کا نور کھو بیٹھے | تمام گھر کو لٹا کر فقیر ہو بیٹھے

نہ تاب ہے نہ تواں ہے نحیف ہیں زینبؑ
جوان اُٹھ گئے ہم تو ضعیف ہیں زینبؑ

یہ داغ اٹھا کے جیے ناتوان ہائے بہن | نہ فوج کا نہ عَلم کا نشان ہائے بہن
کمر کو توڑ گئے بھائی جان ہائے بہن | بچھڑ گیا مرا کڑیل جوان ہائے بہن

مآل کیا جو کوئی دن یہ سینہ چاک جیا
پسر کو کھو کے جو انساں جیا تو خاک جیا

رسولِ رب کی امانت سے ہوشیار بہن | بتولِ پاک کی عترت سے ہوشیار بہن
غریب بھائی کی دولت سے ہوشیار بہن | حرم کی عزّت و حرمت سے ہوشیار بہن

مرے یتیموں کو شفقت سے پالیو زینبؑ
یہ اپنی ماں کا لٹا گھر سنبھالیو زینبؑ

مگر ہماری وصیت نہ تم بھلا دینا | رہِ صواب میں ماں کا چلن دکھا دینا
رِدا چھنے تو نہ اُمت کو بد دعا دینا | گلا رسن سے جو باندھیں تو سر جھکا دینا

تمھاری قید بھی مشکل کشائی ہے زینبؑ
اسی میں اُمّت جدّ کی رہائی ہے زینبؑ

مرثیہ ۱۹

رخصتِ امام حسینؑ کے چند اور مناظر

حرم سے ہو گئے جو رخصت چلے شہِ ذی جاہ | پکاریں زوجۂ شبّرؑ کہ اے بتولؑ کے ماہ
بہت صغیر ہے میرا یتیم عبداللہ | نہ وارثی کو حسنؑ ہیں نہ قاسمِؑ نوشاہ
نبیؐ کے گھر میں کبھی غم کو غم نہیں سمجھا
حضور کو کبھی بیٹوں سے کم نہیں سمجھا

یہ آس تھی مری خدمات کا صلا دو گے | کبھی ردا جو نہ ہو گی تو تم اڑھا دو گے
کنیز جان کے حرمت مری بچا دو گے | خبر نہ تھی مجھے پردیس میں دغا دو گے
میں کس کی آس رکھوں ہائے تم تو مرتے ہو
میں رانڈ ہوں مجھے کس کے سپرد کرتے ہو

کہا، بجا ہے مجھے ماں کی طرح پیار کیا | میں خورد ہوں، مری تعظیم کی وقار کیا
تباہ ہو گئیں وہ جبر اختیار کیا | نبیؐ کی طرح سے مجھ پر پسر نثار کیا
تمھارے حال پہ دل بے قرار ہے بھابی
حسینؑ تم سے بہت شرمسار ہے بھابی

غریب وقتِ اجل ٹالنا جو ٹل جاتا | نبیؐ کی قبرِ منوّر پہ سر کے بھل جاتا
خدا گواہ جو قسمت سے زور چل جاتا | تمھارا ہاتھ پکڑ کر کہیں نکل جاتا

فلک کے جور سے ناچار ہوں کہ مرتا ہوں
تمھیں خدا و نبیؐ کے سپرد کرتا ہوں

یہ کہہ کے بادشہِ مشرقین رن کو چلے | علیؑ و فاطمہؑ کے نورِ عین رن کو چلے
گماں ہوا کہ امیرِ حنین رن کو چلے | بہن پکاری کہ ہے ہے حسینؑ رن کو چلے

کوئی اماں نہیں دیتا مرے مؤیّد کو
مدینے والو تم آؤ بچاؤ سیّد کو

ارے مرے علی اکبرؑ کہاں ہو جلد آجاؤ | ذرا اشاروں سے اصغرؑ تمھیں کسی کو بلاؤ
علیؑ کے تم پہ ہیں احسان کو فیو نہ بتاؤ | حسینؑ گھر گئے ابرانیو مدد کو آؤ

تمھاری بانو کے بچّوں پہ آفت آئی ہے
یہ اس غریب کا لُٹتا ہے گھر دہائی ہے

حسینؑ خیمے سے نکلے کہ قبر سے حیدرؑ | نبیؐ کی آہ کا نعرہ کہ فاطمہؑ کا جگر
فرس کو دیکھ کے آواز دی بدیدۂ تر | حسینؑ مرنے کو جاتا ہے اے حُرِ صفدر

زہیرؑ جانِ امیرِ حنین تنہا ہے
حبیبؑ آؤ تمھارا حسینؑ تنہا ہے

اخیر وقت ہے اے یاور و نہ ہم کو رُلاؤ | دمِ وداع ہے آکر حسینؑ سے مِل جاؤ
کہاں ہو اے علی اکبرؑ ہمیں فرس پہ بٹھاؤ | کدھر ہو اے مرے بھائی رکاب تھامنے آؤ

جب ایسا یاس کا کلمہ زبان پر آیا
مَلک بصورتِ عبّاسؑ نامور آیا

گماں ہوا پسرِ شیرِ کبریا آئے | مدد کو بازوئے مظلومِ کربلا آئے
رکاب تھامنے عبّاسِؑ باوفا آئے | سکینہؑ در سے پکاری مرے چچا آئے

نہ تن پہ خون کے چھینٹے نہ اب جراحت ہے
چچی نہ روئیے عمّو کا دم سلامت ہے

بھتیجی روٹھی ہے عمّو گلے لگا کے مناؤ | بہت رُلا چکے للّٰہ اب تو گھر میں آؤ
ہماری مشک کہاں چھوڑ آئے یہ تو بتاؤ | پسینہ پونچھ دوں اے عمّو جان منہ تو دکھاؤ

حرم میں اب کوئی ایسی خبر کہا نہ کرے
سُنا تھا ہاتھوں پہ صدمہ ہوا خدا نہ کرے

یہ بات سُن کے جو صدمے سے دل فگار ہوا | شبیہِ حضرتِ عبّاسؑ بے قرار ہوا
کہا، وہ شیرِ جری موت کا شکار ہوا | ترا چچا تو تری مشک پر نثار ہوا

سکینہؑ میں تو غلامِ امام والا ہوں
تمھارے باپ کا جھولا جھلانے والا ہوں

مرثیہ نمبر ۲۰

قاصدِ جناب فاطمہ صغرا علیہا السّلام

بچےّ کو جب حسینؑ لحد میں سُلا چکے | تیغِ علیؑ سے ننھّی سی تربت بنا چکے
مٹی میں آپ اپنی کمائی مِلا چکے | بے شبیر کے مزار پہ آنسو بہا چکے

جس وقت دفن کرکے اُٹھے نورِ عین کو
ناقہ سوار اک نظر آیا حسینؑ کو

وہ بیکس و ملول و پریشاں و بے نوا | بولا امامِ دیں سے کہ اے بندۂ خدا
اِتنا مجھے بتادے پئے شاہِ لافتا | یہ لشکرِ امام ہے یا لشکرِ جفا

ان کے بیانِ غم سے جگر پاش پاش ہے
زہراؑ کے نورِ عین کی مجھکو تلاش ہے

ان لوگوں کو نہ پاسِ نبیؐ ہے نہ حق کا ڈر | کہتے ہیں اب کہاں پسرِ فاطمہؑ کا گھر
بولے امامِ پاک کہ اے مردِ خوش سیر | تو کیوں حزیں ہے اپنی مصیبت بیان کر

شاید وطن کو چھوڑ کے آفت میں پڑ گیا
بیٹا جواں چھٹا ہے کہ بھائی بچھڑ گیا

افسوس یہ ملال یہ تشویش یہ تعب | شبیرؑ کی تلاش کا آخر کوئی سبب
اُس نے کہا کہ پاسِ پیمبرؐ رضائے رب | اک دخترِ مریض کا قاصد ہوں اے عرب

حسرت یہ ہے کہ جلد شہِ دیں کو پاؤں میں
اکبرؑ کو ساتھ لے کے مدینے کو جاؤں میں

آنکھوں میں اشک بھر کے شہِ پاک نے کہا | آ اے مری مریض کے قاصد قریب آ
تو محسنِ حسینؑ ہے اے خاصۂ خدا | بیمار خستہ حال کا نامہ مجھے دکھا

میں ہی علیؑ و فاطمہؑ کا نورِ عین ہوں
وہ خط مری مریض کا ہے میں حسینؑ ہوں

قاصد نے اس بیان پہ شورِ بکا کیا | حضرتؑ نے اس غریب سے بیٹی کا خط لیا
اہلِ حرم میں جا کے کہا، شکرِ کبریا | قسمت نے فاطمہؑ کا قلق بھی سُنا دیا

بانوؑ! تمھاری نورِ نظر کا خط آیا ہے
اکبرؑ کو بھیج دو کہ بہن نے بُلایا ہے

بابا کو یہ لکھا ہے کہ اے قبلۂ انام | یہ نامۂ اخیر ہے، یہ آخری پیام
جینا مجھے وبال ہے آب و غذا حرام | ملنے کی آس ٹوٹ گئی اب تو یا امامؑ

چھوڑا نہ ہوگا یوں کسی بیٹی کو باپ نے
سُنتی ہوں واں زمین خریدی ہے آپ نے

چھوٹی بہن کو لکھا ہے اے میری گلعذار | ہمجولیاں ملول ہیں ہمشیر بے قرار
ہر وقت انتشار ہے، ہر وقت اِنتظار | بابا سے کہہ کے مجکو بلا لو بہن نثار

بیٹی نہیں، کنیزِ امامِ زمن تو ہوں
اچھّی ہوں یا بُری ہوں تمھاری بہن تو ہوں

اپنی بڑی پھوپی کو لکھا ہے کہ عمہ جاں | ہے ہے تمھیں کبھی یاد نہ آئی یہ ناتواں
بی بی تمھارے بھائی کا خالق نگاہباں | کچھ رونے نذر کیجیے بہرِ شہِ زماں

ہر دَم و فورِ غم سے مرا دل اداس ہے
بابا کو میں نے خواب میں دیکھا کہ پیاس ہے

اکبرؑ کو یہ لکھا ہے کہ ہمشکلِ مصطفیٰؐ | تم صادق و کریم ہو تم صاحبِ وفا
کس بات پر ملول ہو کس بات پر خفا | عمّو سے عرض ہے کہ پئے شاہِ قُل کفیٰ

اب رحم کھاؤ شاہِؐ مدینہ کا واسطہ
عبّاسِؑ نامدار سکینہؑ کا واسطہ

تم کو لکھا ہے خالقِ اکبر کا واسطہ | میرا حسنؑ کا اور مری مادر کا واسطہ
حیدرؑ کا اور جنابِ پیمبرؐ کا واسطہ | ان سب کے بعد ننھے برادر کا واسطہ

مطلب یہ ہے شبیہِ پیمبرؐ کو بھیج دو
میں ہاتھ جوڑتی ہوں کہ اکبرؑ کو بھیج دو

یہ سُن کے اہلبیت میں محشر بپا ہوا — شاہِ ہُدا حرم سے پھرے مائلِ بُکا
پہنچے قریبِ لاشۂ ہمشکلِ مصطفیٰؐ — آواز دی کہ اے علی اکبرؑ پدر فِدا
اُٹھو تمھاری پیاری بہن کا خط آیا ہے
جاؤ تمھیں مدینے میں اُس نے بُلایا ہے

ہشیار غافلو!

سُن کر رجز حسینؑ کا رُکتے تھے خاصِ عام — ایسے تھے سنگ دل کہ پسیجے نہ اہلِ شام
تیروں کا مینہ برسنے لگا جانبِ امامؑ — تن کر کہا کہ آخری حجّت ہوئی تمام
یوں خلق سے مٹاؤں گا ہستی فساد کی
ہوگی نہ تا ظہور ضرورت جہاد کی

لُوٹا نئی طرح مرا گلزار غافلو — یہ ظلم اور رسولؐ کا دلدار غافلو
لو اب قیامت آئی خبردار غافلو — صابر کو غیظ آ گیا ہشیار غافلو
جس وقت سے بنائی ہے تربت صغیر کی
بل کھا رہی ہے تیغ جناب امیرؑ کی

مرثیہ ۲۱

شہادت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام

خداؐ کے عرش کا تارا زمیں پہ گرتا ہے
غریب پیاس کا مارا زمیں پہ گرتا ہے
نبیؐ کا راج دُلارا زمیں پہ گرتا ہے
ابو ترابؑ کا پیارا زمیں پہ گرتا ہے

وہ اب سمند سے ریتی پہ گرنے والا ہے
کہ چکّی پیس کے زہراؑ نے جس کو پالا ہے

اب آہ کیا لکھوں میں ظلمِ خولیِ مکّار
جگر کو تھام کے تڑپے امامِ عرش وقار
لرز کے جھک گئے ہرنے پہ سیّدِ ابرار
قیامت آتی ہے اے شہ کے عاشقو ہشیار

زمیں پہ فاطمہؑ کے نورِ عین گرتے ہیں
فغاں سے حشر اُٹھاؤ حسینؑ گرتے ہیں

فرس پہ کانپتا ہے جسمِ زار ہائے غضب
وہ ایک جان وہ لاکھوں کے وار ہائے غضب
سناں ہوئی ہے کلیجے کے پار ہائے غضب
زمیں پہ بیٹھ گیا راہوار ہائے غضب

جگر پکڑ کے سوئے خاک پھر پڑے مولا
اُٹھا یہ درد کہ تیورا کے گر پڑے مولا

۵؎ والدِ مرحوم برجیس اعلی اللہ مقامہ

بس اب تو خاک پہ زہرا کے جائے بیٹھے ہیں | ہزار داغ کلیجے پہ کھائے بیٹھے ہیں
وفا کی راہ میں سب گھر لٹائے بیٹھے ہیں | حسینؑ خاک پہ گردن جھکائے بیٹھے ہیں

دہانِ زخم سے حربوں کو چومتے ہیں حسینؑ
یہ شوقِ وصلِ خدا ہے کہ جھومتے ہیں حسینؑ

سوائے ہائے ستم اور کیا کہے ذاکر | وہ سینہ اور وہ قدم اور کیا کہے ذاکر
لبوں پہ آ گیا دم اور کیا کہے ذاکر | کھڑے ہیں در پہ حرم اور کیا کہے ذاکر

اِدھر تو میان سے شمشیرِ اہلِ شر نکلی
اُدھر حرم سے کوئی بی بی ننگے سر نکلی

پکارے دیکھ کے شبیرؑ الفراق بہن | اخیر اب ہے یہ دلگیر الفراق بہن
بدن میں سیکڑوں ہیں تیر الفراق بہن | گلے پہ پھرتی ہے شمشیر الفراق بہن

خوشی سے غم میں اُٹھانا ہر اک مصیبت کو
نہ بھول جائیو مظلوم کی وصیت کو

یہ سن کے خواہرِ بیکس پکاری اے بیرن | لہو بھری تری صورت کے واری اے بیرن
تمھیں خبر نہیں کچھ بھی ہماری اے بیرن | تڑپ رہی ہے سکینہ تمھاری اے بیرن

یہ پوچھتی ہے کہ کس وقت گھر میں آؤ گے
بتاؤ اب اُسے سینے پہ کب سُلاؤ گے

کہا غضب کی ہے رُوداد کیا کروں بھینا | قیامت آئے گی فریاد کیا کروں بھینا
خدا سے شکوۂ بیداد کیا کروں بھینا | چڑھا ہے سینے پہ جلّاد کیا کروں بھینا

دمِ فراق ہے اب دخترِ حزینہ سے
گلا تو کٹتا ہے کیونکر ملیں سکینہؑ سے

مری طرف سے سکینہؑ کو کر کے پیار بہن | سُلا ئیو انھیں سینے پہ ہیں نثار بہن
بہت ستائیں گے بچّوں کو اہلِ نار بہن | مگر ذرا مرے عابدؑ سے ہوشیار بہن

مریضِ غم کو ہمارا سلام کہہ دینا
سلام کہہ کے یہ غم کا پیام کہہ دینا

ہمارے بعد مصیبت ہو یا ملال رہے | مگر زباں پہ سدا شکرِ ذوالجلال رہے
پہاڑ غم کے اُٹھا کر بھی دل بحال رہے | یہ امتحان ہے بیٹا ذرا خیال رہے

کوئی بزرگ نہ اب ہے نہ خورد ہے بیٹا
نبیؐ کا دین تمھارے سپرد ہے بیٹا

ابھی یہ کہہ نہ چکے تھے حسینؑ ہائے غضب | کہ مٹ گیا دلِ احمدؐ کا چین ہائے غضب
لحد سے نکلے ہیں شاہِ حنین ہائے غضب | چھُری سے کم نہیں زہراؑ کے بین ہائے غضب

زباں سے کیا کہوں ظالم نے جو گناہ کیا
غریب بنتِ پیمبرؐ کا گھر تباہ کیا

مرثیہ ۲۴

شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام
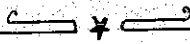
جب ضربِ ذوالفقار سے پسپا ہوئی سپاہ | رحم آگیا حسینؑ رکے بھر کے سرد آہ
تیغِ دودم کو میاں میں رکھا بعزّ و جاہ | ناگاہ پہنچی لاشۂ عباسؑ پر نگاہ
فرمایا دل دو نیم ہے صدمے سے بھائی کا
تم نے نہ دیکھا آج تماشا لڑائی کا

شمشیر یوں چلی سپہِ بے شمار پر | بیٹھی ہر ایک ضرب کی دہشت ہزار پر
لاکھوں نے سر نثار کیے ذوالفقار پر | دل ڈھونڈتا تھا آپ کو ایک ایک وار پر
دے داد کون تم سے جری جب گزر گئے
بھیّا، خبر بھی ہے علیؑ اکبر بھی مر گئے

زینبؑ نے جب سنی شہِ والا کی یہ صدا | رو کر کہا کہ اے مرے ماں جائے میں فدا
لاشے سے چھوٹے بھائی کے یہ کہہ رہے ہو کیا | مجروح تم کو دیکھ کے پھٹتا ہے دل مرا
خیمے میں آؤ زخموں پہ مرہم لگاؤں گی
پیاسے ہو، جان بیچ کے پانی پلاؤں گی

ناگاہ شہ کی سمت سپاہِ جفا بڑھی | زہراؑ کے آفتاب کی جانب گھٹا بڑھی
تیغ و تبر لیے ہوئے فوجِ دغا بڑھی | شوقِ اجل اِدھر تو اُدھر سے قضا بڑھی

نرغہ ہوا عدو کا شہِ خوش خصال پر
تیروں کا مینہ برس گیا زہراؑ کے لال پر

مظلوم پر ہجومِ سپاہِ جفا ہوا | زخموں سے چور فاطمہؑ کا مہ لقا ہوا
اب کس زبان سے یہ سناؤں کہ کیا ہوا | ابنِ انس کے ظلم سے محشر بپا ہوا

لو خود سمجھ لو چہرۂ پُر نور زرد ہے
ماتم کرو حسینؑ کے سینے میں درد ہے

وہ ایک تشنہ لب وہ کئی لاکھ اہلِ شر | برچھے وہ آس پاس وہ تیغیں قریب بر
نیزے نے سینہ چوم لیا، تیر نے جگر | فرما رہے ہیں فوج کے حربوں کو دیکھ کر

دنیا میں پھر نہ پاؤ گے زہراؑ کے چین کو
رخصت کرو گلے سے لگا کر حسینؑ کو

تیغو قریب آؤ مرے سر کا واسطہ | گرزو ہمارے شیر برادر کا واسطہ
اے برچھیو شبیہِ پیمبرؐ کا واسطہ | تیرو بڑھو مرے علی اصغر کا واسطہ

سب کی زبان پہ یاد رہے تشنہ کام کی
لی لو یہ خون سبیل ہے اُمّتِ کرام کی

وہ لُو، وہ بھوک پیاس، وہ قلب و جگر فگار | وہ تیغوں کی جھڑی، وہ پیمبر کا گلعذار
کہتا یہ ذوالجناح سے جھک جھک کے بار بار | لے الوداع اے مرے نانا کے راہوار

اک دم رہا نہ تو بھی مرے ساتھ چین سے
اس بیکسی میں خوب نباہی حسینؑ سے

یارو یہ رخشِ شہ کا ہے بچپن سے جاں نثار | طفلی میں اس فرس پہ جو مولا ہوئے سوار
حیدرؑ نے خود بٹھا کے اتارا بصد وقار | اب یہ بتاؤ کون ہے بیکس کا غم گسار

اسوار تو کرا دیا پیارے حسینؑ کو
زینبؑ سے اب کہو کہ اُتارے حسینؑ کو

لو خاک پر مسافرِ کرب و بلا گرا | زینِ فرس سے فاطمہؑ کا مہ لقا گرا
رن میں سوارِ دوشِ رسولِؐ خدا گرا | زہراؑ پکاریں ہائے مرا لاڈلا گرا

اے بابا جان قول کے سچے کو دیکھیے
جلتی زمیں پر مرے بچے کو دیکھیے

آ گئے جفائے چرخِ کہن اور کیا کہوں | سجدے میں ہیں امامِ زمن اور کیا کہوں
ہے شمر کی جبیں پہ شکن اور کیا کہوں | در پر کھڑی ہوئی ہے بہن اور کیا کہوں

زہراؑ تڑپ رہی ہیں قریں نورِ عین کے
خنجر چمک رہا ہے سرہانے حسینؑ کے

اب حشر بارگاہِ امامِ زمن میں ہے | آندھی سیاہ چلتی ہے سورج گہن میں ہے
ماتم کا شور گنبدِ چرخِ کہن میں ہے | پیہم کسی حزیں کی یہ فریاد بن میں ہے

واحسرتا کہ گود کے پالے سے چھٹ گئی
شاہِ نجف! امیں آپ کی سرحد میں لُٹ گئی

بہتّر پلائیں گے

ہاں میکشو چلو، سوئے دار البقا چلو | مکّے چلو، مدینہ، خیبر الورا چلو
مشہد سے کاظمین چلو، سامرا چلو | چھک جاؤ گے نجف سے اگر کربلا چلو

پی کر مزے فرات پہ، کوثر کے، آئیں گے
ایک ایک بادہ کش کو بہتّر پلائیں گے

چودہ ساقی

پوچھو رسولِ پاک سے توقیرِ میکدہ | کی حضرتِ خلیلؑ نے تعمیرِ میکدہ
دستِ خدا سے پھر ہوئی تطہیرِ میکدہ | ساقی علیؑ ہیں، ختمِ رسل میرِ میکدہ

چودہ طبق میں بس یہی میخانہ ایک ہے
چودہ پلانے والے ہیں، پیمانہ ایک ہے

مرثیہ ۲۳

شہادتِ امام حسینؑ (خنجر رواں نہ ہو کے کی روایت)

قریبِ شاہ جو نرغہ کیے شریر آئے | جدھر نگاہ پھرائی اُدھر سے تیر آئے
جناں سے بہرِ بکا شاہِ قلعہ گیر آئے | ندا یہ دیتے ہوئے حضرتِ امیرؑ آئے

دمِ اخیر ہے، دل کو سنبھال لو بیٹا
سنبھل کے سینے سے ناوک نکال لو بیٹا

وہ اک غریب وہ انبوہِ بے شمار افسوس | وہ لاکھ تیر وہ اک شاہِ بے دیار افسوس
زمیں پہ خون ٹپکتا ہے بار بار افسوس | یہ ظلم اور شہِ گلگوں قبا ہزار افسوس

جہاں اُجاڑ ہے، افلاک پر اُداسی ہے
زمیں بھی سبطِ پیمبرؐ کے خوں کی پیاسی ہے

وہ غم وہ جانِ امیرِ حُنینؑ ہائے غضب | وہ دُکھ وہ فاطمہؑ کا نورِ عین ہائے غضب
ہزار دشمنِ جاں جانبین ہائے غضب | وہ برچھیاں وہ تمھارے حسینؑ ہائے غضب

جگر میں تیر گڑے ہیں کمر شکستہ ہے
سرِ حسینؑ پہ تیغوں کا مینہ برستا ہے

نظر میں ضعف نہیں یا کہ بھوک پیاس نہیں | حرم کا دھیان نہیں یا ہجوم یاس نہیں
رفیق و یار بھی بچھڑے وطن بھی پاس نہیں | مگر حسینؑ کو اس پر بھی کچھ ہراس نہیں

ہر اک نے چاند سا سینہ چھنا ہوا دیکھا
قبائے سرخ میں دولھا بنا ہوا دیکھا

وہ زرد رخ وہ لبِ لعل تشنگی سے کبود | وہ جسم خوں میں شرابور وہ زباں پہ درود
روایت است کہ بر جسم آں شہِ ذی جود | ہزار و نہ صد و پنجاہ و یک جراحت بود

سنان و تیر تنِ نازنیں کو چومتے تھے
حسینؑ برچھیاں کھاتے تھے اور جھومتے تھے

وہ سنگ اور وہ تنِ ناتواں معاذ اللہ | وہ فاطمہؑ کا جگر وہ سناں معاذ اللہ
وہ فرقِ پاک وہ گرزِ گراں معاذ اللہ | وہ لب پہ زخم وہ سوکھی زباں معاذ اللہ

کسی کا شور ہے۔ ہے ہے تجھے تباہ کیا
ستمگرو مرے بچے نے کیا گناہ کیا

یہ ظلم و جور یہ سید سے بغضِ دیرینہ | یہ میہماں سے عداوت غریب سے کینہ
وہ سنگِ ظلم وہ بیکس کے دل کا آئینہ | وہ برچھیاں وہ تمھارے حسینؑ کا سینہ

رسولؐ اپنے نواسے کے گرد پھرتے ہیں
قیامت آئی زمیں پر حسینؑ گرتے ہیں

جگر کے زخم نے زینِ فرس پہ تڑپایا | یہ درد کم نہ ہوا تھا کہ پھر تبر کھایا
قدم رکابوں سے نکلے کہ جسم تھرّایا | نڈھال ہو گئے شبیرؑ جیسے غش آیا

لرز کے خاک پہ زہراؑ کا آفتاب گرا
زمینِ گرم پہ ابنِ ابو تراب گرا

فرس سے گرتے ہی سجدے میں شہ کا جھک جانا | وہ ان کی طاعتِ آخر وہ شمر کا آنا
وہ ظلم و قہر سے زخمی جگر کا تڑپانا | لعیں کو دیکھنا اور شہ کا کچھ نہ فرمانا

یہاں تو میان سے شمشیرِ زود نما نکلی
اُدھر بہن درِ خیمہ سے بے رِدا نکلی

پکارتی تھی کہ فریاد یا علیؑ فریاد | یہ بے وطن پہ ستم میہمان پہ بیداد
مدد کے واسطے کس کو بلائے یہ ناشاد | جواں تو دشت میں ہے اور مریض ہے سجادؑ

پئے خدا یہ بلا ہم سے رد کرو بابا
تمھیں غریب پسر کی مدد کرو بابا

کبھی یہ کہتی تھی اماں مری مدد کو آؤ | خدا کے واسطے شمرِ شریر کو سمجھاؤ
مرے غریب برادر کو اس بلا سے بچاؤ | نبیؐ کو امتِ بے دیں کا یہ سلوک دکھاؤ

یہ کون خستہ جگر بے قرار ہے اماں
گلے پہ کس کے یہ خنجر کی دھار ہے اماں

حسینیو انھیں معلوم ہے جو ساماں ہے بیاں ہو نہیں سکتا کہ قلب لرزاں ہے
نبیؐ کے لال پہ امت کا طرفہ احساں ہے ستم شعار کے موزے ہیں اور قرآں ہے
لکھا ہے شمر کا ارمانِ دل نکل نہ سکا
کہ اس شریر کا خنجر گلے پہ چل نہ سکا

کہا شقی نے کہ اے دلبرِ جنابِ امیرؑ یہ جنگ اور یہ زخمِ سنان و خنجر و تیر
پھر اس پہ بھی یہ کرشمے ہیں یہ سحر وقتِ اخیر یہ زندگی کی ہوا و ہوس تہِ شمشیر
یہ راز کیا ہے کہ مجھ پر عیاں نہیں ہوتا
حسینؑ کیوں مرا خنجر رواں نہیں ہوتا

حسینؑ بولے کہ ہم صابرہ کے جائے ہیں نبیؐ کے دین کی خاطر یہ غم اٹھائے ہیں
ترے ستم نے شہیدوں کے دل ہلائے ہیں ارے حسینؑ سے عباسؑ ملنے آئے ہیں
وہ تیری تیغ کو چھوڑیں تو پھر ستم کرنا
وہ مل کے جائیں تو بیکس کا سر قلم کرنا

مرثیہ ۲۴

الوداع

ہاں دوستو کہ اب شور و شین ہیں
زینبؑ بھی ہیں عزائے شہِ مشرقین ہیں
پھٹ جائیں دل وہ درد بھرے دکھیا کے بین ہیں
لو فاطمہؑ بھی آگئیں بزمِ حسینؑ ہیں

چہرے پہ خاک، بال پریشاں کیے ہوئے
گودی میں ایک ننھا سا لاشہ لیے ہوئے

گویا یہ کہہ رہی ہیں بتولِ فلک مقام
اے بے وطن کے تعزیہ دار و سر اسلام
مطلب یہ ہے کہ آج مجالس ہوئیں تمام
رخصت طلب ہیں اہلِ عزا، مادرِ امامؑ

دل پر ہجوم ہے غم و رنج و ملال کا
پُرسہ بتولِؑ پاک کو دو اُن کے لال کا

رو لو کہ اب یہ تذکرۂ غم بھی ختم ہے
فصلِ عزائے سرورِ عالم بھی ختم ہے
ماتم کرو کہ آج یہ ماتم بھی ختم ہے
مجلس بھی، مرثیہ بھی، محرم بھی ختم ہے

حیدرؑ بھی سب کے ساتھ میں آنسو بہاتے ہیں
یارو حسینؑ تعزیہ خانے سے جاتے ہیں

اے رونے والو آنکھوں سے دریائے خوں بہاؤ | ماتم کرو حسینؑ کا اور سر پہ خاک اڑاؤ
فرشِ عزا لپیٹ کے رکھو، عَلم بڑھاؤ | دس دن کا میہمان چلا، تعزیے اٹھاؤ

اشکوں کی نذر دے کے امامِ انام کو
رخصت کرو حسین علیہ السّلام کو

رو کر کہو کہ اے شہِ ابرار الوداع | اے کاروانِ درد کے سالار الوداع
اے اُمّتِ رسولؐ کے غمخوار الوداع | کڑیل جواں پسر کے عزادار الوداع

کیا جانے اگلے سال جئیں گے مریں گے ہم
پر قبر میں بھی تعزیہ داری کریں گے ہم

اے بے دیار و بے سر و سامان الوداع | اے اُمّتِ رسولؐ کے مہمان الوداع
حیدرؑ کی روح، فاطمہؑ کی جان الوداع | اے مصطفیٰ کی گود کے قرآن الوداع

عشرے کے ختم ہوتے ہی ہم سے بچھڑ گئے
مولا تمھارے تعزیہ خانے اُجڑ گئے

مرثیہ ۲۵

پامالی لاشۂ مظلومِ کربلا علیہ السلام
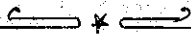
جب افتخارِ رسولِ زماں شہید ہوا | پکاری ماں، مرا آرامِ جاں شہید ہوا
غریب و بیکس و بے خانماں شہید ہوا | علیؑ کا لاڈلا تشنہ دہاں شہید ہوا

اٹھا یہ شور کہ کشتوں کو خستہ حال کرو
ہر اک شہید کے لاشے کو پائمال کرو

یہ حد کی تھی جو اہانت بحسبِ رسم و قرار | حُرِؑ جری کا رسالہ بگڑ گیا اک بار
کسی نے گرز سنبھالا، کسی نے لی تلوار | کوئی پکارا کہ او ابنِ سعد ظلم شعار

جو حُرؑ کی لاش کو روندا تو آفت آئے گی
اُٹھے گا حشر کا فتنہ قیامت آئے گی

یہ رنگ دیکھ کے بولا شقی، نہ گھبراؤ | جو حُرؑ کا پاس ہے تم کو تو لاش اٹھا لاؤ
اٹھا کے لائے جو اس کو تو پھر کہا جاؤ | ہر اک شہید کا لاشہ کچل کے جلد آؤ

ابھی تو بیکس و مضطر کا گھر جلانا ہے
حرم کو لوٹنا ہے ننگے سر پھرانا ہے

یہ شور سُن کے تلاطم ہُوا لبِ دریا | رسالۂ بنِ حجّاج نے بگڑ کے کہا
ہماری قوم سے ہے اک شہیدِ راہِ خدا | قیامت آئے جو پامال ہو وہ ماہ لقا

سپاہِ سبطِ نبیؐ میں وہ خوش جمال بھی ہے
مہِ بتولؑ کے پہلو میں اک ہلالؑ بھی ہے

خبر یہ سُن کے ڈرا ابنِ سعدِ بد گوہر | کہا ہلالؑ کا لاشہ بھی جلد لاؤ اِدھر
اگرچہ دلبرِ کاہل تھا اظلم و اکفر | کہ جس نے رحم نہ کھایا صغیر بچّے پر

پر اُس شقی کو بھی یہ ظلم ناگوار ہوا
حبیبِ شاہؑ کا حامی وہ نابکار ہوا

شقی پکارا کہ ان کی بھی لاش رَن سے اُٹھاؤ | حرم کو قید بھی کرنا ہے اب نہ دیر لگاؤ
ہر اک کو شوق سے روندو کسی پہ رحم نہ کھاؤ | پکارا شمرِ ستمگر ابھی قدم نہ بڑھاؤ

اگرچہ قاتلِ فرزندِ شاہِ خیبر تھا
مگر وہ مادرِ عبّاسؑ کا برادر تھا

بگڑ کھڑا ہوا فوراً وہ ظالم غدّار | پئے حمایتِ عبّاسؑ کھینچ لی تلوار
قریبِ نہر گیا جب وہ خود سر و مکّار | جری کی لاش سے پیدا ہوئی نِدا اک بار

نہ اُٹھ سکے گا تنِ پاش پاش او ظالم
رہے گی نہر پہ سقّے کی لاش او ظالم

تجھے قسم ہے نہ میرا خیال کر ظالم | میں شاد ہوں کہ مجھے خستہ حال کر ظالم
مرے لہو سے ترائی کو لال کر ظالم | بجائے شاہؑ مجھے پائمال کر ظالم

اگر شقی مرے لاشے کو تو بچائے گا
مجھے بتولؑ سے کیا کیا حجاب آئے گا

بچائی شمر نے جانِ شہِ حنین کی لاش | اٹھائی ایک عرب نے زہیرِ قینؑ کی لاش
کسی نے مانگ لی بانوؑ کے نورِ عین کی لاش | میانِ دشت فقط رہ گئی حسینؑ کی لاش

کوئی بھی رومی و شامی نہ فوج سے نکلا
کوئی غریب کا حامی نہ فوج سے نکلا

کنیزِ فاطمہؑ نے یہ خبر جو پہنچائی | حرم سے بیٹی نکلی حسینؑ کی جائی
شقی کو ڈھونڈتی پھرتی تھی شہ کی شیدائی | میانِ خیمۂ ظلم جو وہ یتیم آئی

گھُڑک کے بولا وہ بدعت شعار کون ہے تو
بلک کے روتی ہے کیوں زار زار کون ہے تو

لرز کے بولی غریب الوطن کی جائی ہوں | یتیم خستہ جگر ہوں فلک ستائی ہوں
نہ سعی اور سفارش کسی کی لائی ہوں | میں بھیک مانگنے کو تیرے پاس آئی ہوں

پڑی ہے رن میں فقط شاہِ مشرقین کی لاش
فقیر جان کے دکھیا کو دے حسینؑ کی لاش

مرثیہ ۲۶

سرِ امام حسینؑ نیزے پر نصب کیے جانے کی روایت

بلا کے بن میں جو زہراؑ کا گھر تباہ ہوا | تمام خلق میں شورِ بکا و آہ ہوا
گہن میں آ گیا سورج جہاں سیاہ ہوا | حسینؑ تشنہ دہن فدیۂ الٰہ ہوا

امیرِ فوج کی جانب ستم شعار چلا
سرِ حسینؑ لیے شمرِ نابکار چلا

شقی کے سامنے جا کر کہا مبارک ہو | رسولِ پاکؐ کا گھر لٹ گیا مبارک ہو
ریاضِ فاطمہؑ غارت ہوا مبارک ہو | شہادتِ پسرِ مرتضیٰؑ مبارک ہو

یہ کہہ کے گوہرِ غلطاں زمیں پہ دے پٹکا
جفا شعار نے قرآں زمیں پہ دے پٹکا

خدا کی شان بنی فاطمہ حقیر ہوئے | ردائیں چھن گئیں، گھر جل گیا، اسیر ہوئے
امیرِ کون و مکاں کے حرم فقیر ہوئے | نئے ستم پہ کہیا جوان و پیر ہوئے

سحر سے باغِ محمدؐ کے سب شجر کاٹے
قریبِ شام شہیدوں کے تن سے سر کاٹے

امیرِ فوج نے خولی کو تب یہ حکم دیا | سوارِ دوشِ پیمبر کا سر سناں پہ چڑھا
وہ نابکار یہ سنتے ہی نیزہ لے کے اٹھا | قریبِ فرق جو آیا تو دل لرزنے لگا

زمیں سے سرِ سرورؑ نہ اٹھ سکا اس سے
ریاضِ حق کا گلِ تر نہ اٹھ سکا اس سے

بلا یہ حکم کہ سجادِ ناتواں کو بلاؤ | اسیرِ درد و الم کو اک اور طوق پنہاؤ
مریضِ آلؑ کو میری طرف سے جا کے سناؤ | اسی میں خیر ہے عابدؑ، سرِ حسینؑ اٹھاؤ

کریں جو عذر تو جلدی انھیں ادھر لاؤ
رسن میں مثلِ گنہگار باندھ کر لاؤ

یتیمِ شاہ کو ناری جو کھینچتے لائے | تو شمر نے کہا کیوں اے حسینؑ کے جائے
تمام گھر بھی لٹا دل پہ داغ بھی کھائے | فقیر ہو گئے پر ستم سے نہ باز آئے

جفاؤں پر بھی اثر مطلقاً نہیں ہوتا
سرِ حسینؑ زمیں سے جدا نہیں ہوتا

یہ گفتگو، یہ غضب اور یہ جفا دیکھو | امامؑ کا یہ ادب، شانِ کبریا دیکھو
وہ تازیانہ بسجاد آ گیا دیکھو | ذرا مریضِ مصیبت کی یہ دوا دیکھو

یہ خوف ہے کہ نہ بزمِ عزا تڑپنے لگے
بس اتنا کہتا ہوں، زین العبا تڑپنے لگے

پکارتے تھے کہ اکبرؑ مری مدد کو آؤ | علیؑ کا واسطہ بیمارِ کربلا کو بچاؤ
سکینہؑ بھائی پہ اپنے تمہیں کرم فرماؤ | قریب نہر کے ہوں گے چچا انہیں کو بلاؤ

یہ ناتوان پہ ضربِ دُرشت تو دیکھیں
ذرا حسینؑ کے وارث کی پشت تو دیکھیں

کبھی پکاری کہ اے بوترابؑ کے جائے | مریض بھوک میں کب تک یہ نعمتیں کھائے
ندا یہ آئی، میں قربان میرے دُکھ پائے | لعیں سے کہہ دو سر اٹھ جائے گا نہ گھبرائے

خود اپنے لال سے بنتِ رسولؐ لپٹی ہیں
ابھی حسینؑ کے سر سے بتولؐ لپٹی ہیں
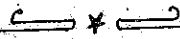
ذبحِ عظیم

وہ کشتگانِ خنجرِ الحاد کا مسیحؑ | قرآں ہے بولتا ہوا جس کا لبِ فصیح
جس نے کیا صحیفۂ انسانیت صحیح | خوابِ خلیلؑ، مرکزِ قربانیٔ ذبیح

تنہا نہ خود ہی فدیۂ ربِّ کریم ہے
بچّہ بھی گود میں ہے تو ذبحِ عظیم ہے

مرثیہ ۲

تاراجیِ خیام اور جناب سکینہؑ کے کھو جانے کی روایت
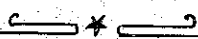
جب گُل چراغِ تربتِ خیر الوریٰ ہوا | زہراؑ کا لال اُمّتِ جد پر فدا ہوا
سجدے میں سر امامؑ کا تن سے جُدا ہوا | فریادِ جبرئیلؑ سے محشر بپا ہوا
غُل پڑ گیا کہ بھائی سے ہمشیر چھٹ گئی
زہراؑ کا گھر، رسولؐ کی سرکار لُٹ گئی

لکھا ہے جب شہید ہوئے شاہِ بحر و بر | نوکِ سناں پہ رن میں چڑھا بیوطن کا سر
آئے حرم سرا میں ستمگار بے خطر | بازار ہو گیا پسرِ فاطمہؑ کا گھر
غُل تھا ہر ایک رانڈ کی چادر اُتار لو
عابدؑ جو کچھ کہے تو ابھی سر اُتار لو

پھر تو نبیؐ کی آل پہ کیا کیا جفا ہوئی | بنتِ علیؑ اسیر ہوئی، بے رِدا ہوئی
بیمار خستہ حال کی اچھی دَوا ہوئی | خیمے جلے تو اور قیامت بپا ہوئی
بانوؑ کا شور تھا نہ مرا دم نکل گیا
اے میرے بے زبان ترا جھولا بھی جل گیا

واحسرتا کہ مسندِ خیر البشر جلے | جنگل میں اہلبیتِ پیمبرؐ کا گھر جلے
دن بھر تو دل مثالِ چراغِ سحر جلے | شمعوں کے بدلے رات کو داغِ جگر جلے

دن میں تو گھر کا گھر تہِ شمشیر ہو گیا
آئی جو رات، اور بھی اندھیر ہو گیا

وہ بیکسی وہ غربتِ آلِ عباؑ کی رات | آفت کا بن، غضب کا اندھیرا، بلا کی رات
پہلی وہ فرقتِ شہِ گلگوں قبا کی رات | رونے کی، پیٹنے کی، الم کی، عزا کی رات

بچوں کی جانِ زار پہ صدمے پڑے رہے
جھلسی ہوئی قنات میں شب بھر پڑے رہے

مہلت جو ظالموں کے ستم سے ملی ذرا | بچوں کے ڈھونڈنے کو چلی بنتِ مرتضیٰؑ
جب دخترِ حسینؑ کا پایا نہ کچھ پتا | دریا کی سمت مڑ کے پکاری بصد بکا

خواہر پہ اور تازہ مصیبت گذر گئی
عباسؑ کچھ خبر ہے سکینہؑ کدھر گئی

یہ کہہ کے قتل گاہ میں محوِ بکا گئی | سوئے نشیب دخترِ خیر النساؑ گئی
کانوں میں اک یتیم کی آواز آ گئی | دیکھا وہ حال کانپ گئی تھرتھرا گئی

اک بچی ایک لاش پہ قربان ہوتی ہے
منہ سے نہ بولنے کا گلہ کر کے روتی ہے

زینبؑ قریب جا کے پکاریں بحالِ زار | ہے ہے تو کس غریب کی بچّی ہے میں نثار
تُتلا کے وہ یتیم پکاری یہ بار بار | ان کی ہی نورِ عین ہوں، ان کی ہی گلعذار
روکر یہ کہہ رہی ہوں شہِ کائنات سے
بابا مرے چچا کو بُلا دو فرات سے

سُننا یہ تھا کہ دَوڑ کے لپٹی یہ سوگوار | روکر کہا کہ لے مری بچّی ترے نثار
سب گھر کو انتشار ہے، سب گھر کو انتظار | مادر بھی بے قرار ہے، خواہر بھی اشکبار
مجکو یہ آس کب تھی کہ اب تم کو پاؤں گی
لو واری گھر چلو میں تھپک کر سُلاؤں گی

ہے ہے یہ وقت اور یہ آندھی یہ انتشار | جنگل کا بھی نہ خوف کیا میری گلعذار
بے سر پڑے ہیں دشت میں لاشے بحالِ زار | کیونکر شناخت کر لیا بابا کو میں نثار
ہر عضو پائمال بدن پاش پاش ہے
ہاں ہو نہ ہو یہ قاسمِ مضطر کی لاش ہے

اُس نے کہا یہی مرے بابا ہیں میں فدا | میں دشت میں پکارتی پھرتی تھی جا بجا
بابا کدھر ہیں کوئی بتا دو پئے خدا | اس لاش نے پکارا کہ بیٹی اِدھر کو آ
اس کو مری فغاں سے اذیت بڑی ہوئی
میں پیٹنے لگی تو یہ لاش اُٹھ کھڑی ہوئی

مرثیہ ۲۸

روایت طلایہ۔ شامِ غریباں

نمودِ شامِ غریباں، ہجومِ آفت ہے | قدم قدم پہ نیا غم، نئی مصیبت ہے
امامؑ ہیں نہ علمدارِ بہرِ نصرت ہے | فقط جلے ہوئے خیمے ہیں اور عترت ہے
حرم ہیں فکر و تردد میں سر جھکائے ہوئے
جو سرپرست تھے سوتے ہیں سر کٹائے ہوئے

اِدھر اُدھر ہیں شہیدوں کے تن لہو میں لال | پڑی ہیں خاک پہ لاشیں، کٹی ہوئی پامال
حرم کی گود میں سہمے ہوئے ہیں سب اطفال | جنابِ زینبؑ عبا شدتِ مرض سے نڈھال
غریب مائیں جو منہ آنسوؤں سے دھوتی ہیں
پچھاڑیں کھاتے ہیں باقرؑ سکینہؑ روتی ہیں

وہ دشتِ ظلم، وہ تنہائی، وہ اندھیری رات | وہ فکر و یاس، وہ پیاروں کے داغ وہ سادات
نبیؐ کی روح حفاظت کو یا خدا کی ذات | بہن سے زینبِؑ دلگیر نے کہی یہ بات
حرم میں آپ رہیں بیکسوں کی نصرت کو
میں گردِ خیمہ پھروں رات بھر حفاظت کو

یہ بات کہہ کے چلی بنتِ حیدرِ کرار | زباں پہ نالہ و فریاد، ہاتھ میں تلوار
حرم سرا سے جو نکلی وہ مضطر و ناچار | تو دیکھا، آتا ہے خیمے کی سمت ایک سوار

پکاریں بنتِ علیؑ، اور سمت جا بھائی
یہ بارگاہِ نبیؐ ہے، ادھر نہ آ بھائی

رُکا نہ وہ تو پکاریں غضب میں آتی ہوں | عداتوں کا تمھاری مزہ چکھاتی ہوں
خدا کے عرش کا پایہ ابھی ہلاتی ہوں | کہ صبرِ سبطِ پیمبرؐ سے ہاتھ اٹھاتی ہوں

نہ یہ سمجھ کہ اسیرِ غم و محن ہوں میں
علیؑ کی جائی ہوں، عباسؑ کی بہن ہوں میں

رُکا نہ پھر بھی جو وہ شہسوارِ نیک انجام | غضب میں آگئیں تب خواہرِ امامِؑ انام
فرس اُڑا کے جو وہ آگیا قریبِ خیام | جھپٹ کے دخترِ شیرِ خدا نے پکڑی لجام

لگام پکڑی جو اُس سوگوار نے بڑھ کر
گلے میں ڈال دیں باہیں سوار نے بڑھ کر

تڑپ کے صورتِ بسمل وہ جان کھونے لگا | جگر لرزنے لگا، بے قرار ہونے لگا
غمِ حسینؑ میں اشکوں سے منہ کو دھونے لگا | جُھکا کے دوش پہ سر زار زار رونے لگا

کہا، نہ رو کہ خدا کا ولی ہوں اے بیٹی
میں غمزدہ ترا بابا علیؑ ہوں اے بیٹی

پکاریں، ہائے لُٹا گھر خبر نہ لی بابا | بچھڑ گیا مرا اکبرؑ، خبر نہ لی بابا
گزر گیا علی اصغرؑ خبر نہ لی بابا | کٹا حسینؑ کا بھی سر خبر نہ لی بابا

حرم کا لُٹ گیا زیور، مدد نہ کی تم نے
چھنی ردائیں، جلا گھر، مدد نہ کی تم نے

میدانِ حشر میں سیّدہؑ عالم کا ورود

حشر آئے گا بتولؑ جو محشر میں آئیں گی | سب خلق روئے گی وہ قیامت مچائیں گی
روتی ہوئی جو بارگہِ حق میں جائیں گی | یہ کہہ کے عرشِ پاک کا پایہ ہلائیں گی

لونڈی بھی آج تیری عدالت میں آئی ہے
میں کربلا میں لُٹ گئی یارب دُہائی ہے

تیروں سے چھن گیا دلِ اصغرِ بتولؑ کا | چھریوں سے ذبح ہو گیا دلبر بتولؑ کا
جنّت میں بھی کھُلا ہی رہا سر بتولؑ کا | انصاف کر کہ صاف ہوا گھر بتولؑ کا

جب تک نہ سارے دوستوں کو بخشواؤں گی
خونِ حسینؑ کا کبھی بدلہ نہ پاؤں گی

مرثیہ ۲۹

راہِ شام میں جنابِ سکینہؑ کے ناقے سے گرنے اور جنگل میں تنہا رہ جانے کی روایت

عالم سے صبرِ سیّدِ ابرارؑ بڑھ گیا | پر حلم میں حسینؑ سے بیمار بڑھ گیا
تپ کی بلا میں قید کا آزار بڑھ گیا | حیدرؑ سے بھی حسینؑ کا دلدار بڑھ گیا

یہ ظلم آنکھ سے اسد اللہؑ دیکھتے؟
سر ننگے ماں بہن کو ید اللہؑ دیکھتے!

سب سے سوا مصیبتِ بنتِ حسینؑ ہے | کیونکر نہ ہو کہ فاطمہؑ کی نورِ عین ہے
بچّی کو راہِ شام میں راحت نہ چین ہے | یہ دکھ ہیں اور لب پہ نہ شکوہ نہ بَین ہے

دل کہہ رہا ہے روئیے غم کے وفور سے
پر شمر تازیانہ دکھاتا ہے دور سے

واحسرتا یہ قہر، یہ آفت یہ انقلاب | وہ غم وہ سفر وہ حرارت وہ اضطراب
وہ مقنع و ردا کے عوض سر پہ آفتاب | وہ ریسماں کے زخم کی سوزش وہ قحطِ آب

یارب نہ بے گناہوں کو ایسی سزا ملے
اک روز تڑپیں ایک دن آب و غذا ملے

اک روز اک مقام پہ ایسا تعب ہوا | فرطِ عطش سے لشکرِ کیں جاں بلب ہوا
اک شور تھا کہ ناریوں پہ قہرِ رب ہوا | گرمی نے دل میں آگ لگا دی غضب ہوا

قیدی بھی مضطرب تھے قیامت کی پیاس تھی
بنتِ حسینؑ سب سے سوا بے حواس تھی

سقّوں نے مشکیں کھول دیں بہرِ سپاہِ شام | وہ آبِ سرد اور چھلکتے ہوئے وہ جام
وہ العطش کا شور وہ پیاسوں کا ازدحام | وہ ابتری وہ شمرِ ستمگر کا اہتمام

بچّی بھی جام لے کے شقی کے قریں گئی
فرطِ عطش سے زار و نزار و حزیں گئی

کوزہ دکھا کے بولی یہ اُس بد صفات سے | سقّا مرا ابھی نہیں آیا فرات سے
پانی کے واسطے میں تڑپتی ہوں رات سے | تیری ثنا کروں گی شہِ کائنات سے

اُس نے کہا کہ تجھ پہ نہ کیوں رحم کھاؤں گا
سب کو پلا کے تجھ کو بھی پانی پلاؤں گا

جب وہ شریر فوج کو پانی پلا چکا | بچّی نے تھرتھرا کے کہا اب تو رحم کھا
بولا وہ نابکار کہ اے غم کی مبتلا | گھوڑے بھی تشنہ لب ہیں بہت صبر کر ذرا

گھوڑوں کے بعد ناقوں کو پانی پلا دیا
"لے" کہہ کے سب زمین کے اوپر بہا دیا

بچی تڑپ کے رہ گئی سینہ دہل گیا | ظالم کے چیخنے سے کلیجہ اچھل گیا
ننھے سے دل پہ خنجرِ بیداد چل گیا | گویا زبان بند ہوئی دم نکل گیا
سیلی کے ڈر سے سہم کے خاموش ہو گئی
ٹھنڈی زمیں پہ گرتے ہی بیہوش ہو گئی

تا دیر آنکھ کھولی نہ محوِ فغاں ہوئی | یوں چپ پڑی کہ جیسے جناں کو رواں ہوئی
یاں تک کہ رات ہو گئی، شب کی اذاں ہوئی | فوجِ یزید جانبِ کوفہ رواں ہوئی
قیدی چلے گئے، یہ دل افگار رہ گئی
تنہا فقط حسینؑ کی دلدار رہ گئی

چونکی تو پھر نہ شمرِ ستمگر نظر پڑا | ناقے نظر پڑے نہ وہ لشکر نظر پڑا
نیزے پہ خوں میں تر نہ کوئی سر نظر پڑا | مادر نظر پڑی نہ برادر نظر پڑا
ننھا سا دل دھڑکتا تھا حالت سقیم تھی
جنگل تھا، شب کا وقت تھا، تنہا یتیم تھی

یارو تمہیں مصیبتِ شبیرؑ کی قسم | دادی کا دکھ سوا تھا کہ پوتی کا رنج و غم
وہ تیرگی وہ دشت وہ تنہائی وہ ستم | ماں کو صدائیں دے کے تڑپتی تھی دم بدم
کہتی تھی یا حسینؑ مصیبت کو رد کرو
عمو کہاں ہو آؤ ہماری مدد کرو

بچی کا رونے روتے یہاں دم اکھڑ گیا | اور واں سرِ حسینؑ کا نقشہ بگڑ گیا
نیزہ زمیں پہ چھوٹ پڑا اور گڑ گیا | پھر عابدِؑ مریض مصیبت میں پڑ گیا

کوڑے لگا کے بولے ستمگار کیا ہے یہ
عابدؑ تمھارے سحر کی دیکھو سزا ہے یہ

رو کر وہ بولے مالکِ صبر و رضا ہوں میں | بس ظالمو ستم نہ کرو بے خطا ہوں میں
قائمِ مقامِ بادشہِ انبیاء ہوں میں | سحر اور لوگ کرتے ہیں معجز نما ہوں میں

سوئے عقب جو روئے سرِ شاہ پھر گیا
شاید کہ راہ میں کوئی معصوم گر گیا

یہ سن کے شمرِ نحس چلا بہرِ جستجو | منزل پہ اک یتیم نظر آئی ایک سو
عباسؑ کو پکار رہی ہے وہ ماہ رو | جھنجلا کے بولا پانی پہ اب تک پڑی ہے تو

منہ پر طمانچہ مار کے دھمکا کے لے چلا
بچی کو اپنے ہاتھ میں لٹکا کے لے چلا

ظالم کو چشمِ یاس سے تکتی ہوئی گئی | پیاسی میں دم کہاں تھا سسکتی ہوئی گئی
ڈر سے نہ رو سکی، نہ بلکتی ہوئی گئی | معصوم بین کو بس پھڑکتی ہوئی گئی

دستِ قضا شریر کا دستِ طویل تھا
مر بھی گیا تو ننھی کلائی پہ نیل تھا

مرثیہ ۳

کوفے میں فرقِ امامِ مظلوم کی سر حضرتِ مسلمؑ سے گفتگو

دیارِ کوفہ میں جب آلِ مصطفیؐ آئی — تو ایک خلق تماشے کو جا بجا آئی
رسولِ پاکؐ کی عترت جو بے ردا آئی — صدائے گریۂ زہراؑ و مرتضیٰؑ آئی
نیا ستم تھا کہ رونے کو جی ترستا تھا
نبیؐ کی آل پہ پتھر کا مینہ برستا تھا

حرم نے بیٹھی دربار کی خبر جو سنی — بُلا کے شمرِ لعیں کو پکاریں بنتِ علیؑ
سُنا ہے سات سو کرسی نشیں وہاں ہیں شقی — ہمیں ردا تو اُڑھا دے کہ ہم ہیں آلِ نبیؐ
پکارا ہنس کے ستمگر یہ ہو نہیں سکتا
تمہیں نصیب ہو چادر یہ ہو نہیں سکتا

یہ سُن کے اہلِ حرم دل پہ داغ کھا کے چلے — اسی طرح سے وہ ناچار سر جھکا کے چلے
ہجومِ عام میں دُکھ سہہ کے غم اٹھا کے چلے — لعیں کی بزم میں بالوں سے منہ چھپا کے چلے
درِ امیر پہ کیسا کیا نہ شور و شر دیکھا
لکھا ہے واں سرِ مسلمؑ لہو میں تر دیکھا

وہ فرق دیکھ کے بولی یہ زینبؑ ناچار
مرے غریب برادر ہیں تیرے سر کے نثار
مگر حسینؑ کے سر سے ہوئیں جو آنکھیں چار
قریب آکے تھا فرقِ سیّدِ ابرار
نِدا یہ آئی کہ یا شاہ السّلام علیک
علیؑ و فاطمہؑ کے ماہ السّلام علیک

پکارے شہ وعلیک السّلام اے بھائی
شہیدِ ظلم ہوئے تم بھی میرے شیدائی
تمہیں بھی عالمِ غربت میں یاں اجل آئی
یہ کس شقی نے قیامت غریب پر ڈھائی
کہا، عدوئے شہِ بے نظیر نے مارا
دَغا سے ابنِ زیادِ شریر نے مارا

بسِ فنا بھی اِن آفات میں گھرا مَولا
کہ بام سے تنِ بے سر مرا گرا مَولا
بندھا تھا پاؤں میں رسّی کا اک سرا مَولا
تمام شہر میں لاشہ کھنچا پھرا مَولا
خبر دَغا کی امامِ غیور تک نہ گئی
حضور! کیا مری عرضی حضور تک نہ گئی

میں لکھ چکا تھا کہ یثرب کی سمت جائیں حضور
خدا کے واسطے تشریف یاں نہ لائیں حضور
سپاہِ ظلم سے دھوکا کہیں نہ کھائیں حضور
دَغا میں طاق ہیں کوئی اِدھر نہ آئیں حضور
لکھا تھا یہ بھی کہ بچّے بلا میں پڑ گئے ہیں
جو ساتھ آئے تھے، دونوں یہاں بچھڑ گئے ہیں

علیؑ کے شبرِ دم پاس ڈھونڈ لیں اُن کو | سفر میں ثانیِ الیاسؑ ڈھونڈ لیں اُن کو
کبھی تو دُور کبھی پاس ڈھونڈ لیں اُن کو | ہر اک دیار میں عباسؑ ڈھونڈ لیں ان کو

بتایئے وہ مرے مہ جبیں ملے کہ نہیں
امامِ دیں کو وہ بچے کہیں ملے کہ نہیں

سرِ حسینؑ پکارا کہ ہائے اے بھائی | عجب الم کے یہ کلمے سنائے اے بھائی
بن زیاد نے کیا قہر ڈھائے اے بھائی | پیام آپ کے ہم تک نہ آئے اے بھائی

پئے تلاش بنوں میں نہ خستہ جاں پہنچے
خبر نہیں کہ وہ آفت زدہ کہاں پہنچے

غضب ہوا ابھی کمسن وہ لال آ چکے تھے | اِن آفتوں کے لیے خورد سال آ چکے تھے
حسین ماہ جبیں خوش جمال آ چکے تھے | مگر وطن میں جو دو نونہال آ چکے تھے

بلا کے بن میں وہ مظلوم بھی شہید ہوئے
ہمارے ساتھ وہ معصوم بھی شہید ہوئے

تمھارے ہر مہِ انور کا سر سناں پر ہے | مرے جوان علیؑ اکبر کا سر سناں پر ہے
صغیرِ حسین علیؑ اصغر کا سر سناں پر ہے | تمھارے شبر برادر کا سر سناں پر ہے

بہن کے گھر کو نہ عباسؑ کچھ سنبھال سکے
اخی! تمھاری رقیہؑ کو ہم نہ پال سکے

مرثیہ ۳۱

دربارِ یزید

لکھا ہے جب سرِ دربار اہلبیتؑ آئے | رسن میں مثل گنہگار اہلِ بیتؑ آئے
میانِ محفلِ میخوار اہلِ بیتؑ آئے | قریبِ تختِ ستمگار اہلِ بیتؑ آئے

پکارا شمر کہ حاکم کا احترام کرو
امیرِ شام کو جُھک جُھک کے سب سلام کرو

یہ سُن زینؑبِ عبا نے لہُو کا گھونٹ پیا | کبھی فلک کو کبھی ماں پھوپی کو دیکھ لیا
میں کس زباں سے کہوں شمر نے جو قہر کیا | امامؑ پاک کا سر بے حیا کی نذر کیا

یزیدِ نحس نے حیرت کے طور سے دیکھا
کبھی حرم کو کبھی سر کو غور سے دیکھا

بگڑ کے بولا کہ صدمہ کمال ہے اے شمر | ارے یہ فرقِ شہِ خوش خصال ہے اے شمر
رسن میں کیا یہ محمدؐ کی آل ہے اے شمر | صریح یہ ترا دھوکا ہے چال ہے اے شمر

جمالِ سیّدِ ابرار میں نے دیکھا ہے
علیؑ کے لال کو سو بار میں نے دیکھا ہے

بھلا یہ ابنِ جنابِ امیرؑ کا سر ہے | وہ بادشاہ تھے یہ تو فقیر کا سر ہے
یہ نورِ عینِ رسولِؐ قدیر کا سر ہے | نبیؐ کا لال جواں تھا یہ پیر کا سر ہے

یہ مکر قابلِ غیظ و عتاب ہے کہ نہیں
یہ دیکھ ریش پہ اس کی خضاب ہے کہ نہیں

مجھے بتا تو سہی کس پہ حشر ڈھایا ہے | یہ کس غریب کے گھر کو مٹا کے آیا ہے
وہ کون تھا جسے اس طرح سے ستایا ہے | یہ کس کی لونڈیاں رسّی میں باندھ لایا ہے

یہ مالکوں کی سزا سے ذلیل ہیں اے شمر
جبھی تو منہ پہ طمانچوں کے نیل ہیں اے شمر

بتا دے اب مجھے سچ سچ کیا یہ کس پہ ستم | یہ کس کا فرق ہے لایا ہے جس کو کر کے قلم
مریض کون ہے یہ اور کس کے ہیں یہ حرم | پکارا شمر کہ مالک ترے نمک کی قسم

مجھے خیال شب و روز تیرے چین کے ہیں
یہ سر حسینؑ کا ہے، یہ حرم حسینؑ کے ہیں

یہ عترتِ اسدِ ذوالجلال ہے واللہ | مریض یہ شۂ بیکس کا لال ہے واللہ
حسینؑ ہی کے حرم کا یہ حال ہے اللہ | رسن میں سب یہ پیمبرؐ کی آل ہے واللہ

رخوں پہ نیل ہیں جنگل میں منہ کو پیٹا ہے
یہ شہؑ کی لاش پہ مقتل میں منہ کو پیٹا ہے

ابھی تجھے نہیں معلوم کیا کیا میں نے | جو مجھ پہ حقِ نمک تھا ادا کیا میں نے
نبیؐ کا پاس نہ خوفِ خدا کیا میں نے | سرِ حسینؑ کو تن سے جدا کیا میں نے

حرم کے شور پہ بھی دم نہ زینہار لیا
بہن کے سامنے بھائی کا سر اُتار لیا

یہ سچ ہے عمر میں کم بے گماں تھے سبطِ نبیؐ | وغا کے دن بھی سحر کو جواں تھے سبطِ نبیؐ
قریبِ عصر مگر ناتواں تھے سبطِ نبیؐ | پسر کے داغ سے جھک کر کماں تھے سبطِ نبیؐ

جری کی ریش پہ آرامِ جاں کا خون یہ ہے
اِسے خضاب نہیں بے زباں کا خون یہ ہے

کہا کہ شاہ کے دلبر کا سر ہمیں بھی دکھاؤ | حسینؑ کے مہِ انور کا سر ہمیں بھی دکھاؤ
صغیر سبطِ پیمبرؐ کا سر ہمیں بھی دکھاؤ | امامِ پاک کے اصغر کا سر ہمیں بھی دکھاؤ

رباب رو کے پکاریں کہ حشر آتا ہے
ارے لعیں مرے بچے کا سر منگاتا ہے

سرِ صغیر کو ناری جو سامنے لائے | میانِ بزم لعینوں کے قلب تھرائے
یزیدِ نحس کے دل پر بھی ابرِ غم چھائے | سیاہکار کی آنکھوں میں اشک بھر آئے

نظر جھکا کے پکارا یہ کیا کیا ظالم
اسے بھی تیر سے مارا بُرا کیا ظالم

جب اس کے حلق پہ تیرِ جفا لگا ہوگا | تو اس کی ماں کا بھلا حال کیا ہوا ہوگا
یہ شیر خوار نے کیونکر ستم سہا ہوگا | ابھی تو ایک برس کا یہ مہ لقا ہوگا

پکاری ماں یہ جفا کا نیا قرینہ تھا
جب ان کا دودھ چھٹا ہے چھٹا مہینہ تھا

فاطمۂ زہرا

مسند نشینِ بزمِ طہارت ہیں فاطمہؑ | دُرِّ یتیم تاجِ شفاعت ہیں فاطمہؑ
نفسِ نفیسِ جسمِ رسالت ہیں فاطمہؑ | اصلِ اصولِ نخلِ امامت ہیں فاطمہؑ

بچّے بھی ان کے رشکِ خلیلؑ و ذبیحؑ ہیں
چھوٹے ہیں دونوں لال کلیمؑ و مسیحؑ ہیں

مریم بھی ان سے کم ہیں مسیحا سے پوچھ لو | آدھا بھی مرتبہ نہیں سارا سے پوچھ لو
اپنوں کا کیا ہے تذکرہ اعدا سے پوچھ لو | جاؤ مباہلے میں نصاریٰ سے پوچھ لو

زہراؑ سی عورتیں ہیں نہ حیدرؑ سے مرد ہیں
ختم الرسلؐ کے بعد یہ زوجین فرد ہیں

روایتِ ہند

جب بنی فاطمہؑ زندانِ بلا میں آئے | اک نئی منزلِ تسلیم و رضا میں آئے
دل کو پکڑے ہوئے یادِ شہدا میں آئے | بال بکھرائے بہتّر کی عزا میں آئے

رحم کھاتا تھا نہ کوئی نہ بُکا سُنتا تھا
ایک تو ہندِ حزیں ایک خدا سُنتا تھا

ہند کہتی تھی ارے کون یہ جاں کھوتا ہے | جس کی فریاد کو سُن سُن کے قلق ہوتا ہے
غمزدہ وہ ہے کہ شب کو بھی نہیں سوتا ہے | دل مرا پھٹتا ہے صدمے سے یہ جب روتا ہے

کون بیوہ ہے جو یوں اشکوں سے منہ دھوتی ہے
جس طرح اپنے جواں لال کو ماں روتی ہے

ایک لونڈی نے یہ کی عرض کہ بی بی میں فدا | یا کسی کے ہیں حرم قید، جو کرتے ہیں بکا
ہند بولی کہ یہ ہیں کون، کہو بہرِ خدا | وہ نہ ہو بات کہیں جسکا مجھے ہے کھٹکا

خواب میں رات جو زہراؑ مرے گھر آئی تھیں
خاک چہرے پہ ملے، برہنہ سر آئی تھیں

مجھ سے قربانی تھیں، کچھ راہِ خدا دے مجھ کو | سعی کر کے سرِ شبیرؑ دلا دے مجھ کو
بال بکھرائے ہوں چادر تو اڑھا دے مجھ کو | ہند اب قید سے للّٰلہ چھڑا دے مجھ کو

دلیس میں تیرے مصیبت میں گرفتار ہوں میں
یوں لٹی ہوں کہ بہتّر کی عزادار ہوں میں

مَیں ابھی جاؤں گی زنداں میں کنیزو آؤ | چوبداروں سے کہو لائیں قناتیں، جاؤ
کھانا پانی بھی اسیروں کے لیے منگواؤ | ان غریبوں سے بھی ہاں جلد اجازت لاؤ

لاکھ قیدی سہی یہاں تو ہمارے وہ ہیں
پاس لازم ہے کہ دُکھ درد کے مارے وہ ہیں

لونڈیوں نے جو یہ زنداں میں خبر پہنچائی | قیدیوں کے رُخِ پُر نور پہ زردی چھائی
رو کے زینبؑ نے کہا، ہائے قیامت آئی | جلد آؤ مجھے دامن میں چھپا لو بھائی

خاک پر بیٹھی ہوں منہ ڈھانپے ہوئے بالوں سے
ہند دیکھے گی مجھے قید میں ان حالوں سے

بے نوائی پہ مری گر وہ ترس کھائے گی | ڈھانپنے کو مرے بالوں کے رِدا لائے گی
مَیں بھی بیٹی ہوں سخی کی مجھے شرم آئے گی | بی بیو مجھ سے یہ ذلت نہ سہی جائے گی

یا خدا، قیدیوں میں ماتمِ تازہ دیکھے
ہند یاں آئے تو زینبؑ کا جنازہ دیکھے

یاں بہاتے تھے حرم سُن کے یہ نالے آنسو | اُدھر آتی تھی وہ دل چاک بکھیرے گیسو
تا بہ زنداں درِ شاہی سے وہ پہرا ہر سُو | لونڈیاں چار طرف بیچ میں ہندِ خوشخو

وسوسے دل میں جو تھے فکر میں جاں کھوتی تھی
خواب کے دھیان میں منہ ڈھانپے ہوئے روتی تھی

درِ زنداں پہ جو آئی وہ کنیزِ شبیرؑ | ایک بیمار کو دیکھا کہ ہے کلفت میں اسیر
نیم جاں غش میں جو تھا بستۂ طوق و زنجیر | عطر اشکوں کا چھڑک کر یہ پکاری دلگیر

مُنہ سے بولو، مجھے کچھ حال سُناؤ اپنا
جاں بلب غم سے ہوں میں، نام بتاؤ اپنا

غش سے چونکا یہ صدا سُن کے جو پابندِ بلا | کھول کر آنکھ کہا، نام ہے قیدی میرا
اُس نے پوچھا جو مرض، بولے فراقِ شہدا | رو کے وہ بولی دوا کیا ہے، کہا آہ و بکا

بسترِ خاک پہ غش آ کے لِٹا دیتا ہے
دردِ دل اُٹھ کے مُصلّے پہ بٹھا دیتا ہے

اُس نے پوچھا کہ خطا کیا ہے، کہا حق طلبی | پوچھا شاہد ہے کوئی، بولے بِاَبِّی وَاُمّی
پوچھا ہمدرد کوئی ہے، تو کہا روحِ نبیؐ | پوچھا تسکیں کوئی دینا ہے، کہا تشنہ لبی

بولی وہ، صبح سے کھانے کو بھی کچھ پایا ہے
بولے ہاں کیوں نہیں، دُرّہ تو ابھی کھایا ہے

پوچھا ناصر ہے کوئی، بولے چھری سب نے چلی | پوچھا پھر کون ہے غمخوار، کہا نادِ علیؑ
پوچھا سر پر کوئی وارث ہے، کہا حق کا ولی | پوچھا نادر کا ہے کیا نام، کہا کوکھ جلی

بولی دل تھام کے وہ، باپ کو کیا کہتے ہیں
رو کے فرمایا کہ مذبوحِ قفا کہتے ہیں

پوچھا دلسوز ہے اب کون، کہا دلشکنی | پوچھا کیا درد کا درماں ہے، کہا سینہ زنی
پوچھا مذہب کو تو فرمایا کہ ہیں پنجتنی | اُس نے پوچھا جو وطن کو تو پکارے مدنی

بولی گھبرا کے، محمدؐ کا پسر خیر سے ہے
بولے عزّ و شرفِ خیرِ بشر خیر سے ہے

پوچھا اک اُن کے برادر ہیں، کہا ہاں عباسؑ | مرتبے میں وہ ہوئے فخرِ جنابِ الیاسؑ
پوچھا عابدؑ کا ہے کیا حال، کہا دل ہے اداس | آج کل تپ میں گرفتار ہیں وہ نیک اساس

پوچھا اکبرؑ کی دلھن آئی، گھر آباد ہوا؟
بولے پروان چڑھے، باپ کا دل شاد ہوا

ہند نے جب خبرِ آلِ پیمبرؐ پائی | شکر کرتی ہوئی رانڈوں کی طرف کو آئی
بعد مجرے کے یہ تقریر زباں پر لائی | ہموطن اُن کے ہو تم، جن کی ہوں میں شیدائی

بے ردائی کی نہ فاقوں کی مصیبت جھیلو
نذرِ شبیرؑ یہ کھانا یہ ردائیں لے لو

خواہرِ شہؑ نے کہا رو کے بحالِ مضطر | اس عنایت کی جزا دے تجھے ربِّ اکبر
مستحق جو ہیں کھلا اُن کو یہ کھانا خواہر | ہم یونہی قید میں دلشاد ہیں دُرّے کھا کر

یہ ردائیں تری بخشی ہوئی کیونکر اوڑھیں
جن کا وارث نہ کفن پائے وہ چادر اوڑھیں

پھٹ گیا ہند کا دل سنتے ہی زینبؑ کی صدا | آ گئی کانوں میں آوازِ جنابِ زہراؑ
رو کے چلائی کہ تم کون ہو بی بی ہیں فدا | ڈھنگ خاتونِ قیامت کے ہیں سارے بخدا

بولیں زینبؑ کہ یہ شک ہے ترا بیجا بی بی
خلد سے قید میں کیا آئیں گی زہراؑ بی بی

پیٹ کر سر کو پکاری وہ ملول و مضطر | فاطمہؑ آپ نہیں، اُن کی مگر ہیں دختر
بولیں زینبؑ کہ بھلا قید ہوئیں وہ کیونکر | جن کا عباسؑ سا بھائی علی اکبرؑ سا پسر

وارثِ منزلتِ بنتِ پیمبرؐ وہ ہیں
دو اماموں کی بہن، ایک کی دختر وہ ہیں

ہند چلائی کہ مرتی ہوں جلا دو بی بی | رُخ سے یہ خاک بھرے بال ہٹا دو بی بی
میں نہ مانوں گی مجھے شکل دکھا دو بی بی | تم کو زہراؑ کی قسم نام بتا دو بی بی

سر جھکا کر کہا، ہاں فاطمہؐ کی جائی ہوں
اپنے ماں جائے کو کھو کر ترے گھر آئی ہوں

ہو گئے ذبح اخی اور نہ مجھے موت آئی ‌ ‌ ‌ میرے اکبرؑ نے جواں ہوتے ہی برچھی کھائی
ذکر کس کس کا کرے تجھ سے علیؑ کی جائی ‌ ‌ ‌ ایک عابدؑ کے سوا سب نے شہادت پائی

گھر محمدؐ کا جلا عترتِ اطہار لٹی
کربلا میں مرے ماں باپ کی سرکار لٹی

عقدِ معصومہ و معصوم

مسند نشینِ بزمِ کرامت دلھن بنی ‌ ‌ ‌ مشاطۂ عروسِ عبادت دلھن بنی
وجہِ کمالِ حُسنِ رسالت دلھن بنی ‌ ‌ ‌ قرآں پکارا رحلِ امامت دلھن بنی

ایسی کبھی کتخدائی نہ ہوگی خدائی میں
خالق نے گیارہ لال دیے رونمائی میں

جوڑا شہانہ سجنے لگے شاہِ ذوالفقار ‌ ‌ ‌ عزت عبا، جلال قبا، پیرہن وقار
بالائے سر عمامۂ اسرارِ کردگار ‌ ‌ ‌ نعلین وہ کہ دوشِ نبیؐ دیکھے بار بار

سہرا کلاہِ جود پہ حاجت روائی کا
کنگنا بندھا کلائی میں مشکل کشائی کا

مرثیہ ۳۲

وفاتِ جنابِ سکینہ علیہا السّلام

جب دخترِ شہ بانوؑ ناچار سے بچھڑی | زنداں میں بہن عابدِ بیمار سے بچھڑی
ماں کہتی تھی ہے ہے میں دلِ افگار سے بچھڑی | لو بی بی معصوم بھی نادار سے بچھڑی

اے لختِ دلِ کشتۂ شمشیر سکینہؑ
اٹھو تو منگا دوں سرِ شبیرؑ سکینہؑ

سب اشکوں سے منہ دھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو | سامانِ عزا ہوتے ہیں صدقے گئی اٹھو
جاں اپنی حرم کھوتے ہیں صدقے گئی اٹھو | سجّادِ حزیں روتے ہیں صدقے گئی اٹھو

حیران ہوں میں سجادؑ کا دم بھرتی تھیں تم تو
سجّادؑ کے رونے سے کڑھا کرتی تھیں تم تو

یاد آتا ہے بی بی کے غم و رنج کا سہنا | کانوں سے کبھی خون کبھی اشکوں کا بہنا
منہ سے مرا سر کھُلنے کا احوال نہ کہنا | بی بی مرے اصغرؑ کی خبر بھیجتی رہنا

اماں کی جدائی کا نہ غم کھائیو بی بی
جی، کھیل کے مانجائے سے بہلائیو بی بی

اِس ننھی سی میّت کے ہیں قربان سکینہؑ | کُل چار برس کی مری مہمان سکینہؑ
کیونکر ہو ترے دفن کا سامان سکینہؑ | مِل جانا کفن کا نہیں آسان سکینہؑ

زندان ہے رہنے کے لیے گھر بھی نہیں ہے
بی بی تمہیں معلوم ہے چادر بھی نہیں ہے

یہ غل جو سُنا حاکمِ اظلم نے قضا را | پوچھا کہ یہ کیا شور ہے تو کوئی پکارا
وہ لڑکی جو تھی قیدیوں کی آنکھوں کا تارا | آخر کو اُسے شمر کی بیداد نے مارا

رو رو کے زمانے سے سفر کر گئی بچّی
بابا کا جو سر چھین لیا مر گئی بچّی

یہ سُن کے شقی نے کہا عابدؑ سے یہ کہہ آؤ | اب رونے سے کیا فائدہ ہے رانڈوں کو سمجھاؤ
سونے کا مرے وقت ہے اس درجہ نہ چلاّؤ | کُل تین پہر رات ہے رو لیجو ٹھہر جاؤ

فریاد بھی کر لیجو اور رنج و محن بھی
میں دفن کا سامان بھی بھیجوں گا کفن بھی

یہ کہہ جو گئے آن کے ظالم کے سپاہی | دل تھام کے تڑپے حرم شبّیرِ الٰہی
ہیہات یہ قید اور یہ مصیبت یہ تباہی | بچّی کی یہ موت اور یہ رونے کی مناہی

ایسا تو سِتم خلق میں ہوتا نہیں لوگو
جس کا کوئی مرتا ہے وہ روتا نہیں لوگو

آخر سحرِ حشر نے منہ اپنا دکھایا | سجادؑ نے غسالہ کو زنداں میں بلایا
وہ لاش کے پاس آئی تو رو کر یہ سنایا | ہے ہے مجھے قسمت نے یہ کیا رنگ دکھایا

دل رنج سے سینے میں ٹھہرتا نہیں لوگو
اِس بچّی کا کُرتا تو اُترتا نہیں لوگو

اے بی بیو کیا سنتی ہو آنسو نہ بہاؤ | اے لوگو تنِ زار سے کُرتا تو چھڑاؤ
دوں غسل میں کیونکر کوئی تدبیر بتاؤ | کیا اس کو مرض تھا مجھے کچھ حال سناؤ

زینبؑ نے کہا کیا کہیں دل غم سے تپاں ہیں
کوڑوں کے یہ سب زخم ہیں دُرّوں کے نشاں ہیں

آخر کو یونہی غسل دیا رنج و محن میں | کُرتا بھی شہادت کو گیا ساتھ کفن میں
رو کر کہا عابدؑ نے کہ طاقت نہیں تن میں | یا شاہِ ہُدا خاک پہ کیا سوتے ہو بن میں

ناچار ہوں میں داغِ حزینہ نہ اُٹھے گا
بیمار سے تابوتِ سکینہؑ نہ اُٹھے گا

اے قاسمِ مضطر مجھے دل سے نہ بھلاؤ | بھیّا مجھے تنہائی میں اتنا نہ رُلاؤ
اکبرؑ تمھیں ہمشیر کے دفنانے کو آؤ | عباسؑ بھتیجی کے جنازے کو اٹھاؤ

بیکار مرے ہاتھ ہیں صدمے سے رسن کے
میں طوق سنبھالوں کہ جنازے کو بہن کے

مرثیہ ۳۴

چہلم، یزید کا خواب اور اہلِ بیتؑ کی رہائی

حسینؑ بیکس و بے پر کا آج چہلم ہے | تمام فاطمہؑ کے گھر کا آج چہلم ہے
سپاہِ سبطِ پیمبرؐ کا آج چہلم ہے | علیؑ کے گھر میں بہتّر کا آج چہلم ہے

نہ فاطمہؑ نہ پیمبرؐ ہیں باغِ رضواں میں
وہ قتل گاہ میں روتے ہیں اور یہ زنداں میں

امامِ بے کس و بے آشنا کا چہلم ہے | شہیدِ ظلم و قتیلِ جفا کا چہلم ہے
علیؑ و فاطمہؑ کے دلربا کا چہلم ہے | نبیؐ کے گھر میں شہِ کربلا کا چہلم ہے

حرم میں غل ہے کہ عباسؑ کبریا کے لیے
ذرا سا پانی تو بھجوا دو فاتحہ کے لیے

شہیدِ خنجر و تیر و سناں کا چہلم ہے | غریب و بیکس و بے خانماں کا چہلم ہے
ذبیحِ عصر و امامؑ زماں کا چہلم ہے | بہن تو قید ہے اور بھائی جاں کا چہلم ہے

عجیب فکر میں بیٹی شہِ حنین کی ہے
نہ فاتحہ کی اجازت نہ شور و شین کی ہے

سحر کو حاکمِ غفلت شعار خواب میں تھا | مگر حسینؑ کا فرزند پیچ و تاب میں تھا
نظر زمیں پہ تو دل ابنِ بوترابؑ میں تھا | نبیؐ سے داد طلب فرطِ اضطراب میں تھا

رسولؐ حاکمِ اظلم کے خواب میں آئے
شقی کے ظلم و ستم پر عتاب میں آئے

غضب میں آکے یہ اُس بیحیا سے فرمایا | ارے شقی تجھے اب بھی نہ مجھ پہ رحم آیا
مری بتولؐ کو تُو نے لحد میں تڑپایا | مرے حسینؑ نے اب تک کفن نہیں پایا

یہ ظلم و جور ہوا تھا کبھی زمانے میں
کہ بے گناہوں کو بھیجا ہے قید خانے میں

قلم ہوا مرا گلزار میں نے صبر کیا | شہید ہو گئے دلدار میں نے صبر کیا
اُجڑ گئی مری سرکار میں نے صبر کیا | حرم پھرے سرِ بازار میں نے صبر کیا

مگر مریضؑ کو ہاتھوں سے کھو نہیں سکتا
ترے رسولؐ سے اب صبر ہو نہیں سکتا

جو اب بھی باز نہ آیا تو میں سزا دُونگا | جنابِ نوحؑ کے مانند بددُعا دُونگا
اِک آہ کھینچ کے برقِ غضب گرا دُونگا | ابھی بتولؑ کو فریاد کی رضا دُونگا

اگر حرم نہ چھوڑا تو آفت آئے گی

یہ سُن کے خواب سے چونکا شقی تو گھبرایا | خود زادیوں کو رہائی کا حکم بھجوایا
حَرم پکارے کہ خالق نے رحم فرمایا | یہ شور سنتے ہی زین العبا کو ہوش آیا

رسن سے بازوئے زینبؑ جو سب کے ساتھ کھُلے
پکاریں قیدیو ماتم کرو کہ ہاتھ کھُلے

جب آفتوں کے گرفتار قید سے چھوٹے | امامؑ دیں کے عزادار قید سے چھوٹے
اسیر و مضطر و ناچار قید سے چھوٹے | جنابِ عابدِؑ بیمار قید سے چھوٹے

بُکا کا اذن جو پایا تو دل کو چین مِلا
حسینؑ تو نہ مِلے پر سرِ حسینؑ مِلا

قیامت آئی کہ شاہِ ہُدا کا سر آیا | پچھاڑیں کھائیں پسر نے بہن نے غش کھایا
سلام کر کے مریضِ الم یہ چِلّایا | بہت دنوں میں اسیروں کو یاد فرمایا

فراقِ شاہ میں قیدی کڑی اُٹھاتے تھے
غذا کے بدلے فقط تازیانے کھاتے تھے

تمھیں خبر بھی ہے اے شاہِ کربلا بابا | تمھارے بعد بَلا پر سہی بَلا بابا
بتولؑ لُٹ گئیں حیدرؑ کا گھر جَلا بابا | رسن میں بندھ گیا سادات کا گلا بابا

اسیرِ ظلم ہوئیں در بدر پھریں زینبؑ
حجاب کی ہے جگہ ننگے سر پھریں زینبؑ

مریضِ ہجر نے کیا کیا نہ شور و شر دیکھا   حضور کے سرِ پُرخوں کو نیزے پر دیکھا
ہجومِ عام حرم کے اِدھر اُدھر دیکھا   اسیروں کو سرِ بازار ننگے سر دیکھا
خرابے میں یہ مصیبت گذر گئی بابا
تمہاری لاڈلی گھٹ گھٹ کے مر گئی بابا

کربلائے معلّیٰ

اے کربلا نشیمنِ کرب و بلا ہے تُو   اے ارضِ پاک نسخۂ خاکِ شفا ہے تُو
اک کعبۂ طریقتِ عشق و وفا ہے تُو   اک جنّتِ شریعتِ نشو و نما ہے تُو
ہر ذرّہ تیرا حق طلب و حق سرشت ہے
تُو صبر کی زمیں پہ عمل کا بہشت ہے

اے وعدہ گاہِ ذبحِ عظیم اے حریمِ ناز   تو حُسن کا عراق ہے تو عشق کا حجاز
تُو عرشِ انکسار ہے، تُو کرسیِ نیاز   تُو کائناتِ شوق میں ہے اک جہانِ راز
بھاری ہے ذرّہ ذرّہ ترا مشرقین پر
دونوں جہاں کو ناز ہے تیرے حسینؑ پر

مرثیہ ۳۵

دفنِ شہدا
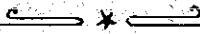
حرم جو قبرِ سکینہؑ پہ نوحہ گر آئے | ہجومِ یاس میں زنداں سے چھوٹ کر آئے
سرِ حسینؑ کو لے کر جو ننگے سر آئے | ندا یہ دی کہ سکینہؑ اٹھو پدر آئے

امامِ پاک کے سر کی بلائیں لو بی بی
حسینؑ لینے کو خود آئے ہیں چلو بی بی

لحد پہ گر کے یہ چلائی بانوئے نالاں | یہ بے نصیب بھی ملنے کو آئی ہے مری جاں
چچا سے جو تمھیں کہنا ہو کہہ دو میں قرباں | کہ عمو جان سے ملنے کو جاتی ہے اماں

سفر کا قصد ہے اصغرؑ کے غم میں مرتی ہوں
تمھاری قبر خدا کے سپرد کرتی ہوں

پھر آہ بھر کے اٹھی اور کہا بحالتِ زار | کہ اے غریب کی تربت یتیم سے ہشیار
ارے فشار کے قابل نہیں یہ دل افگار | کہ لشت کوڑوں سے زخمی طمانچوں سے رخسار

عیاں ہے تجھ پہ جو حالت جگر کباب کی ہے
ارے زمیں یہ امانت ابوترابؑ کی ہے

ولائے شاہؑ کا دل کو جو ولولا آیا | مریضِ ہجرِ پدر سُوئے کربلا آیا
ہوا یہ شور کہ لو حاملِ بلا آیا | دیارِ شام سے عترت کا قافلا آیا

مریضِ غم نے عجب صدمہ و محن دیکھا
پدر کی لاش کو بے گور و بے کفن دیکھا

پکارے یا شہِ ابرار السّلام علیک | وصیِ حیدرؑ کرّار السّلام علیک
ندا یہ آئی کہ بیمار السّلام علیک | حرم کے قافلہ سالار السّلام علیک

علیؑ کی طرح سے مشکل کشائی کی بیٹا
سقر سے اُمتِ جد کی رہائی کی بیٹا

قریبِ نہر یہ کلثومؑ جا کے چلّائی | اخی کے دفن کا ساماں ہے اور یہ تنہائی
مزار کھود رہا ہے پدر کا شیدائی | چھڑکنے کے لیے پانی تو لے چلو بھائی

بہن نے آکے یہ شرمندگی اٹھائی ہے
تمھاری بالی سکینہؑ کو کھو کے آئی ہے

حرم تو بیٹھ کے اشکِ عزا بہانے لگے | جنابِ عابدِؑ بیکس لحد بنانے لگے
پدر کی لاش کو جب قبر میں لٹانے لگے | وفورِ غم سے حرم سر پہ خاک اُڑانے لگے

پکاریں فاطمہؑ عابدؑ مجھے رُلاتے ہو
مری کمائی کو یوں خاک میں ملاتے ہو

فدائے لاشۂ مجروح سیّد الشہدا | لحد میں رکھتے ہی تڑپے مثالِ قبلہ نما
کہا مریض نے کیوں اضطراب ہے بابا | ندا یہ آئی کہ اکبرؑ کو لاؤ بہرِ خدا

پدر سے دور نہ آرامِ جاں کو دفن کرو
ہماری پائنتی اس نوجواں کو دفن کرو

یہ سُنکے لاشِ برادر پہ دی ندا جاکر | پدر نے یاد کیا ہے اُٹھو علی اکبرؑ
چچا کو پھر یہ پکارا وہ بیکس و بے پر | مدد کو آؤ کہ تنہا ہے عابدؑ مضطر

اُٹھائے کون مرے بھائی جان کا لاشہ
ہیں اک مریض یہ کڑیل جوان کا لاشہ

لہو میں غرق جو پایا جواں کے لاشے کو | گلے سے اپنے لگایا جواں کے لاشے کو
پھر آہ بھر کے اٹھایا جواں کے لاشے کو | پدر کے پاس لٹایا جواں کے لاشے کو

سلام کرنے لگا نورِ عین کا لاشہ
پسر کی لاش سے لپٹا حسینؑ کا لاشہ

مرثیہ ۳۶

واپسی قافلۂ کربلا
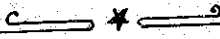
وطن میں جب حرمِ شاہِ نامدار آئے | ملول و مضطر و بیتاب و بیقرار آئے
جنابِ عابدِؑ بیمار اشکبار آئے | نبیؐ کی قبرِ مطہّر پہ سوگوار آئے
بکا سے روضۂ عالی وقار ہلنے لگا
فغاں وہ کی کہ نبیؐ کا مزار ہلنے لگا

کوئی پکاری کہ نانا فلک ستائی ہوں | میں شرم سے یہاں آنے میں تھرتھرائی ہوں
یہ نذر آپکے روضے پہ لے کے آئی ہوں | کہ ابنِ شیرِ خداؑ کی سنانی لائی ہوں
اخی کی لاش پہ میں کربلا میں رو آئی
تمھارے لال کو دشتِ بلا میں کھو آئی

کسی کا غل تھا کہ بازار میں گئی نانا | شتر پہ بلوۂ کفّار میں گئی نانا
غضب ہے مجلسِ میخوار میں گئی نانا | یزیدِ نحس کے دربار میں گئی نانا
شقی کی بزم میں کیا کیا نہ شور و شر دیکھا
ہزار ناریوں نے مجھ کو ننگے سر دیکھا

کسی نے فاطمہ صغراؑ سے بھی یہ آکے کہا | نبیؐ کی قبر پہ اُتری ہے آلِ خیرِ ورا
یہ سُن کے گھر سے چلی دخترِ امامؑ ہُدا | وہ شاد حضرتِ اُم البنینؑ وہ خوش صغراؑ
یہاں جو آئیں تو کچھ اور ہی سماں دیکھا
کہ چند بی بیوں کو مائلِ فغاں دیکھا

نبیؐ کی قبر پہ یوں رو رہی تھیں پیٹ کے سر | کہ بَین سُن کے لرزتے تھے اہلِ دل کے جگر
سیہ لباس تھا سب کا، پھٹی ہوئی چادر | رسن کے نیل نمایاں ہر اک کے بازو پر
الم میں دیکھنے والوں کی جان کھپتی تھی
لحد پہ ایک ضعیفہ تو یوں تڑپتی تھی

یہ اُس سے کہنے لگی فاطمہؑ جگر افگار | تمہارے حال پہ بی بی نہ چین ہے نہ قرار
کہاں سے آئی ہو کیا نام ہے میں تم پہ نثار | خبر ہو کچھ تو کہو حالِ سیدِ ابرارؑ
سُنا تھا ہم نے کہ تشریف لا رہے ہیں حسینؑ
کہیں ٹھہر گئے یا گھر کو آ رہے ہیں حسینؑ

وہ مڑ کے بولیں ارے گھر کی کھونے والی ہوں | ہر اک دم آنسوؤں سے منہ کی دھونے والی ہوں
فغاں میں اشکوں سے چادر بھگونے والی ہوں | میں غمزدہ ترے بابا کی رونے والی ہوں
نبیؐ کی راحتِ جاں بنتِ ضیغمِ رب ہوں
میں واری فاطمہؑ، تیری پھوپھی میں زینبؑ ہوں

وہ بولی ہائے پھوپی آپ کی یہ حالت ہے | نہ وہ جمال نہ پہلی سی اب وہ صورت ہے
یہ حال کیا ہے کہ بالکل سیاہ رنگت ہے | ہیں صدقے صاف کہو کیوں یہ جوشِ رقت ہے

کہا کہ فاطمہؑ کے نورِ عین مارے گئے
میں لٹ گئی ترے بابا حسینؑ مارے گئے

سفر میں قاسمؑ بے پر بھی مر گئے صغراؑ | پھوپی کے دونوں وہ دلبر بھی مر گئے صغراؑ
مرے جواں علی اکبرؑ بھی مر گئے صغراؑ | تمھارے ننھے برادر بھی مر گئے صغراؑ

نبیؐ کا لال بھی سب اقربا بھی قتل ہوئے
علیؑ کے شیر تمھارے چچا بھی قتل ہوئے

پکاریں مادرِ عباسؑ ہائے اے بچی | سفر میں تو نے یہ صدمے اٹھائے اے بچی
عجب یہ درد کے کلمے سنائے اے بچی | شہید ہو گئے زہراؑ کے جائے اے بچی

دمِ وغا مرے عباسؑ کا بھی نام آیا
بلائیں لیجیو مرا بچہ بھی شہ کے کام آیا

نثارِ شہ بھی ہوا میرا مہ جبیں زینبؑ | کچھ اس سے خوش ہوا زہراؑ کا نازنیں زینبؑ
سر اس کا دیتیں بجائے امامِ دیں زینبؑ | تم اس غریب سے ناراض تو نہیں زینبؑ

میں سچ کہوں کہ یہ تقصیر میں نہ بخشوں گی
جو تم خفا ہو تو شبیر میں نہ بخشوں گی

تڑپ کے بولیں کہ ہے ہے یہ بات لب پہ نہ لاؤ   وہ میرے بھائی کے شید اتھے انہیں پہ طیش نہ کھاؤ
پکاریں روکے یہ کلثومؑ دل مرا نہ ہلاؤ   وہ دیکھو بیٹھی ہیں بھابی انھیں گلے سے لگاؤ

تمام عمر مطیعِ امام بن کے رہے
کہ لونڈی بن کے رہے وہ غلام بن کے رہے

نئی حیات کا بانی

اک آدمِ جہانِ وفا خصلتِ حسینؑ   یعقوبِ امتحانِ بلا سیرتِ حسینؑ
ایوبِ صبر و نوحِ رضا فطرتِ حسینؑ   نازِ ربوبیت بخدا طاعتِ حسینؑ

بخشا تھا حق نے خود جسے صبر و رضا کا تاج
جس نے فنا کے ہاتھ سے پہنا بقا کا تاج

جو بے نیازِ عالمِ فانی تھا وہ حسینؑ   جو دو جہاں میں حق کی نشانی تھا وہ حسینؑ
جو روحِ حریت کی جوانی تھا وہ حسینؑ   جو اک نئی حیات کا بانی تھا وہ حسینؑ

جس نے کہ زندگی کا قرینہ سکھا دیا
مر کر خدا کی راہ میں جینا سکھا دیا

مرثیہ ۳۷

شہادت امام حسن علیہ السلام

شبیرؑ لگا کرتے ہیں، شبّرؑ کا سفر ہے | دنیا سے حسنؑ جاتے ہیں یہ ماہِ صفر ہے
اس وقت عجب کرب میں زہرؑا کا پسر ہے | بہنوں کی خبر ہے نہ برادر کی خبر ہے

احوال دگر گوں ہے ولی ابنِ ولی کا
ہیرے سے جگر چھن گیا دلبندِ نبیؐ کا

وہ زہرِ دغا پی کے ذرا سوئے تھے شبّرؑ | جو خواب میں خاتونِ جناں آئیں کھلے سر
فرمایا جگر بندِ ید اللہ سے رو کر | میں لینے کو خود آئی ہوں چلیے مرے دلبر

ماں جائے سے ملنا ہے تو مل لیجیے بیٹا
واری گئی سامانِ سفر کیجیے بیٹا

یہ سنتے ہی بیدار ہوئے حضرت شبّرؑ | سینے میں اٹھا درد کہ تڑپا دلِ مضطر
فرمایا کہ بھائی کو بلاؤ مری خواہر | شبیرؑ جو آئے تو کہا اشک بہا کر

مضطر ہے دل زار عجب دردِ جگر ہے
اب گھر سے خبردار برادر کا سفر ہے

دل تھام کے تب حضرتِ شبیرؑ پکارے | کیا کہتے ہو اے احمدِ مختار کے پیارے
نانا ہیں نہ امّاں ہیں نہ بابا ہیں ہمارے | پھر تم ہو گئے اگر آپ بھی جنّت کو سدھارے

سب جان کے دشمن ہیں نہ منہ موڑیے بھائی
اس وقت میں تنہا نہ ہمیں چھوڑیے بھائی

فرمایا کہ آئی تھیں ابھی خواب میں امّاں | کہتی تھیں کہ لینے تمھیں آئی ہوں مری جاں
گھر سونپ کے بھائی کو چلے آؤ میں قرباں | شبیرؑ ہم اب اور کوئی دم کے ہیں مہماں

اب عزتِ زہراؑ سے خبردار برادر
اللہ کو سونپا مرے ناچار برادر

یہ کہتے ہی پھر دردِ جگر نے جو ستایا | تب سیّدِ مسموم نے اک ظرف منگایا
اُبکائیاں آنے جو لگیں منہ کو جھکایا | الماس سے کٹ کٹ کے کلیجہ نکل آیا

ٹکڑے تھے بہتّر دلِ شبّر کے لگن میں
تھا مقتلِ شبیرؑ نہاں مرگِ حسنؑ میں

ہمشیر نے سر پیٹ کے یہ شور مچایا | میں کیا کروں لوگو مجھے قسمت نے ستایا
بے رحموں نے بھیّا کو مرے زہر پلایا | کس طرح بچے گا اسدُاللہ کا جایا

بس ہو گیا معلوم کہ ساماں ہیں سفر کے
دیکھو تو لگن بھر گیا ٹکڑوں سے جگر کے

شبّرؑ کو شہادت کا یقیں ہو گیا آخر | رو کر کہا بھائی سے خدا حافظ و ناصر
بس رہ گئے تھرّا کے شہِ صابر و شاکر | ہیرے کا اثر روئے حسینؑ پر ہوا ظاہر

سر پیٹ کے کلثومؑ پکاریں کہ یہ کیا ہے
کیوں فاطمہؑ کے لال کا منہ زرد ہوا ہے

شبّیرؑ سے بولے یہ جگر تھام کے شبّرؑ | قاسمؑ کو بلا لیجیے اے دلبرِ حیدرؑ
حاضر ہوئے جب وہ تو کہا بھائی سے رو کر | اس میری امانت سے خبردار برادر

ہاں آپ کی خدمت یہ بجا لائے گا بھائی
جب وقت پڑے گا تو یہ کام آئے گا بھائی

لازم ہے محبت تمھیں اس نیک خلف سے | آگاہ ہو تم بھی مرے جوہر کے شرف سے
خود ہم نے سنا ہے یہ شہنشاہِ نجف سے | تم پر یہ فدا ہوں گے برادر کی طرف سے

یہ کہتے ہی دنیا سے سفر کر گئے شبّرؑ
ہے ہے مرے قاسمؑ کہا اور مر گئے شبّرؑ

شبّیرؑ تڑپنے لگے دستار پٹک کر | نزدیک تھا دم تن سے نکل جائے بھڑک کر
بہنیں جو برادر کے لیے روئیں بلک کر | نالے تھے کہ سینوں پہ گری برق کڑک کر

زینبؑ کا یہ نوحہ تھا کہ یہ کیا ہوا لوگو
ماں جایا مرا بیکس و تنہا ہوا لوگو

بے آپ کے آنکھوں میں اُجالا نہیں بھائی | بہنوں کا کوئی پوچھنے والا نہیں بھائی
قاسمؑ نے ابھی ہوش سنبھالا نہیں بھائی | مکتب کا بھی ارمان نکالا نہیں بھائی

دولہا مرے قاسمؑ کو بناتے ہوئے جاؤ
اس لال کا سہرا تو دکھاتے ہوئے جاؤ

زہراؑ کی ندا آئی کہ ہے ہے مری پیاری | اب بیاہ کا قاسمؑ کے نہ کر ذکر میں واری
لٹ جائے گی مقتل میں یہ دولت مری ساری | شبیرؑ اسی صدقے نہ کرو گریہ و زاری

مشتاق ہے ماں دیر سے جنت میں حسنؑ کی
تدبیر کرو بھائی کے اب غسل و کفن کی

مظلوم نے یہ فاطمہؑ کا حکم جو پایا | میت کو دیا غسل، کفن رو کے پہنایا
زینبؑ کا جگر غم کے تصوّر نے ہلایا | یاد آ گیا وہ حال کہ منہ کو جگر آیا

کہتی تھیں کہ عاشور کو اب عرش ہلے گا
تم کو تو حسینؑ آہ کفن بھی نہ ملے گا

ہاں دوستو یہ وقت ہے اندوہ و محن کا | ماتم ہے جگر بندِ شہِ قلعہ شکن کا
زہراؑ نے کیا چاک گریبان کفن کا | سر کھول دو اب اٹھتا ہے تابوت حسنؑ کا

حیدرؑ بھی بکا کرتے ہیں زہراؑ و نبیؐ بھی
عباسؑ بھی روتے ہیں حسینؑ ابنِ علیؑ بھی

قاسمؑ کا بھی ننھا سا گریبان پھٹا ہے
حیدرؑ کے محبوں میں بھی اک حشر بپا ہے
دشمن بھی تڑپتے ہیں وہ فریاد و بکا ہے
تابوتِ حسنؑ روضۂ احمدؐ کو چلا ہے
ماتم میں نہیں ہوش بجا اب تو کسی کے
عمامہ نہیں سر پہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے

ہمراہ ہیں انصار و مہاجر بھی کھُلے سر
زینبؑ بھی ہیں کلثومؑ بھی اوڑھے ہوئے چادر
ناگاہ پکاری کوئی بی بی یہ تڑپ کر
اے امتیو! رحم کرو میرے پسر پہ
میّت پہ سنے ہیں یہ ستم چرخِ کہن کے
اب تیر برستے ہیں جنازے پہ حسنؑ کے
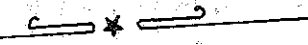
دوسرا امامؑ

اللہ رے رتبۂ حسنؑ آسماں مقام
کُنیت رسولِ پاکؐ سے پائی خدا سے نام
قرآں کا یہ شرف ہے حرم کا یہ احترام
اک تو نبیؐ کے نورِ نظر دوسرا امام
نانا نبیؐ سا، باپ امیرِ حنین سا
ماں فاطمہؑ سی قوّتِ بازو حسینؑ سا

مرثیہ ۳۸

شہادت امام زین العابدین علیہ السلام

جب عابدِ بیکس کو پیامِ اجل آیا | دنیائے دغاباز کی نیت میں بل آیا
وہ زہر دیا جس سے سکوں میں خلل آیا | مانندِ حسنؑ کٹ کے کلیجہ نکل آیا

ظالم نے مریضِ شہِ دلگیر کو مارا
شبرؑ کی طرح دلبرِ شبیرؑ کو مارا

اولادِ پیمبرؐ پہ مصیبت کا یہ دن ہے | پیاسے کے عزادار کی رحلت کا یہ دن ہے
مظلوم کے دلبر کی شہادت کا یہ دن ہے | عاشور کے بعد اور مصیبت کا یہ دن ہے

اس غم سے جگر چاک ہے زہراؑ و نبیؐ کا
اُٹھتا ہے عزادار حسینؑ ابنِ علیؑ کا

وہ زہر سے دم عابدِ بیکس کا اکھڑنا | سجادِ دل افگار کا باقرؑ سے بچھڑنا
بگڑی ہوئی تقدیر غریبوں کی بگڑنا | اُجڑا ہوا گھر فاطمہؑ زہرا کا اجڑنا

ویراں ہوا دربار ولی ابنِ ولی کا
بجھتا ہے چراغ آج حسینؑ ابنِ علیؑ کا

آئی شبِ رحلت، غمِ تازہ کی نشانی | کچھ ہوش میں آیا شہِ دلگیر کا جانی
باقرؑ سے کہا لاؤ وضو کے لیے پانی | پانی کو جو دیکھا تو ہوئی اشک فشانی
رو کر کہا نشتر ہے یہ غم قلب و جگر کو
دو دن بھی پانی نہ ملا میرے پدر کو

صدقے ہوئے شانے مرے عمّو کے اسی پر | جھولے ہیں اسی کے لیے تڑپے علی اصغرؑ
پھر آپ نے باقرؑ سے کہا پاس بلا کر | اس رات کو ہم تم سے جدا ہوتے ہیں دلبر
دینِ نبویؐ احمدِ ذی جاہ کو سونپا
گھر بار تمہیں اور تمہیں اللہ کو سونپا

سن لو یہ وصیت مری اے آنکھوں کے تارے | ناقے کو مرے پیار سے رکھنا مرے پیارے
بائیس حجوں میں یہ رہا ساتھ ہمارے | اس کو نہ کبھی بھول کے قمچی کوئی مارے
افسوس کہ حیوانوں پہ جس کے یہ کرم تھے
اس پیکرِ اخلاق پہ دُرّوں کے ستم تھے

القصّہ وضو کر کے مُصلّے پہ جب آئے | دہشت سے بدن کانپ گیا اشک بہائے
سجّادے پہ سجّادؑ پسینے میں نہائے | ہل ہل گیا گردوں جو لبِ پاک ہلائے
آواز یہ آتی تھی شہِ کرب و بلا کی
یہ طاعتِ آخر ہے مرے زینِ عبا کی

وہ نصف شب اور رضیِ تقدیر کا سجدہ | نورِ نظرِ کشتۂ شمشیر کا سجدہ
پیغامِ اجل تھا کہ وہ دلگیر کا سجدہ | جس طرح کہ عاشور کو شبیرؑ کا سجدہ

اُٹھے جو مصلّے سے تو غش کر گئے سجّادؑ
ہے ہے مرے بابا کہا اور مر گئے سجّادؑ

مجلس میں رسولُ الثقلین آئے ہیں یارو | زہراؑ و شہنشاہِ حنین آئے ہیں یارو
شبّرؑ بھی بصد شیون و شین آئے ہیں یارو | روتے ہوئے سر ننگے حسینؑ آئے ہیں یارو

اُمّت نے ستایا ہے امامِؑ ازلی کو
سر کھول کے پُرسہ دو حسینؑ ابنِ علیؑ کو

ہاں اہلِ ولا اب نہ توقف ہو بُکا میں | رونے کو بتولؑ آئی ہیں خود بزمِ عزا میں
سر پیٹ کے کہتی ہیں غمِ زینِ عبا میں | فریاد کو جاؤں گی میں دربارِ خدا میں

کیا خوب ہدایت کا صلہ تجھ کو ملا ہے
بے رحموں نے بچّے کو مرے زہر دیا ہے

جب غسل و کفن دینے لگے باقرؑ ذیجاہ | دیکھا کہ کئی داغ سبہ پشت پہ ہیں آہ
رو کر کہا، کیا چیز پسند آئی ہے یا شاہ | اس شام کے ہدیے کو لیے جاتے ہیں ہمراہ

ایسی کششیں مہرِ نبوّت میں کہاں ہیں
یہ پشت پہ اُمّت کی شفاعت کے نشاں ہیں

کھودی گئی تربت جو قریبِ حسنِ پاک | دل ہل گئے جب خاک کو سونپا بدنِ پاک
مرنے پہ بھی کہتا تھا یہ گویا بدنِ پاک | بے گور رہا تھا مرے بابا کا تنِ پاک

تھا دھوپ کا سایہ جسدِ شاہِ زمن پر
سجادِ حزیں خاک مرے دفن و کفن پر

اصحاب نے میت کو لحد میں جو اُتارا | جو چاہنے والے تھے بڑھے بہرِ نظارا
سرکا رُخِ روشن سے کفن کا جو کنارا | چہرے پہ نظر کر کے ہر اک رو کے پکارا

آنکھوں سے جو تا ریش لکیریں سی عیاں ہیں
چالیس برس اشک بہانے کے نشاں ہیں

باقرؑ نے کہا پیٹ کے سر اشک بہا کر | مظلوم پدر! چھوڑ چلے اب ہمیں کس پر
اب کون سنائے گا مصائب کے وہ دفتر | مقتل کی خبر، کوفے کے غم، شام کے منظر

پھر بیڑ لیوں کے زخم دکھاتے ہوئے جاؤ
مرہم تو جراحت پہ لگاتے ہوئے جاؤ

اے اُمتِ ظالم کی جفاؤں کے گرفتار | اے برہنہ سر قیدیوں کے مونس و غمخوار
اے اشک بہاتے ہوئے بچوں کے مددگار | رسّی میں بندھی بیبیوں کے قافلہ سالار

عترت کے نگہبان، خدا حافظ و ناصر
کنبے کے شتربان، خدا حافظ و ناصر

جنت میں ملیں جب شہِ مظلوم کے نانا بابا! انھیں امت کا ہر اک ظلم سنانا
وہ قیدِ ستم اور مری طفلی کا زمانہ رسّی میں لٹکتے ہوئے بازاروں میں جانا
زندان میں دل میرا بہلتا تھا انہی سے
مجرا مرا کہنا مری نادان پھوپی سے

امامِ زین العابدینؑ

مصحفِ منزلِ یٰسین مبیں ہیں سجادؑ خضرِ وادیٔ عرفان و یقیں ہیں سجادؑ
خاتمِ صبر و تحمل کے نگیں ہیں سجادؑ چار معصوموں کے سجادہ نشیں ہیں سجادؑ
خَلق میں جیسے علیؑ ہیں شہِ لولاک کے بعد
ہُو بہو ایسے ہیں یہ پنجتنِ پاک کے بعد

عمر مولا کی ہوئی حق کی عبادت میں بسر ایسے معصوم کا عابدؑ نہ لقب ہو کیونکر
صدفِ صبر کے دُر، بحرِ شہادت کے گہر تین اماموں کے جگر آٹھ اماموں کے پدر
تا قیام آپ کے صدقے میں جہاں قائم ہے
ان کے قائمؑ سے نماز اور اذاں قائم ہے

مرثیہ ۳۹

وفاتِ سرورِ کائناتؐ صلعم

اے اُمتیو روؤ کہ یہ فصلِ عزا ہے | اِس ماہِ صفر میں سفرِ خیرورا ہے
سادات میں فریاد ہے شیون ہے بُکا ہے | عاشورِ محرّم سے فزوں حشر بپا ہے
اک اور قیامت بھی اسی روز ہوئی ہے
شبّرؑ کی شہادت بھی اسی روز ہوئی ہے

اِس چاند نے دو داغ دیے آلِ عباؑ کو | شبّرؑ کو کبھی روؤ، کبھی خیرِ ورا کو
سادات کو راحت ہے نہ اصحابِ صفا کو | زہراؑ کو نہ تسکین نہ ضرغامِ خدا کو
رُخ زرد ہے محبوبِ الٰہی کو یہ تپ ہے
خورشید کی حدّت ہے تو بجلی کی تڑپ ہے

وہ نزع کے آثار وہ کونین کا ہادی | اس دھیان میں بیتاب بشرِ دیں کی خوزادی
بچوں کا ابھی بیاہ نہ دیکھا ہے نہ شادی | ناگاہ کسی نے درِ دولت پہ ندا دی
یا ختمِ رسلؐ آپ پہ تسلیمِ خدا ہو
مجرے کے لیے آؤں جو حضرت کی رضا ہو

زہراؑ نے کہا ہوش نہیں بھائی پھر آنا | اس وقت مناسب نہیں حضرتؐ کو جگانا
بیکار ستانا ہے انھیں ہوش میں لانا | اس بندۂ اللہ نے یہ عذر نہ مانا

چلّایا ابھی آؤں گا حضرتؐ کو جگا دو
میں جا نہیں سکتا مجھے آنے کی رضا دو

زہراؑ نے کہا حیف ہے اے بندۂ غفّار | کیسا تو بشر ہے کہ مروّت نہیں زنہار
حضرتؐ کا یہ عالم یہ تجھے عجلتِ دیدار | یوں وہ پکارا کہ مکاں ہل گیا اکبار

بولا نہ گیا دخترِ محبوبِؐ خدا سے
خود ختمِ رسل چونک پڑے اس کی صدا سے

بولے مری دلدار خدا حافظ و ناصر | اے باپ کی غمخوار خدا حافظ و ناصر
اے دخترِ ناچار خدا حافظ و ناصر | رخصت ہے یہ بیمار خدا حافظ و ناصر

کیا صابر و شاکر ہے خدا تجھ کو جزا دے
اے باپ کی شیدا اسے آنے کی رضا دے

یہ وہ ہے جو دیووں سے رکے اور نہ بشر سے | یہ وہ ہے کہ فوجوں سے رکے اور نہ زر سے
یہ وہ ہے کہ اپنوں کو چھپاتا ہے نظر سے | یہ وہ ہے کہ بچّوں کو چھڑاتا ہے پدر سے

بے خوف نہ کیونکر ہو کہ یہ قاصدِ رب ہے
ہاں اذن طلب ہے یہ ترے گھر کا ادب ہے

خاتونِ قیامت نے فرشتے کو بُلایا | اِس حفظِ مراتب نے مرے دل کو ہلایا
جس گھر میں کہ بے اِذن فرشتہ بھی نہ آیا | افسوس کہ اُمّت نے ادب اُس کا بھلایا

اک دن وہی دربار تھا اور فرقۂ شر تھا
بازار تھا یا احمدِ مختار کا گھر تھا

آخر ملک الموت حضورِ شہِ دیں آئے | جو مژدۂ رحمت تھا وہ پیغامِ خدا لائے
یعنی یہیں رہیے تو شفا آپ کو ہو جائے | گر عرش پہ چلیے تو وہ قدموں سے شرف پائے

یہ امر فقط رائے مبارک پہ رکھا ہے
جو آپ کی مرضی ہو وہی حق کی رضا ہے

شہؐ بولے میں جینے پہ رضامند نہیں ہوں | دنیائے دغاباز سے بیزار و حزیں ہوں
جی جاؤں اگر راہیِ فردوسِ بریں ہوں | پر منتظرِ آمدِ جبریلؑ امیں ہوں

یہ ذکر تھا جو عرش سے جبریلِؑ امیں آئے
تسلیم کو جھکتے ہوئے حضرتؐ کے قریں آئے

حضرتؐ نے کہا بھائی تعجب کی یہ جا ہے | اس وقت میں اور تم سا محب ہم سے جدا ہے
کی عرض کہ سرورؐ یہ عنایاتِ خدا ہے | سامانِ ضیافت اِسی خادم نے کیا ہے

فرمایا کہ بندہ کرمِ حق پہ فدا ہو
وہ کہیے کہ آئینۂ خاطر کو جلا ہو

کی عرض کہ شہ پر نظرِ لطفِ خدا ہے | حضرتؐ کے لیے تاجِ شفاعت بھی بنا ہے

فرمائیے اب اور مُراد آپ کی کیا ہے | شہؐ نے کہا وہ کہیے جو دل چاہ رہا ہے

مجکو تو شرف خالقِ ذی جاہ نے بخشا

بھائی مری امت کو بھی اللہ نے بخشا

جبریلؑ نے کی عرض کہ اے سیّدِ والا | اب فکر ہے کیا رَبُّکَ یُعْطِیْکَ فَتَرْضٰی

یہ سنتے ہی حضرت نے کہا شکرِ خدایا | پر حیف جسے امت کا دمِ مرگ یہ غم تھا

ان لوگوں نے کیا شاد کیا خیرِ بشرؐ کو

کس دھوم سے مہمان کیا اُن کے پسر کو

پھر شہؐ نے کئی بار کہا شکرِ خدایا | آخر ملک الموت کو نزدیک بُلایا

قدسی نے جو گلدستۂ فردوس سنگھایا | پھر دخترِ ناشاد نے دم تن میں نہ پایا

سر پیٹ کے چلّائیں کہ فریادِ خدا کی

میں لُٹ گئی لوگو مرے بابا نے قضا کی

قرآں ابھی پڑھتے تھے ہیں قربان تمھارے | نیند آ گئی یا روضۂ جنّت کو سدھارے

بچے مرے بیتاب ہیں ہیں گورِ کنارے | معراج سے پھر آئیے اللہ کے پیارے

تشویش میں مرتی ہوں جِلا دیجیے بابا

پھر نعرۂ تکبیر سُنا دیجیے بابا

کچھ حالِ دلِ زار سناتے ہوئے جاؤ | کب آؤ گے بابا یہ بتاتے ہوئے جاؤ
شبیرؑ کو کاندھے پہ چڑھاتے ہوئے جاؤ | بچّوں کا مرے بیاہ رچاتے ہوئے جاؤ
ہیں جانتی تھی دونوں کے اعزاز بڑھیں گے
ہاں آپ کے سائے میں یہ پروان چڑھیں گے

حیدرؑ کی وہ فریاد وہ بچّوں کا بلکنا | سینے کو کبھی پیٹنا گہ سر کو پٹکنا
نانا کی طرف کو نگہِ یاس سے تکنا | بسمل کی طرح فاطمہؑ زہراؑ کا پھڑکنا
جس طرح کہ خاتونِ جناں آپ کو روئیں
جنگل میں سکینہؑ بھی یونہی باپ کو روئیں

معصوم نے غربت میں عجب رنج اٹھایا | جب فوج نے جھلسے ہوئے خیمے میں بٹھایا
چلّائی کہ عمّو نے مجھے دل سے بھلایا | لوگو مجھے بابا نے بھی پانی نہ پلایا
غیروں کے تو وعدوں کو وفا کرتے ہیں بابا
کیوں جی بیوا ب تک ہاں کیا کرتے ہیں بابا

لوگو کوئی کہہ آؤ کہ للّٰہ اب آئیں | پانی سے ہیں درگزری مرے عمّو کو لائیں
شب ہوگئی آ کر مجھے سینے پہ سلائیں | کانوں کا مرے حال نہ لوگ اُن کو سنائیں
ڈرتی ہوں کہ غم ہو نہ شہِ ہر دو سرا کو
پر سیلیوں کے نیل دکھاؤں گی چچا کو

مرثیہ ۴۰

رحلت خاتونِ جنّت سلام اللہ علیہا

بابا کو روتے روتے جو زہراؑ گزر گئی
غُل پڑ گیا کہ بنتِ نبیؐ کوچ کر گئی
فاقوں کے رنج سہہ کے حضورِ پدر گئی
محبوبِ کبریا کی عزادار مر گئی
اٹھارویں برس نے یہ آفت دکھائی ہے
آلِ نبیؐ کو چرخ نے لوٹا دُہائی ہے

سبطین گھر میں آئے جو بیتاب و بیقرار
اسما سے پوچھنے لگے اماں کا حالِ زار
وہ بولی نیند آگئی ہے شکرِ کردگار
کھانا تو جلد کھالو کہ بھوکے ہو میں نثار
بولے کہ چین دے گا زمانہ تو کھائیں گے
اماں ہمیں کھلائیں گی کھانا تو کھائیں گے

یہ سُن کے بیقرار ہوئی وہ جگر فگار
چادر زمیں پہ پھینک کے چلائی بار بار
بچے ہیں ان کو صبر دے لے میرے کردگار
اب وہ کھلانے والی کہاں تم پہ میں نثار
پیارو تمہاری پالنے والی گزر گئی
کھاؤ گے کس کے ہاتھ سے اماں تو مر گئی

پھر تو علیؑ کے گھر میں قیامت بپا ہوئی | تازہ بلائیں آلِ نبیؐ مبتلا ہوئی
ماتم پہ ماتم اور عزا پر عزا ہوئی | غل تھا رسولِؐ پاک پہ زہراؑ فدا ہوئی

سب رو رہے تھے بنتِ رسولِؐ قدیر کو
بچوں کو ہوش تھا نہ جنابِ امیرؑ کو

شیرِ خدا تھے مضطر و مغموم اک طرف | سر پیٹتی تھیں زینبؑ و کلثومؑ اک طرف
پکڑے تھے دل کو سیّدِ مسموم اک طرف | بسمل تھے خاک پر شہِ مظلوم اک طرف

حیدرؑ قریب آئے تو اک خط نظر پڑا
تڑپے کچھ اس طرح کہ عمامہ اُتر پڑا

لکھا تھا یہ کہ آخری مجرا قبول ہو | یا شاہ تم وصیِ جنابِ رسولؐ ہو
صدقہ حضور کا مرا مقصد حصول ہو | منہ سے نہ کہہ سکی کہ حزین و ملول ہو

میری وصیتیں نہ فراموش کیجیو
اوّل یہ ہے کہ آپ مجھے غسل دیجیو

دوم یہ ہے کہ شب کو جنازہ اٹھائیو | مُردے کا سایہ بھی نہ کسی کو دکھائیو
یاں تک کہ قبر بھی نہ کسی کو بتائیو | کتنی جگہ نشانِ لحد کا بنائیو

سوّم یہ ہے کہ پاس یتیموں کا کیجیو
شفقت سے بولیو کبھی گھُڑکی نہ دیجیو

گر میرے بعد بیاہ کریں شاہِ حق شناس | بچّے ملول ہوں نہ مری بیٹیاں اداس
اک روز اُس کے پاس تو اک روز اِن کے پاس | کھانے کا یہ طریق ہو اے شاہِ نیک اساس

آقا مرے حسینؑ کی شادی رچائیو
دولہا بنا کے میری لحد پر بھی لائیو

جب وصیت آپ نے غسل و کفن دیا | ناگاہ بارگاہ میں یہ شور و غُل ہوا
رخصت کرو کہ جاتی ہیں احمدؐ کی دلربا | سبطین نے لپٹ کے کہا وا مصیبتا

کس بات پر غریبوں سے منہ موڑ کر چلیں
کیوں امّاں جان کس پہ ہمیں چھوڑ کر چلیں

نانا کا ذکر رو کے پھر اک بار کرتی جاؤ | ماتم رسولؐ کا بدلِ زار کرتی جاؤ
پھر تازہ یادِ سیّدِ ابرارؐ کرتی جاؤ | چھاتی سے پھر لگا کے ہمیں پیار کرتی جاؤ

یہ سنتے ہی دکھا دیئے رتبے رسولؐ کے
نکلے کفن سے ہاتھ جنابِ بتولؐ کے

بچّوں سے یوں لپٹ گئی احمدؐ کی دلربا | جیسے بہن سے شہِ مظلومِ کربلا
ناگہ ندا یہ آئی کہ اے شاہِ لافتا | حشر آئے گا چھڑاؤ انھیں بہرِ کبریا

بچّوں سے اپنے بنتِ پیمبرؐ جدا ہوئی
پر زینبؑ اپنے بھائی سے کیونکر جدا ہوئی

اس حرف سے سمجھ لیں یہ خود عاشقانِ شاہ | دُرّہ تھا دستِ شمرِ ستمگر میں آہ آہ
اب فاطمہؑ کو روئیں پیمبرؐ کے خیر خواہ | روتے ہیں یوں حسینؑ کہ اللہ کی پناہ

کوئی نہیں شریک وصیِ رسولؐ کا
تنہا چلے ہیں لے کے جنازہ بتولؑ کا

میّت کے ساتھ لونڈیاں بھی ننگے سر چلیں | ننھی سی دونوں بیٹیاں بھی نوحہ گر چلیں
کہتی ہوئی یہ زینبؑ خستہ جگر چلیں | ہے ہے اندھیری رات میں امّاں کدھر چلیں

راتوں تڑپ تڑپ کے میں آنسو بہاؤں گی
اتنا تو کہتی جاؤ کہ جلدی پھر آؤں گی

تحریر کا یہ پاس کیا بو ترابؑ نے | زہراؑ کو شب میں دفن کیا دلکباب نے
غیروں سے قبر کو بھی چھپایا جناب نے | پر کیا عوض لیا فلک بے حجاب نے

یوں زینبؑ حزیں سے جہاں کی نظر پھرے
مادر تو شب کو دفن ہو، یہ ننگے سر پھرے

مرثیہ ۴۱
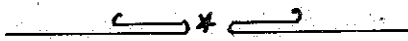
شہادت امیر المومنین علیہ السلام

اے دوستو حیدرؑ کی شہادت کا بیاں ہے | ماتم کی ہے یہ فصل کہ ماہِ رمضاں ہے
کہرام کہیں ہے، کہیں محشر کا سماں ہے | ہلتے ہیں فلک عرش پہ بھی شورِ فغاں ہے

جبریلؑ بھی بیتاب ہیں اُستاد کے غم میں
احمدؐ بھی بُکا کرتے ہیں داماد کے غم میں

سر پیٹو کہ مسجد میں گرا تاجِ امامت | تربت سے نکل آئی ہیں خاتونِ قیامت
وہ صبحِ شبِ قدر وہ ہنگامِ عبادت | روزے پہ وہ روزہ وہ سرِ پاک پہ ضربت

جلّاد نے کس وقت ستایا ہے علیؑ کو
محرابِ عبادت میں غش آیا ہے علیؑ کو

مسجد میں قیامت ہوئی شیعوں کی بُکا سے | روتے ہوئے جب آئے محمدؐ کے نواسے
لپٹے کبھی شیعوں سے کبھی شبّرِ خدا سے | باندھا کبھی رومال سرِ شاہِ ہُدا سے

چلّائے یہ کیا رنگ ہوا جاتا ہے بابا
تھمتا ہے نہ خوں اور نہ ہوش آتا ہے بابا

یہ سُن کے جو چونکے تو کہا ہم کو اٹھاؤ | بیٹوں نے اٹھایا تو کہا بھیڑ ہٹاؤ
شبّر مرے شیعوں کو نماز آج پڑھاؤ | شبیرؑ ہم اچھے ہیں تم آنسو نہ بہاؤ

کیا فائدہ اشکوں سے جو منہ دھوؤ گے بیٹا
بھر جائے گا کیا زخم جو تم روؤ گے بیٹا

افسوس کہ حیدرؑ نہ ہوئے دشتِ بلا میں | جب حضرتِ شبیرؑ تھے فریاد و بکا میں
بھائی کے الم میں کبھی بیٹے کی عزا میں | گھر پیٹتے آئے حرمِ شیرِ خدا میں

کوئی نہ یہ کہتا تھا کہ جاں کھوتے ہو شبیرؑ
کیا دل پہ گزرتی ہے جو یوں روتے ہو شبیرؑ

القصہ کہ سادات جو گھبرائے حرم میں | اغلب تھا کہ زینبؑ کو غش آجائے حرم میں
فرزندِ حزیں لاشِ پدر لائے حرم میں | کس شان سے ضرغامِ خدا آئے حرم میں

سبطینِ نبیؐ آپ کا سر تھامے ہوئے تھے
عباسِؑ علمدار کمر تھامے ہوئے تھے

لا کر شہِ مرداں کو جو حجرے میں لٹایا | اس درجہ بڑھا ضعف کہ آخر کو غش آیا
سر پیٹ کے تب زینبؑ مضطر نے سنایا | کیا آپ پہ گزری نہ یہ بیٹی کو بتایا

گھر آنے نہ پائے تھے کہ غش کر گئے بابا
اس آپ کے صدمے سے تو ہم مر گئے بابا

پھر لائے جو قاتل کو شہِ دیں کے ہوا خواہ | اُس وقت ذرا ہوش میں تھے سیّدِ ذی جاہ
رونے لگا وہ شوم تو حضرت نے بھی کی آہ | فرمایا کہ ہاتھ اس کے ابھی کھول دو للّٰہ

کھلوائیں علیؑ دست نجس اہلِ ستم کے
کیا قہر ہے رسّی میں بندھے ہاتھ حرم کے

پھر شام کو شربت پئے افطار جو آیا | پہلے اسداللہ نے قاتل کو پلایا
پر چرخ نے کیا آپ کے بچّوں کو ستایا | بے شیر نے بھی پانی کا اک قطرہ نہ پایا

جو شیر کہ یوں سیر کرے بانیِ شر کو
پانی کئی دن تک نہ ملے اُس کے پسر کو

آخر شہِ مرداں کی شہادت کی شب آئی | سادات پہ آفت کی مصیبت کی شب آئی
اکیسویں تاریخ وہ رحلت کی شب آئی | خاتونِ قیامت پہ قیامت کی شب آئی

رخصت کیا ایک ایک کو ضرغامِ خدا نے
نائب کیا شبّرؑ کو شہِ عقدہ کشا نے

فرمایا کہ نانا کی امانت سے خبردار | اِسلام سے، قرآن سے، شریعت سے خبردار
کل احمدِ مختار کی دولت سے خبردار | مخدومۂ کونین کی عترت سے خبردار

زینبؑ کسی صدمے سے کبھی رونے نہ پائے
پیارے مرے شبیرؑ کو غم ہونے نہ پائے

اے لال یہ اُجڑی ہوئی سرکار سنبھالو | لو لے مرے جانی مرے معصوموں کو پالو
بیٹا مری زینبؑ کو کلیجے سے لگا لو | لو سب یہ بزرگوں کے تبرک ہیں اٹھا لو

جو کچھ تھا مرے پاس وہ تم کو ہی دیا ہے
بس اک علمِ احمدؐ مختار رہا ہے

شبیرؑ نے کہا وہ بھی عطا کیجیے بابا | فرمایا کہ یہ آپ کا حصّہ نہیں بیٹا
مالک ہیں حسینؑ اس کے وہ دیں گے تو لے گا | عباسؑ کو بلواؤ یہ منصب ہے اُسی کا

میں سامنے اپنے اُسے عہدہ یہ دلا دوں
شبیرؑ کے لشکر کا علمدار بنا دوں

پھر حضرتِ شبیرؑ کو پاس اپنے بلایا | عباسؑ بھی آئے علمِ سبز بھی آیا
پہلے تو انھیں بھائی کے قدموں پہ جھکایا | پھر فاطمہؑ کے لال کو رو کر یہ سنایا

پیارے کو مرے جعفرِ طیّارؑ بنا دو
تم ان کو نشاں دے کے علمدار بنا دو

یہ سن کے نشاں شاہِ شہیداں نے اٹھایا | عباسِؑ وفادار کو رو کر یہ سنایا
لو بھائی تمھیں ہم نے علمدار بنایا | لے کر وہ علم جب سرِ تسلیم جھکایا

کاندھے پہ نشاں دیکھ کے غش کر گئے حیدرؑ
ہے ہے مرے پیارے کہا اور مر گئے حیدرؑ

اب لاشۂ حیدرؑ پہ پسر پیٹ رہے ہیں | بابا کے لیے سخت جگر پیٹ رہے ہیں
شبرؑ اُدھر اور لوگ اِدھر پیٹ رہے ہیں | لو روؤ کہ شبیرؑ بھی سر پیٹ رہے ہیں

افسوس کہ دنیا سے اُٹھا قوت علیؑ کا
لو گھر سے برآمد ہوا تابوت علیؑ کا

چلاتی ہے زینبؑ کہ نہ غم دیجیے بابا | پھر آئیے تھوڑی سی دوا پیجیے بابا
ماہِ رمضاں میں نہ سفر کیجیے بابا | عید آئی دوگانہ تو پڑھا دیجیے بابا

کیا داغِ الم کوفیوں کے دل پہ دھرو گے
صدقے گئی عید اب کے مدینے میں کرو گے

بابا مری قسمت سے یہ کیسی سحر آئی | حضرت کو لیے جاتے ہیں گھر سے مرے بھائی
ہے ہے ابھی تم نے سحری تک نہیں کھائی | افطاری بھی کچھ ساتھ ہے اے حق کے فدائی

آئی یہ ندا دل کا ہر اک داغ دھلے گا
روزہ تو ترے باپ کا کوثر پہ کھلے گا

مرثیہ ۴۳

درحالِ جنابِ مختارؒ

مختار جبکہ قیدِ ستم سے رہا ہوئے | سب سے سُنا حسینؑ شہیدِ جفا ہوئے
آمادہ جہاد بہ پاسِ وفا ہوئے | ایسا لڑے کہ ظلم کے بانی فنا ہوئے
نام و نشاں مٹا جو یزیدی سپاہ کا
غُل تھا کہ رنگ لایا ہے خونِ بےگناہ کا

اک روز لوگ نوفلِ اظلم کو باندھ لائے | مختارِ نامدار پکارے کہ ہائے ہائے
یہ تو بتا کہ شاہ پہ کیا قہر و ظلم ڈھائے | اس شوم نے کہا کہ جو مجرم ہو وہ بتائے
یہ لوگ بے قصور مجھے باندھ لائے ہیں
میں نے تو ایک سقّے کے بازو اڑائے ہیں

فرمایا وہ ترا کوئی تقصیروار تھا | سقّا تو دلبرِ شہِ دلدل سوار تھا
وہ بازوئے حسینِؑ غریب الدیار تھا | شہ بھائی پر نثار وہ شہ پر نثار تھا
اس سے تو زندگی تھی شہِ خوش خصال کی
تو نے کمر جھکا دی پیمبرؐ کے لال کی

ظالم کے ہاتھ کاٹ کے محوِ تعب کیا | پھر حرملہ کو سامنے اپنے طلب کیا
پوچھا کہ مہماں کو ستایا غضب کیا | ڈر کر کہا کہ میں نے انھیں قتل کب کیا

کیا میرے ہاتھ سے شہِ دیں پر جفا ہوئی
چھوڑے ہیں تین تیر یہ بے شک خطا ہوئی

پوچھا وہ تین تیر ستمگر کسے لگائے | بولا سحر کو آلِ پیمبرؐ جو در پہ آئے
چلّائے تیر آتے ہیں ہے ہے نبیؐ کے جائے | زینبؑ تمام کنبے کے آگے تھیں ہائے ہائے

بھائی کے دیکھنے کو جو پردہ اٹھا دیا
اک تیر میں نے ان کی جبیں پر لگا دیا

خونِ جبیں سے چہرۂ پُر نور لال تھا | پر اپنے زخم کا نہ بہن کو خیال تھا
بھائی کے رنج و غم میں جگر پائمال تھا | حضرت جو در پہ آئے تو یاں غیر حال تھا

احمدؐ کے اہلبیتؑ نے حالت تباہ کی
اس تیر کو حسینؑ نے کھینچا اور آہ کی

مختارؒ نے کہا کہ ستمگر بُرا کیا | اب یہ بتا کہ دوسرے ناوک سے کیا کیا
بولا کہ شمر نے جو اشارہ ذرا کیا | کہنے سے اس پلید کے قصدِ جفا کیا

عباسؑ جھک گئے تھے حزینہ کی مشک پر
میں نے لگایا تیر سکینہؑ کی مشک پر

پانی گرا کہ ساتھ علمدار گر پڑے | گویا زمیں پہ حیدرِؑ کرّار گر پڑے
نزدیک تھا کہ گنبدِ دوّار گر پڑے | واں تھام کر کمر شہِ ابرار گر پڑے

ناموسِ مصطفےٰؐ نے قیامت مچائی تھی
اک لڑکی بیٹھی ہوئی دریا تک آئی تھی

یہ ظلم سن کے ضبط کیا لاکھ دل بھنا | فرمایا خیر۔ تیرِ سوم کا بیاں سنا
تھرّایا بند بند ستمگر نے سر دھنا | بولا پچاس تیروں سے اک تیر کو چنا

سچ تو یہ ہے کہ ہوش زمانے کے کھو دیے
انساں تو کیا سپاہ کے گھوڑے بھی رو دیے

شبیرؑ کہہ رہے تھے کہ بچّے پہ رحم کھاؤ | اولاد والو! تھوڑا سا پانی انھیں پلاؤ
گر ہم سے دشمنی ہے تو اچّھا ہمیں ستاؤ | ننھّے سے مہماں ہیں ان پر نہ قہر ڈھاؤ

گر ہم تمھارے زعم میں تقصیر وار ہیں
ان کا قصور کیا ہے کہ یہ شیر خوار ہیں

یہ کہہ کے شہ نے سب کا کلیجہ ہلا دیا | لشکر کے پہلوانوں نے بھی سر جھکا دیا
میں سمجھا اب لعینوں نے پانی پلا دیا | اک تیرِ بے زباں کے گلے پر لگا دیا

فوراً گلوے اصغرِ مہ رو بھی چھد گیا
اُس تیر سے حسینؑ کا بازو بھی چھد گیا

قسمت کا زخم تھا کوئی میری خطا نہیں | غُل پڑ گیا شقی تجھے مطلق حیا نہیں
کہتا ہے میں نے شہ کو کوئی غم دیا نہیں | بچّے کا خون کیا ہے لعیں یہ جفا نہیں

یہ کہہ کے فتنہ کیش کو بے حال کر دیا
تیروں سے اس کے سینے کو غربال کر دیا

ناگاہ لوگ ابنِ انس کو پکڑ کے لائے | پوچھا کہ تو نے شاہ پہ کیا قہر و ظلم ڈھائے
وہ بولا کوئی تیغ نہ تیرِ ستم لگائے | کچھ غم نہ میرے ہاتھ سے پہنچا نہ زخم کھائے

خود گر رہے تھے میں نے انھیں کیا گرا دیا
اتنی زیادتی ہے کہ نیزہ لگا دیا

بولے محب کہ ہائے ستایا حسینؑ کو | سمجھا نہ تو رسول کا جایا حسینؑ کو
جلتی زمیں پہ تو نے گرایا حسینؑ کو | ایسا ستم کیا کہ غش آیا حسینؑ کو

سیّد کا خون دامنِ صحرا پہ بہہ گیا
برچھی سے میہماں کا جگر چھد کے رہ گیا

آخر سناں کا خون سناں سے بہا دیا | پھر ابنِ سعدِ نحس و شقی کو جلا دیا
خاکِ سیاہ کر کے لعیں کو اُڑا دیا | دنیا ہی میں عذابِ جہنم دکھا دیا

غُل تھا کہ اہلبیت نبی کو ستایا ہے
ناری ہے اس نے خیمۂ سرور جلایا ہے

پھر قاتلِ حسینؑ کو لائے جو دوستدار | بے اختیار ہو گئے مختارِ ذی وقار
رو کر کہا کہ قہر کیا او ستم شعار | بولا کہ بے قصور ہے یہ عبدِ خاکسار
پہلے ہی بے وطن کا بدن چُور ہو گیا
میں حکمِ ابنِ سعد سے مجبور ہو گیا

سینہ پہ سنگ رکھ کے شقی کو فنا کیا | کہتا تھا یہ سزا کا طریقہ نیا کیا
مرتے کو اور کوہ سے دابا بُرا کیا | مومن پکارے تو نے نہ پاسِ خدا کیا
کچھ حالتِ امامِ مدینہ بھی یاد ہے
وہ موزے وہ حسینؑ کا سینہ بھی یاد ہے

(لہ اس کے بعد پڑھنا ہو تو یہ مرثیہ اگلے مرثیے سے مسلسل ہے۔)

مرثیہ ۴۴

(ن، ش)

اہلبیتؑ کے سوگ بڑھانے کا حال

مختارؒ نے جو شمر پہ خنجر رواں کیا | سر اُس کا نذرِ آلِ نبیؐ کو رواں کیا
زین العبٰاؑ نے شکرِ خدائے جہاں کیا | زینبؑ نے عورتوں سے یہ آکر بیاں کیا
اب تو وفورِ غم سے نہ آنسو بہایئے
لے بی بی اب تو سوگ کے کپڑے بڑھایئے

زینبؑ تڑپ کے بولیں کہ اللہ سے ڈرو | حیرت ہے اس خیال پہ الفت کا دم بھرو
بھائی کا بدلہ مل گیا اے میری خواہرو | لوگو یہ کس کا خوں بہا انصاف تو کرو

ہیہات تین روز کا پیاسا حسینؑ تھا
سب اک طرف نبیؐ کا نواسا حسینؑ تھا

کچھ قتل شمر سے مرے دلبر نہ آ گئے | قاسمؑ نہ آ گئے، علی اکبرؑ نہ آ گئے
ننھی سی قبر چھوڑ کے اصغرؑ نہ آ گئے | اماں کے گھر پہ پھر کے برادر نہ آ گئے

یہ سوگ قبر تک بھی نہ زینبؑ بڑھائیگی
کالی ردا تو میرے جنازے پہ جائیگی

لوگو کچھ ایک سبطِ پیمبرؑ کا سوگ ہے | کنبے کا سوگ ہے مرے سب گھر کا سوگ ہے
تقدیر کی عزا ہے مقدّر کا سوگ ہے | اک دو کا غم نہیں ہے بہتّر کا سوگ ہے

منہ آنسوؤں سے دھوتی ہوں میں خیر دھونے دو
جنگل میں جا کے روؤں گی اچھّا نہ رونے دو

وہ بولیں کیا مجال کہ شکوہ زباں پہ لائیں | بی بی بھی روئیں اور کنیزیں بھی رونے آئیں
مطلب یہ ہے کہ سوگ کے کپڑوں کو اب بڑھائیں | کب تک غلام آپ کے یہ کلفتیں اٹھائیں

بی بی تمھارے سوگ سے عالم تباہ ہے
دو سال سے نہ شیعوں میں شادی نہ بیاہ ہے

رو کر کہا کہ ہائے یہ شیعوں نے کیا کیا | ان کے لیے تو بھائی نے سب گھر فدا کیا
کیوں کلفتیں اٹھائیں انھوں نے بُرا کیا | لو اور تازہ غم میں مجھے مبتلا کیا

اچھّا میں سوگ روضۂ جد پر اتاروں گی
کالی ردا نبیؐ کی لحد پر اتاروں گی

یہ کہہ کے ماں کی قبر پہ وہ دلفگار آئی | سر پیٹ کے پکاری کہ اے مصطفیٰؐ کی جائی
لو چرخ نے اک اور مصیبت مجھے دکھائی | ہے ہے میں بے وطن کو نہ جی بھر کے رونے پائی

مجبور ہو کے سوگ کے کپڑے بڑھاتی ہوں
امّاں چلو میں قبرِ پیمبرؐ پہ جاتی ہوں

یہ کہہ کے جد کی قبر پہ وہ سوگوار آئی | سر پیٹ کر پکاری کہ یا مصطفیٰؐ دُہائی
پیاسا شہید ہو گیا مظلوم میرا بھائی | لیکن مجھے کسی نے نہ شالِ عزا پنہائی

ممکن نہیں یہ رنج و قلق دل سے دُور ہو
نانا میں سوگ اتاروں جو حکمِ حضورؐ ہو

پھر بولیں اے سکینہؑ میں واری اِدھر کو آؤ | پہلے تم اپنی ننھی سی پوشاک کو بڑھاؤ
وہ بولی ہاں بڑھاؤں گی عبّاسؑ کو بلاؤ | پوشاک کیا کروں گی پدر سے مجھے ملاؤ

بالفرض ننھّی سی کفنی میں بڑھاؤں گی
بابا کہاں ہیں میں جنھیں کپڑے دکھاؤں گی

اس پیرہن سے بلوۂ کفّار میں گئی | کوفے کے اور شام کے بازار میں گئی
کنبے کے ساتھ مجلسِ میخوار میں گئی | سر برہنہ یزید کے دربار میں گئی

اک بے خبر نے اور یہ کیسا غضب کیا
حاکم سے مجکو بہرِ کنیزی طلب کیا

سب کہتے تھے کہ بانو یہ بچی انھیں مناؤ | اچھّا سا جوڑا دیکھ کے معصوم کو پنہاؤ
مادر یہ کہہ رہی تھی کہ شانِ عزا بڑھاؤ | وہ کہتی تھی کہ میرے چچا جان کو بلاؤ

جب روزِ حشر سامنے قاتل کے جاؤں گی
دادی کے ساتھ سوگ کے کپڑے بڑھاؤں گی

سجادؑ نے پھوپی سے یہ رو کر بیاں کیا | اس گھر کی تم بزرگ ہو اے بنتِ مرتضیٰؑ
یہ غم نہ ختم ہوگا نہ یہ گریہ و بکا | کیا ڈر جو یہ لباس نہ ہو اور یہ ردا

اٹھیں دو ہتڑ اپنے کلیجے پہ مار کے
قبرِ نبیؐ پہ پھینک دی چادر اُتار کے

پھر بولیں اے غمِ شہ دلگیر الوداع | فصلِ عزا اے کشتۂ شمشیر الوداع
ہاں اے بکائے عاشقِ شبیرؑ الوداع | اے اشتیاقِ ماتمِ شبیرؑ الوداع

تجھ سے ہی دل بہلتا تھا اس خستہ حال کا
لے آج سوگ بڑھ گیا زہراؑ کے لال کا

سلام

حسینؑ ابنِ علیؑ کو حق نے بخشے دوستدار ایسے
نہ ہاتھ آئے کبھی دستِ خدا کو جاں نثار ایسے

نواسے دوش پر، نانا کی زلفیں ننھے ہاتھوں میں
مہار ایسی ہو، ہاتھ ایسے، شتر ایسا سوار ایسے

بھلا حیدرؑ کے آگے کیا حقیقت بابِ خیبر کی
اٹھا کر پھینک دیں دم میں اگر در ہوں ہزار ایسے

جنابِ حُر مع فرزند و عبد و قوّتِ بازو
ہزاروں پر نہ کیوں بھاری ہوں جب اک دل ہوں چار ایسے

متاع و مال بہرِ خامسِ آلِ عبا چھوڑا
خدا کی شان ہے لاکھوں میں نکلے فقط چار ایسے

علیؑ کے ہاتھ پر خندق سے فوج آئی تو ہم سمجھے
کریں گے حشر میں دوزخ سے ہر مومن کو پار ایسے

حبیبؑ شاہ کو جوشِ تولا میں جو غیظ آیا
بڑھاپے میں شباب آیا تنے یہ ایک بار ایسے

رہے سائے میں اچھوں کے برا کوئی تو کیا حاصل
نہ دامانِ گُل اکثر رہا کرتے ہیں خار ایسے

چلی جس دم تو پھر قدسی کے پر سے کیا پری رکتی
ہزاروں معرکے جھیلے ہوئے تھی ذوالفقار ایسے

بڑھے حیدرؑ سوئے خیبر گرا یا در اڑائے سر
کٹے قدسی کے بھی شہپر کیے بڑھ بڑھ کے وار ایسے

شہِ مظلوم کی الفت میں زینبؑ گھر لٹا بیٹھیں
نہ دیکھیں لفتیں ایسی نہ عشق ایسے نہ پیار ایسے

نسیم اندیشہ کیا پہلی ہی پیشی میں چھڑا لیں گے
عدالت میں خدا کی ہیں مرے مختار کار ایسے

سلام

کربلا! تجھ پر کرے سجدے نہ کیونکر آفتاب
خود ترے دامن میں پنہاں ہیں بہتّر آفتاب

رُخ تو رُخ کیا تاب دیکھے پشتِ حیدرؑ آفتاب
جلوہ گر ہیں صُلب میں گیارہ منور آفتاب

پیرِ گردوں کا یہ تقویٰ اور یہ شانِ میکشی
رات بھر تسبیحِ انجم اور دن بھر آفتاب

روبروئے مہرِ وحدت تھے جو چودہ آئینے
ایک سورج سے بنے چودہ برابر آفتاب

صبح ہوتے ہوتے یوں حُر کا مقدر پھر گیا
جس طرح مغرب سے پلٹا بہرِ حیدرؑ آفتاب

مجتمع وحدت کے کیا کیا نور تھے زیرِ کسا
دو ستارے، دو قمر، اک ذرّہ پرور آفتاب

دیکھ کر ماہِ بنی ہاشمؑ کے ماتھے کی شکن
شام کی جانب چلا رن سے لرز کر آفتاب

جب چھپا مہرِ رسالت غار میں ہجرت کی شب
رات بھر چمکا نبیؐ کی چاندنی پر آفتاب

دوشِ احمدؐ پر ہے خورشیدِ امامت جلوہ گر
مہر پر ہے مہر، نیچے چاند اوپر آفتاب

شہ کا سر نوکِ سناں پر ہے قیامت آ گئی
شام والو دیکھ لو نیزے کے اوپر آفتاب

دستِ حق کے فیض کو پہنچے گا یہ کیونکر نسیمؔ
ہاتھ پھیلائے تو خود پھرتا ہے گھر گھر آفتاب

سلام

مثلِ سرمہ چشمِ مردم میں سمانا چاہیے
خاکساری بوترابی کو دکھانا چاہیے

دینِ فطرت میں ہے قسمت کا بھروسا کفرِ نُکر
پہلے اپنا زورِ بازو آزمانا چاہیے

رشتۂ عزم و عمل میں علم کے موتی پرو
آبرو مل جائے گی، جوہر دکھانا چاہیے

دینِ مُردہ کو جلایا، جان دے کر شاہؑ نے
ہو اگر بگڑی بنانا، یوں بنانا چاہیے

صرف غسلِ آب ہی بہرِ صفا کافی نہیں
مُرد کو خنجر کے پانی سے نہانا چاہیے

جذبۂ اسلام ہے دل میں تو کہہ کر یا علیؑ
نعرۂ تکبیر سے گیتی ہلانا چاہیے

دے گئے درسِ جوانمردی یہ انصارِ حسینؑ | غازیوں کو زخم کھا کر مسکرانا چاہیے
پیروانِ فخرِ موسیٰؑ! عشقِ حیدرؑ کا عصا | اژدہائے دہریت پر آزمانا چاہیے
منتشر ہونے لگے قرآنِ ملّت کے ورق | ایک منزل میں انھیں چُن چُن کے لانا چاہیے
خانہ جنگی چھوڑ، دشمن گھات میں ہے، سر پہ موت | یہ گھڑی وہ ہے کہ روٹھوں کو منانا چاہیے
اے بشر ابنیّتِ آدمؑ کا یوں دعویٰ نہ کر | مثلِ آدمؑ پہلے اک دنیا بسانا چاہیے
مصطفیٰؐ خُلقِ عظیم، ان کا پسر ذبحِ عظیم | اس نواسے کے لیے ایسا ہی نانا چاہیے

جب عدم ہستی کو لازم ہے تو ڈر کیسا نسیمؔ
تان کر سینہ قدم آگے بڑھانا چاہیے

سلام

شاہ کہتے تھے کہ امت کے لیے سر دوں گا | سر کے دینے کا ہے کیا ذکر کہ سب گھر دوں گا
پیار کر کے یہ کہا شہ سے نبیؐ نے اک روز (ق) | اپنی امت پہ میں گھر بار فدا کر دوں گا
تم بھی کچھ دو گے مری جاں مری اُمت کے لیے | میں تو حمزہؑ کا جگر، بازوئے جعفرؑ دوں گا
اپنے دندانِ شکستہ، سرِ پُرخونِ علیؑ | بھر کے اک طشت میں لختِ دلِ شبّرؑ دوں گا
بولے شبیرؑ کہ حمزہؑ کے جگر کے بدلے | میں بھی داغوں سے بھرا اک دلِ مضطر دوں گا
بازوئے جعفرِ طیّارؑ کے بدلے، نانا | خوں بھرے شانۂ عبّاسؑ دلاور دوں گا
ابنِ عم کا اگر اپنے شہِ دیں سر دیں گے | میں بھی فرق و جسدِ مسلمؑ بے پر دوں گا
آپ کے دو دُرِ دنداں کے برابر تو نہیں | پھر بھی دو لالِ محبّی پہ فدا کر دوں گا

آپ گر لختِ دلِ حضرتِ شبّرؑ دیں گے
میں بھی صد پاش تنِ قاسمِ مضطر دوں گا

صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ رہِ خالق میں
دل کے ٹکڑوں سے زمینِ دنشت کی میں بھر دوں گا

بھانجوں اور بھتیجوں کے سوا نذرِ خدا
پانچ آرامِ جگر، چار برادر دوں گا

پھر بھی کیا رحم نہ فرمائے گا ربِّ اکبر
جبکہ سوگند گلوئے علیؑ اصغر دوں گا

حشر میں اُمتِ عاصی کا نہ ہو پردہ فاش
اس لیے زینبؑ و کلثومؑ کی چادر دوں گا

عابدِ خستہ جگر ہوتے تو کرتے اقرار
قید ہو کر میں جہنم سے رہا کر دوں گا

حشر میں دیں گے یہ تحفے جو پیمبرؐ کو حسینؑ
میں بھی مولا کو نسیمؔ اشکوں کے گوہر دوں گا

سلام

دل میں جس مسلم کے حُبِّ ساقیِ کوثر نہیں
پھول ہے خوشبو نہیں آئینہ ہے جوہر نہیں

مان لوں کیونکر نبیؐ کو اور انسانوں کی مثل
جسم ہے سایہ نہیں شکلِ بشر ہے شر نہیں

گر نجف جانے سے قاصر ہے کوئی شہ کا غلام
بحر ہے جاری نہیں جبریل ہے شہپر نہیں

جائے پیغمبرؐ علیؑ کو مل گئی ہجرت کی شب
تاج ہے چادر نہیں اورنگ ہے بستر نہیں

چھوڑ کر عترت کو لے بھی لیں اگر قرآں تو کیا
بحر ہے کشتی نہیں، گرداب ہے لنگر نہیں

چشمِ گریاں گر نہیں بزمِ عزائے شاہ میں
باغ ہے چشمہ نہیں، فردوس ہے کوثر نہیں

وہ تولا جو نہ ہو سعیِ تاسی پر تمام
حُسن ہے زیور نہیں تصویر ہے تیور نہیں

تابِ نظارہ ہو کیا، از درسے ڈر جائے نہ کیوں
علم ہے کامل نہیں، موسیٰؑ ہے وہ حیدرؑ نہیں

بیکس و تنہا کھڑے ہیں دشت میں سبطِ رسولؐ | چاند ہے تارے نہیں، سردار ہے لشکر نہیں
دخترانِ فاطمہؑ کیونکر چھپائیں اپنے سر | شرم ہے مقنع نہیں، بازار ہے چادر نہیں

بزم میں مداحِ حیدرؑ گر نہیں ہے اے نسیمؔ
طُور ہے جلوہ نہیں، دن ہے شہِ خاور نہیں

سلام

سب نبیؐ کے خال و خط ہیں دلبرِ شبیرؑ میں | فرق نقطے کا نہیں قرآن میں اور تفسیر میں
جس قدر عقدے تھے پنہاں آیۂ تطہیر میں | حق نے وہ سب کر دیے حل فاطمہؑ کے شیر میں
واں خدا کے راز داں قوسین کی تقریر میں | یاں نبیؐ کے ہمزباں قرآن کی تفسیر میں
لوٹ کر انگاروں پر شب بھر کیا دوزخ کو سرد | حُرؑ پریشانی میں تھا تقدیر تھی تدبیر میں
روئے ہمشکلِ پیمبرؐ پر ہوا سبزہ نمود | لو بہار آئی نبیؐ کے گلشنِ تصویر میں
تھی نہ گنجائش کسی ناپاک کی زیرِ کساء | گن کے دیکھو پانچ ہی تو حرف ہیں تطہیر میں
اک پیمبرؐ، اک ولی، اک طاہرہ دو ان کے لال | آ گئی عصمت سمٹ کر چادرِ تطہیر میں
ہیں علیؑ اللہ کے بندے، نُصیری کے خدا | محو تھا نقاش، دو رُخ بن گئے تصویر میں
کٹ گئی بیڑی مٹا پھر بھی نہ پنڈلی کا نشاں | مرتے دم تک پاؤں عابدؑ کا رہا زنجیر میں

سر وہ کس بی بی نے پٹکا تھا خدا جانے نسیمؔ
بال کچھ حوروں نے پائے مقتلِ شبیرؑ میں

سلام

سلام اُس پر کہ نام جس کا نشانِ غفلت مٹا رہا ہے
درود اُس پر کہ ذکر جس کا نویدِ ہستی سنا رہا ہے

دبا دبا کر طرح طرح سے، جسے زمانہ مٹا رہا ہے
اُبھر اُبھر کر وہ خونِ ناحق، جہان میں رنگ لا رہا ہے

وغا کو عباسؑ آ رہے ہیں کہ حشر گیتی میں آ رہا ہے
زمیں کا بڑھتا ہوا تزلزل، فلک کو جھولا جھلا رہا ہے

نشانِ حیدرؑ مٹانے والے، بجھے چراغوں کا نور دیکھیں
انھیں چراغوں سے لَو لگا کر، چراغِ حق جگمگا رہا ہے

حبیبؑ و مسلمؑ کے تیوروں میں نئی جوانی مچل رہی ہے
الٰہی میدانِ کربلا میں، شباب کس کس پہ آ رہا ہے

حسینیت کا بلند پرچم، یزیدیت کا نشان برہم
اُٹھا رہے ہیں اُسے دو عالم، اِسے زمانہ گرا رہا ہے

حبیبؑ کوفے سے چل کے آئے سپاہِ شامی سے حُرؑ بھی نکلا
اِدھر اُدھر سے ہر ایک ذرّہ سمٹ کے منزل میں آ رہا ہے

جھکے ہیں سجدے میں وقتِ آخر، حسینؑ زخموں سے چُور ہو کر
اِدھر قدم میں ہے استقامت، اُدھر جہاں ڈگمگا رہا ہے

بس ایک نقشِ قدم پہ جس کے، نثار ہو عظمتِ دوعالم
وہ شاہ سجدے میں وقتِ آخر جبینِ عظمت جھکا رہا ہے

یہی نتیجہ ہے ہر بلا کا، یہی خلاصہ ہے کربلا کا
جو مر رہا ہے وہ جی رہا ہے، جو کھو رہا ہے وہ پا رہا ہے

حسینؑ رخصت کو گھر میں آئیں کہ قتل گاہِ وفا کو جائیں
اُدھر سکینہ پکارتی ہیں، اِدھر فریضہ بُلا رہا ہے

حسینؑ باغِ جناں میں پہنچے، مچا ہے خیموں میں اک تلاطم
تڑپ کے بچے نکل پڑے ہیں کہ شمر خیمے جلا رہا ہے

بہشت حدِ کمالِ رضواں، نسیمِ باغِ ثنا پہ نازاں
ہر اک بقدرِ مذاقِ فطری، چمن چمن گُل کھلا رہا ہے

سلام

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا حجابِ فاطمہؑ
آیۂ تطہیر ہے ادنیٰ نقابِ فاطمہؑ

نور کی چادر سے لازم تھا حجابِ فاطمہؑ
بن گیا سایہ پیمبرؐ کا نقابِ فاطمہؑ

تاب لا سکتا نہیں، دیکھے اِدھر کیا آفتاب
نورِ عصمت کی جلالت ہے نقابِ فاطمہؑ

لوحِ محفوظ آئے گی تم کو نظر اے جبرئیل
دیکھ سکتے ہو اگر زیرِ نقابِ فاطمہؑ

آلِ زہراؑ کی امامت، ماں کی عصمت کا نبوت
نور کے پردے ہیں گیارہ اک حجابِ فاطمہؑ

اشرفِ عوراتِ عالم، ربِ یزداں کی کنیز
بنتِ احمدؐ، زوجۂ حیدرؑ، جنابِ فاطمہؑ

ضامنِ نسلِ پیمبرؐ ہیں یہی بحرینِ پاک
مالکِ کوثر علیؑ، کوثر خطابِ فاطمہؑ

قدسیوں سے عرش پر سن سن کے زہراؑ کی عطا
ہَل اَتیٰ ابھی ڈھونڈتا آیا ہے بابِ فاطمہؑ

پڑھ رہے ہیں سورتیں آغوشِ مادر میں حسینؑ
بولتی ہے رحلِ زانو پر کتابِ فاطمہؑ

مرگِ محسنؑ نے کمر بھی توڑ دی پہلو کے ساتھ
دیکھ کر پیری بھی روتی ہے شبابِ فاطمہؑ

صبر، خاموشی، تحمل، ضبط اور شکرِ خدا
اِن خصائل میں ہیں بس زینبؑ جوابِ فاطمہؑ

تازیانہ بھی لرز جاتا ہے جب کرتا ہے یاد
حضرتِ زینبؑ کی پیری اور شبابِ فاطمہؑ

خوف کیا، بھاری ہے گر عصیاں کا پلّہ اے نسیمؔ
میرے پلّے پر ہیں محشر میں جنابِ فاطمہؑ

سلام

شکستِ دل نویدِ کامرانی ہوتی جاتی ہے
ہر اک ملت شریکِ نوحہ خوانی ہوتی جاتی ہے

قضا جتنی خلافِ نوحہ خوانی ہوتی جاتی ہے
یہ اُتنی ہی اُبھر کر غیر فانی ہوتی جاتی ہے

نہ ہٹنے کی قسم کھا کر بڑھے جاتے ہیں یوں پیاسے
کہ جو منزل کڑی آتی ہے پانی ہوتی جاتی ہے

اِسے کہتے ہیں جرأت، بہ رہا ہے خون قاسمؑ کا
مگر چہرے کی رنگت ارغوانی ہوتی جاتی ہے

کہا عباسؑ نے، میں آج یہ محسوس کرتا ہوں
قضا جیسے شریکِ زندگانی ہوتی جاتی ہے

بیاں ہوتی ہے جتنی شرحِ اسرارِ شہادت کی
شہادت اور اسرار و معانی ہوتی جاتی ہے

لپٹ کر کربلا کے زندۂ جاوید ذرّوں سے
اجل خود بھی حیاتِ جاودانی ہوتی جاتی ہے

ارادے لیتے جاتے ہیں بلائیں روئے اکبرؑ کی
شبابِ عزم پر صدقے جوانی ہوتی جاتی ہے

اُٹھے، باندھی کمر، جھومے حبیبؑ اور ہنس کے فرمایا
مری پیری زلیخا کی جوانی ہوتی جاتی ہے

فلک کو دیکھ کر پچھلے پہر غازی یہ کہتے تھے
شبِ عاشور، اُف کتنی سُہانی ہوتی جاتی ہے

بدلتے ہیں جو تیور، بند کر کے مٹھیاں اصغرؑ
پدر کی گود میں طفلی، جوانی ہوتی جاتی ہے

حسینؑ اہلِ حرم سے وقتِ رخصت کچھ نہیں کہتے
مگر نظروں سے دل کی ترجمانی ہوتی جاتی ہے

بڑھی تبلیغِ حق یوں آلؑ کی تشہیر ہونے سے
سرِ بازار اب قرآن خوانی ہوتی جاتی ہے

نسیم اٹھتے ہیں جو طوفانِ خلافِ ماتمِ سرورؑ
انھیں سے اس چمن میں گل فشانی ہوتی جاتی ہے

سلام

شہؑ نے کہا نہ اشک بہانا مری بہن
خوش ہو کے ہر الم کو اٹھانا مری بہن

گر میرے بعد ظلم کریں تم پہ اشقیا
شکوے کا حرف لب پہ نہ لانا مری بہن

گو اہلِ ظلم لاکھ ستم پر ستم کریں
تم فاطمہؑ کا صبر دکھانا مری بہن

کیونکر مصیبتوں سے بچائے تمھیں حسینؑ
قسمت میں ہو جو ٹھوکریں کھانا مری بہن

سر سے اگر ردا کو اتاریں عدو دیں
بہرِ رسولؐ طیش نہ کھانا مری بہن

جب وقتِ شام آگ لگے خیمہ گاہ میں
عابدؑ کو سب سے پہلے اٹھانا مری بہن

روئے جو شب کو بالی سکینہ مرے لیے
سینے پہ اپنے اس کو سلانا مری بہن

عابدؑ کو تازیانے لگائیں جو اہلِ شام
تم صبر کرنا لب نہ ہلانا مری بہن

ماتم میں نوجواں کے کلیجہ سنبھالنا
رو رو کے تم نہ جان گنوانا مری بہن

دینا ہر اک سے پہلے تم اصغرؑ کا فاتحہ
پانی جو راہِ شام میں پانا مری بہن

نانا کے کلمہ گویوں کی اس میں نجات ہے
کنبے کو لے کے قید میں جانا مری بہن

پہنچو اگر وطن میں تو اکبرؑ کی سمت سے
صغراؑ کو یہ پیام سنانا مری بہن

وہ کہہ گئے ہیں نزع میں خواہر کے واسطے
تم میرے غم میں دل نہ کڑھانا مری بہن

میں تم سے وعدہ کر کے نہ پہنچا تمھارے پاس
کچھ اس کا دل میں دھیان نہ لانا مری بہن

صغراؑ میں بے قصور ہوں اللہ کی قسم
موت آ گئی ہوا جو نہ آنا مری بہن

چشمہ غم
حصّہ دوم
جملہ ۲۳ مراثی

۱۱
سنہ ۵ ش

اسمِ زینبؑ کے اثرات

اور بچپن میں سرِ زینبؑ پر دھوپ آنے اور امام حسینؑ کے سایہ کرنے کی روایت

جہاں میں حضرتِ زینبؑ کا جب ظہور ہوا | نبیؐ و آلِ نبیؐ کو عجب سرور ہوا
مکاں میں نور کے پیدا اک اور نور ہوا | کلیمؑ ہوتے تو کہتے کہ رشکِ طور ہوا

حسنؑ پکارے یہ حُسن آفتاب میں بھی نہیں
حسینؑ بولے یہ سورت کتاب میں بھی نہیں

یہ تذکرہ تھا کہ اللہ کا پیام آیا | پئے نبیؐ و علیؑ ہدیۂ سلام آیا
خطاب خواہرِ سلطانِ تشنہ کام آیا | خدا کے حکم سے بنتِ علیؑ کا نام آیا

کہا مَلَک نے، عجب اسمِ لاجواب دیا
خدائے پاک نے زینب اسے خطاب دیا

رسولؐ نے کہا اس نام کے اثر تو سناؤ | ہمیں قبول ہے مقبولیت کی وجہ بتاؤ
وہ بولے وجہ بتا دیں اگر نہ اشک بہاؤ | مگر یہ عرض ہے مولا کہ فاطمہؑ سے چھپاؤ

یہ نام حضرتِ آدمؑ کی نورِ عین کا ہے
کہ جس سے خلق میں آغاز شور و شین کا ہے

وہ بیکسی وہ مصیبت صغیٰ کی جائی کی | فلک نے اُس سے قیامت کی بیوفائی کی
غضب ہے طالبِ مطلوب ہیں جُدائی کی | یہ سوگوار ہے اپنے غریب بھائی کی

نبیؐ نے رو کے کہا کون سا وہ بھائی ہے
حسینؑ کہہ کے مَلک نے کہا دُہائی ہے

بتول بولیں کہ یا شاہ دل مکدّر ہے | دُہائی سُن کے یہ دُکھیا ملول و مضطر ہے
نبیؐ پکارے کہ میرا بھی حال ابتر ہے | مُرقّعِ غم و حسرت تمہاری دُختر ہے

حسینؑ بہرِ ستم ہیں پئے عزا زینب
کہ وہ شہیدِ جفا ہوں گے بے رِدا زینب

یہ خستہ حال بہت رنج و غم اُٹھائے گی | حسینؑ کیلئے جنگل میں گھر لُٹائے گی
یہ بھائی کیلئے آنکھوں سے خوں بہائے گی | حضورِ دشمنِ دیں قید ہو کے جائے گی

رسن بندھے گی جب اس ناتواں کے شانے میں
وہ قتل گاہ میں ہوں گے یہ قید خانے میں

بتول نے کہا اللہ اے مری پیاری | مرے حسینؑ کی شیدا ہے میں ترے واری
نبیؐ نے پھر یہ تڑپ کر کہا کئی باری | مرے پسر پہ یہ ظلم اور یہ ذلّت و خواری

مجھے عجب ہے کہ حضرت نہ رحم کھائیں گے
نہ آپ اور نہ شبیرِ خدا بچائیں گے

رسولؐ بولے کہ پیاری نہ تم نہ ہم ہوں گے | ہمارے بعد علیؑ پر ہجومِ غم ہوں گے
علیؑ کے بعد حسنؑ پر بڑے ستم ہوں گے | حسنؑ کے بعد مرے نخل سب قلم ہوں گے

وہ بولیں، لوٹ چکیں گے شقی جو سب گھر کو
تو کون روئے گا میرے غریب دلبر کو

کہا نبیؐ نے کہ حیدر وہ دوست پائینگے | غمِ حسینؑ میں آنکھوں سے خوں بہائیں گے
ہمیشہ فصلِ عزا میں علم اُٹھائینگے | بُکا کا ذکر تو کیا ہے اُنھیں غش آئیں گے

جب اُن کی عورتیں یادِ حرم میں روئیں گی
تو لڑکیاں بھی سکینہؑ کے غم میں روئیں گی

بتول بولیں مرے سر پہ اُن کا یہ احساں | وہ اُس غریب کو روئیں گے جس کے باپ نہ ماں
بُھلاؤں گی نہ مگر اُن کو میں کبھی بابا جاں | بغیر اُن کے جنّتم سمجھ لوں باغِ جناں

خدا سے کہدوں کہ غم دے نہ خستہ حالوں کو
تو بخشدے مرے بچّے کے رونے والوں کو

فدائے حضرتِ زینب نثارِ سبطِ نبی | کسی برادر و خواہر کو یہ وِلا نہ ہوئی
زہے عطا و ولائے حسینِ ابنِ علیؑ | کہ بنتِ شیرِ خدا ایک روز خواب میں تھی

نگاہِ مہر و وفا سے بلند پایہ کیا
بہن پہ ابرِ کرم نے رِدا کا سایہ کیا

بہن جو خواب سے چونکی تو سخت گھبرائی | حسینؑ دھوپ میں تھے مثلِ مہر تھرائی
تڑپ کے بولی کہ ہئے ہئے یہ کیا کیا بھائی | یہ مہر اور یہ عنایت مجھے نہ خوش آئی

فلک نے مجھ کو نیا حادثہ دکھایا ہے
حضور دھوپ میں ہیں اور مجھ پہ سایا ہے

علیؑ کی نورِ نظر کو اسی کا دھیان رہا | کہ اس حسینؑ کے حق سے ادا ہو یہ کھیا
مگر نصیب سے موقع عجیب وقت ملا | کہ شمر سینے پہ تھا اور گلے پہ تیغِ جفا

یہ دل نے چاہا کہ اس وقت حق ادا کیجے
اخی پہ دھوپ ہے اب سایۂ ردا کیجے

یہ سوچ کر سوئے مقتل وہ بے جگر آئی | ملول و مضطر و ناشاد و نوحہ گر آئی
وہ خستہ حال جو میدان میں چشم تر آئی | زمیں پہ لاش تڑپتی ہوئی نظر آئی

عجیب رنج و الم دل پہ سہہ گئی زینبؑ
تڑپ کے سائے کی حسرت میں رہ گئی زینبؑ

مرثیہ ۲

از
فدا شش

امام حسینؑ سے جناب حُر کی رُخصت

حُر نے مولا سے طلب کی جو رضائے میداں | اُس کا منہ دیکھ کے رونے لگے شاہِ ذیشاں
سر جھکا کر کہا غم دینے کو آیا تھا یہاں | تجھ سے محجوب ہوں میں آمرے تازہ مہماں
ایک دم کو بھی اِدھر آکے تو شاداں نہ ہوا
فاقہ کش سے تری دعوت کا بھی ساماں نہ ہوا

عرض کی مجھ پہ کرم ہو رفقا سے پہلے | حوضِ کوثر پہ ملوں عقدہ کشا سے پہلے
یہ ہوس ہے کہ میں اُڑ جاؤں ہوا سے پہلے | سرخرو کیجیے بندے کو خدا سے پہلے
حشر تک نام رہے، فدیۂ اوّل ہے حُر
فوجِ قربانئ داور کا ہراول ہے حُر

بولے عبّاس کہ یہ شوقِ شہادت اے حُر | یہ ہوائے چمنِ خُلد۔ یہ عجلت اے حُر
نکہتِ گُل کی طرح آتے ہی رخصت اے حُر | سب شہیدوں پہ ہیں چاہیے سبقت اے حُر
تو ابھی شاہ پہ کیوں جان فدا کرتا ہے
فوج کے آگے علمدار رہا کرتا ہے

علی اکبر نے ندا دی کہ یہ کلمہ نہ کہو | اے چچا جان خدا کے لیے خاموش رہو
فوج کی زیب کہاں جبکہ علمدار نہ ہو | شاد کرنا ہے خدا کو تو مرا داغ سہو

گرچہ رتبے میں نہ اعلیٰ ہوں نہ برتر ہوں میں
پاس اتنا ہے کہ ہمشکلِ پیمبرؐ ہوں میں

دونوں زینبؑ کے پسر بولے کہ ناچار ہیں ہم | آپ کے سامنے کیونکر کہیں حقدار ہیں ہم
منصبِ جعفرِ طیّار کے مختار ہیں ہم | گر علَم کے نہیں سبقت کے سزاوار ہیں ہم

دل پہ سہہ لیجیے اب داغ ہمارا بھائی
آپ اماں کے ہیں جینے کا سہارا بھائی

یہ سخن سنتے ہی گھبرا گئے مسلم کے پسر | تھرتھراتی ہوئی آواز سے بولے رو کر
اوّلاً شاہ پہ قربان ہوئے کس کے پدر | کس نے یہ سختیاں جھیلی ہیں کہ برسیں پتھر

یوں ہی مجروح یتیموں کا بدن ہو جائے
بس یہی شالِ عزا اپنا کفن ہو جائے

بولے قاسم کہ مجھے چاہیے سبقت بھیّا | شہ سے اوّل ہوئی بابا کو امامت بھیّا
اوّلاً مجھ کو ملے جامِ شہادت بھیّا | پہلے دولھا کیلئے چاہیے شربت بھیّا

مجھ سے کیوں فوجِ شہِ نیک صفات آگے ہو
کہیں دیکھا ہے کہ نوشہ سے برات آگے ہو

شہ نے فرمایا کہ تم کاہے کو جانیں وارو | سب قصہ مرے دم کا ہے مرے غمخوارو
میں ہی سب غازیوں پر کیوں نہ فدا ہوں یارو | تم مرے ساتھ نہ برباد ہوا ے دلدارو

نہ مری فوج سے رنجش ہے نہ مہمان سے ہے
ان لعینوں کو غرض ہے تو مری جان سے ہے

گر پڑا شاہ کے قدموں پہ حُرِ نیک سیر | شہ نے فرمایا کہ بھائی مجھے مجبور نہ کر
رنج دینے کیلئے فوج سے آیا تھا ادھر | گر یہی تیری تمنا ہے تو اچھا نہ ٹھہر

تُو نے بھی آ کے مصیبت ہی بڑھا دی بھائی
سر تو قدموں سے اٹھا میں نے رضا دی بھائی

اذن پاتے ہی کھلا مثلِ چمن وہ گلفام | شاد ہوتا ہوا گھوڑی پہ گیا بہرِ سلام
خواہرِ شاہ پکاریں کہ حُرِ نیک انجام | سرنگوں ہے ترے احسان سے ہمشیرِ امام

نصرتِ بیکس و ناچار میں کد کی تُو نے
اس مصیبت میں غریبوں کی مدد کی تُو نے

اے مسافر یہ نئی طرح کی مہمانی ہے | دمبدم درد و غم و رنج کی طغیانی ہے
لاکھ دشمن ہیں اور اک فاطمہ کا جانی ہے | کیا کروں ہائے نہ دانہ نہ کہیں پانی ہے

سخت مشکل میں ہے احمد کا نواسا اے حُر
تین دن سے مرا اصغر بھی ہے پیاسا اے حُر

مرثیہ ۳

ف ہ انش

جنابِ حُر کی شہادت

بخدا دل سے فدائے شہِ ابرار تھا حُر | دلبرِ احمدِ مختار کا غمخوار تھا حُر
نفس مغلوب ہوا جس سے وہ جرّار تھا حُر | صاحبِ جرأت و ہمت تھا وفادار تھا حُر

مال و زر چھوڑ دیا جانِ نبیؐ کی خاطر
زخم بھی کھائے حسین ابنِ علیؑ کی خاطر

داغ بیٹے کا دمِ جنگ اُٹھایا تھا مگر | نصرتِ سبطِ نبیؐ سے تھا نہ غافل دم بھر
فوج کو اس کے مقابل نہ ہوئی جبکہ ظفر | ایک ضیغم کو کئی لاکھ نے گھیرا مل کر

زینِ توسن سے جری دادِ وغا دے کے گرا
جلتی ریتی پہ شہِ دیں کو ندا دے کے گرا

تھا یہ نعرہ کہ شہِ یثرب و بطحا مدد ے | لو غلام آپ پہ قرباں ہوا آقا مدد ے
راحتِ جانِ نبیؐ دلبرِ زہرا مدد ے | دم نکلنے کو ہے اے فخرِ مسیحا مدد ے

وقتِ آخر مجھے دیدار دکھا دو مولا
نزع کا وقت ہے یٰسین سُنا دو مولا

سُن کے یہ خیمے میں جاکر یہ کیا شہ نے بیاں | رو دُو سب کھول کے سر مرگیا میرا مہماں
چاہیے بیکس و مضطر کی عزا کا ساماں | کون روئے گا یہاں اس کی نہ خواہر ہے نہ ماں

آئی آواز کہ میں آئی ہوں غم خواری کو
گو کہ مادر نہیں ۔ زہرا ہے عزاداری کو

حُر کو روتے ہوئے رن میں شہِ ابرار آئے | شہ کے ساتھ اکبر و عباسِ علمدار آئے
واہ رے بخت کہ مولا پئے دیدار آئے | اپنے مہماں پہ کرمیوں کو نہ کیوں پیار آئے

پائینتی اکبر و عباسِ دلاور بیٹھے
شاہ آغوش میں سر لے کے زمیں پر بیٹھے

جُھک کے فرمایا کہ اے دوست ذرا آنکھیں کھول | ہم بھی فردوس کے عازم ہیں کوئی دم ہنس بول
گلشنِ خُلد بریں تو نے خریدا بے مول | بلبلِ خُلد ابھی سے پرِ پرواز نہ تول

حق کی درگاہ میں شکرِ عملِ خیر تو کر
چمنِ فاطمہ زہرا کی ذرا سیر تو کر

حُرِ ذی جاہ نے آہستہ کہا میں قرباں | سر جُھکائے ہے مرا آپ کا بارِ احساں
فرطِ ہیبت سے لبِ گور ہے یہ تشنہ دہاں | تیر اک مجھ کو نظر آتا ہے یا شاہِ زماں

سخت صدمہ ہے پہنچا ہے کہ جاں کھوتا ہے
دیکھ کر خیمۂ سرور کی طرف روتا ہے

شہ نے فرمایا کہ اے حُرِ جری خوف کھا | تیرے پُرسے کے لیے آئے ہیں ضرغامِ خدا
عرض کی اُس نے کہ اے بادشہِ ہر دوسرا | سبز پوشاک سجے بیٹھے ہیں اک ماہ لقا

سمتِ یثرب سے ابھی محوِ بکا آئے ہیں
بولے سرور حسنِؑ سبز قبا آئے ہیں

عرض کی حُر نے کہ اک پیر بھی ہیں حد سے ملول | بولے شبیرؑ یہ توقیر ہوئی تجھ کو حصول
پیشوائی کو تری آئے ہیں جنت سے رسولؐ | عرض کی حُر نے میں قربان ہوں اے جانِ بتولؑ

کوئی بی بی ہیں کہ وہ اشک فشاں ہوتی ہیں
شہ نے فرمایا کہ بھائی مری ماں روتی ہیں

چیخ کر رونے لگا سُن کے جو نامِ زہرا | حلقِ مجروح سے فوّارۂ خوں چھوٹ پڑا
مرحبا اے حُرِ غازی یہ مقدر تیرا | ماں کے رومال سے باندھا شہِ بیکس نے گلا

بولے عبّاس کہ الطاف کی حد ہے اے حُر
تیری گردن میں یہ بخشش کی سند ہے اے حُر

یہ سخن سُنتے ہی راہی ہوا مہمانِ حسینؑ | رو دیے حُر کی شہادت پہ دل و جانِ حسینؑ
گوہرِ اشک سے تر ہو گیا دامانِ حسینؑ | لاشِ حُر دوش پہ لے آئے ہیں قربانِ حسینؑ

حیف مقتل سے اُٹھے حُرِ جری کا لاشہ
کوئی لائے نہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا لاشہ

مرثیہ ۴

از ف ہ ش

شہادت عون و محمدؑ

علی کی جائی کے دلبر شہید ہوتے ہیں | شبیہِ حیدر و جعفر شہید ہوتے ہیں
زمیں پہ گھوڑوں سے گر کر شہید ہوتے ہیں | بلا کے بَن میں غضنفر شہید ہوتے ہیں
زبانیں خشک ہیں پانی کو جی ترستا ہے
زمیں پہ ابرِ زرہ سے لہو برستا ہے

وہ دو صغیر وہ لاکھوں ستم شعار افسوس | وہ سینے چاند سے وہ برچھیوں کے وار افسوس
پڑے ہیں خاک پہ دونوں وہ گلعذار افسوس | تباہ ہو گیا زینب کا گھر ہزار افسوس
نہ یہ لحاظ نہ بچوں میں یہ وفا ہو گی
حسین کو نہ پکارے کہ ماں خفا ہو گی

خوشی سے فتح کے باجے جو ظالموں نے بجائے | ادھر تڑپنے لگے شہ ادھر حرم گھبرائے
مگر یہ ماں نے ندا دی کہ اے بتول کے جائے | کنیز زادوں کی لاشیں اٹھانے کوئی نہ جائے
لہو کے جوش میں کوئی نہ طیش کھائے کہیں
کسی دلیر سے تلوار چل نہ جائے کہیں

یہ سُن کے بھی شہِ والا چلے سوئے جنگاہ | جلو میں اکبر و عباسؑ قاسم ذی جاہ
قریبِ فوج جو پہنچے امامِ عرش پناہ | ستمگروں نے ندا دی کہ اے بتولؑ کے ماہ

ابھی نہ دونوں شہیدوں کے پاس جائیے گا
سر ان کے تن سے قلم ہولیں تب اُٹھائیے گا

یہ سُن کے دلبرِ حیدرؑ نے کھینچ لی تلوار | بڑھے جلال میں عباسؑ اکبرِ جرار
سرہانے لاشوں کے جا پہنچے شاہِ عرش وقار | پکارے حضرتِ عباسؑ بھانجو میں نثار

شہِ انام کی تعظیم کو اُٹھو پیارو
حسینؑ آئے ہیں تسلیم کو اُٹھو پیارو

یہ سُن کے غش سے جو چونکے وہ بیکس و رنجور | سلام سب کو کیا اور کہا کہ شاہِ غیور
ہمیں نہ خیمے میں لے چلیے بہرِ ربّ غفور | ہماری اماں کے بالکل خلاف ہوگا حضور

شہید ہو گئے اُن کو یہی سُنا دینا
خود اُن سے کہہ کے ہمیں دودھ بخشوا دینا

پکارے پھر یہ علمدار کو وہ دل افگار | کہ چھوٹے ماموں جنابِ حسینؑ سے ہشیار
رہے خیال کہ بیکس ہیں سیّدِ ابرار | غلاموں کی یہ وصیّت نہ بھولیو زنہار

یہ کہتے کہتے جہاں سے گزر گئے بچّے
تڑپ کے شہ نے کہا ہائے مر گئے بچّے

پھر اُن کے ہاتھوں سے قبضے چھڑائے اکبر نے | وہ دونوں لاشے اُٹھائے علی کے دلبر نے
عَلم کا سایہ کیا نورِ عینِ حیدر نے | پھوپی کو جا کے خبر دی یہ جانِ شبّر نے

سواریٔ شہِ عالی صفات آتی ہے
تمہارے پیاروں کی رن سے برات آتی ہے

یہ تذکرہ تھا کہ لاشے قریبِ در آئے | حسین چاک گریباں برہنہ سر آئے
لہو میں غرق جو ماں کو پسر نظر آئے | ہزار سنبھلی پر آنکھوں میں اشک بھر آئے

دعا کے ساتھ ہیں دل سے کراہ بھی نکلی
زباں سے شکر جو نکلا تو آہ بھی نکلی

حرم میں غل ہوا بچو تمہیں اجل آئی | سکینہ کہنے لگی ہائے مر گئے بھائی
یہ بین سُن کے پکاری بتول کی جائی | یہ لفظ کہہ کے نہ رو اے پدر کی شیدائی

پھوپی کو شاق ہے بھائی نہ کہہ کے رو پیاری
اے مرے علی اکبر کی خیر ہو پیاری

بہن کے پاس وہ لاشے لٹائے بھائی نے | اک آہ کھینچ کے آنسو بہائے بھائی نے
تڑپ تڑپ کے کلیجے ہلائے بھائی نے | وہ اُن کے پاس کے کلمے سنائے بھائی نے

کہا کہ خوب لڑے یہ خجستہ خو زینب
ہمارے کہنے سے دودھ ان کو بخش دو زینب

پکاری ماں کہ یہ تقدیر اے مرے بچو | نثار تم پہ مرا شیر اے مرے بچو
بڑھا گئے مری توقیر اے مرے بچو | ثنائیں کرتے ہیں شبیر اے مرے بچو

غضب ہے اس پہ جو منہ سے نہ کچھ کلام کرو
حسین مدح کریں اور نہ تم سلام کرو

میں جانتی تھی مرے بھائی کو بچاؤ گے | یہ کیا خبر تھی کہ رن سے نہ پھر کے آؤ گے
مجھے یقیں ہے کہ سیدھے نجف کو جاؤ گے | مدد کے واسطے مشکل کشا کو لاؤ گے

یہ کہیو جلد چلو نورِ عین کی خاطر
غلام آئے ہیں یاں تک حسین کی خاطر

سفر میں دائی سے ترچھی نگاہ کر کے چلے | پدر کے ہجر میں فریاد و آہ کر کے چلے
نہ ماں کو دفن نہ اکبر کا بیاہ کر کے چلے | مسافرو مری بستی تباہ کر کے چلے

یہ بھولی صورتیں پھر بھی مجھے دکھاؤ گے
کہاں پہ ٹھہرو گے کب تک وطن کو جاؤ گے

مرثیہ ۵
از فدا حسین

خیمہ گاہ میں علمِ حضرت عباسؑ کے گرد بیبیوں کے بین

جب نہر پہ حضرت کے برادر نے قضا کی | مظلوم کے ناچار کے یاور نے قضا کی
جرار نے صفدر نے غضنفر نے قضا کی | سر پیٹو کہ عباسِ دلاور نے قضا کی

ہمشکلِ نبی خاک پہ بیہوش ہوئے ہیں
بابا کے بھی احوال فراموش ہوئے ہیں

شہ کہتے ہیں کیوں سو گئے پھر ہاتھوں کو جوڑو | بھیا میں اکیلا ہوں مرا ساتھ نہ چھوڑو
عباس میں ناچار ہوں منہ مجھ سے نہ موڑو | میں رحم کے قابل ہوں مری آس نہ توڑو

کیا بھائی کے جینے کا مزا لے گئے بھائی
مظلوم کو غربت میں دغا دے گئے بھائی

اب میرے لیے یوں جد و کد کون کریگا | یوں الفت و اخلاص کی حد کون کریگا
جب سر پہ بلا آئے گی رد کون کریگا | پردیسی مسافر کی مدد کون کریگا

تم سا کوئی بیکس کا مددگار نہ ہوگا
اب کوئی مرے گھر میں علمدار نہ ہوگا

خیمہ گاہ میں علم حضرت عباس کے گرد بیبیوں کے بین

عبّاس اٹھو تا بہ حرم جا کے پھر آنا | ہمشیر کو منہ چاند سا دکھلا کے پھر آنا
کلثوم کو آداب بجا لا کے پھر آنا | نانا کا تبرک ابھی پہنچا کے پھر آنا

طاقت جو نہیں بارِ گراں اٹھ نہیں سکتا
میں پیر ہوں مجھ سے یہ نشاں اٹھ نہیں سکتا

یہ کہہ کے پھر اس طرح سے روئے کہ غش آیا | چونکے تو لہو دیدۂ پُرنم سے بہایا
اکبر نے پیمبر کے تبرک کو اٹھایا | سر پیٹ کے حضرت نے قدم گھر کو بڑھایا

چلّائے کہ غم خوار خدا حافظ و ناصر
عبّاسِ علمدار خدا حافظ و ناصر

پھر جوش میں ذاکر بھی عزادار بھی آئے | مجلس میں دو عالم کے مددگار بھی آئے
لو فاطمہ بھی حیدرِ کرّار بھی آئے | واں خیمے کے در پر شہِ ابرار بھی آئے

فضّہ نے ندا دی کہ ولی ابنِ ولی آئے
لو بی بیو دریا سے حسین ابنِ علی آئے

کیا بیٹھے ہو لوگو مرے ہونٹوں پہ دم آیا | حضرت کا برادر تو نہ سوئے حرم آیا
بیوہ کی عزا کے لیے سامانِ غم آیا | تحفے کے عوض نہر سے پُرخوں علم آیا

فرزندِ یداللہ کی تعظیم کو اٹھو
لوگو علمِ شاہ کی تعظیم کو اٹھو

بچوں میں کہاں روتی ہے دکھ پائی سکینہ | عمو کا علم لایا ترا بھائی سکینہ
آدیکھ لے عباس کی شیدائی سکینہ | تیروں سے چھدی مشک تری آئی سکینہ

رو اس کو چچا کا تنِ صد پاش سمجھ کر
سر پیٹ لے سقے کی اسے لاش سمجھ کر

پھر سبطِ نبی نے وہ علم صحن میں گاڑا | عباس کی خواہر نے گریبان کو پھاڑا
چلائی کہ بھیا مری قسمت کو بگاڑا | ہئے ہئے مرے ماں باپ کی بستی کو اُجاڑا

مجھ رانڈ سے مظلوم کا شیدائی بھی بچھڑا
ہئے ہئے مرے بچے بھی چھٹے بھائی بھی بچھڑا

فضہ نے وہیں فرشِ عزا لاکے بچھایا | اور بیوۂ عباسِ دلاور کو بٹھایا
خود بالوئے ناشاد نے رنڈسالہ پنھایا | فرزندِ یداللہ نے رو کر یہ سنایا

بی بی ترا احسان، ترے صدقے کا محسن ہے
تو پہلے تو بھاوج تھی اور اب میری بہن ہے

تو ماتمِ عباس میں آنسو تو بہانا | پر اپنی صدا فوجِ عدو کو نہ سنانا
حیدر کا یہ گھر ہے ترے وارث کا گھرانا | للہ تو اس گھر کی محبت نہ بھلانا

غیرت سے جری کا تنِ صد پاش نہ تڑپے
جلتی ہوئی ریتی پہ کہیں لاش نہ تڑپے

یہ سنتے ہی عباس کی بیوہ یہ پکاری | کیا تاب جو نوحہ کروں یا گریہ وزاری
جو آپ کی طاعت ہے، وہی طاعتِ باری | پر عصر کا وقت آیا تو کیا ہوگا میں واری
اُس وقت بھی وارث کو نہ تڑپاؤں کہ نکلوں
جلتے ہوئے خیمے ہی میں جل جاؤں کہ نکلوں

سقّے کو پکارو کہ ابھی آ کے چلے جائیں | کچھ پردے کی صورت مجھے بتلا کے چلے جائیں
للّٰلہ نجف تک مجھے پہنچا کے چلے جائیں | حیدر کی لحد پر مجھے بٹھلا کے چلے جائیں
ہے ہے یہی دھڑکا ہے کہ آفت میں گھروں گی
غیرت انھیں آئے گی میں سر ننگے پھروں گی

سوز

رموزِ اسمِ جنابِ عباس

عباس میں بھی عینِ علیؑ صاف عیاں ہے | اس نام کے حرفوں میں عجب راز نہاں ہے
یہ عینِ علمدارئ سرور کا نشان ہے | بے کا یہ بیان ہے کہ بہادر یہ جواں ہے
ایمائے الف ہے کہ یہ آقائے اُمم ہیں
اور سین یہ کہتا ہے کہ سقّائے حرم ہیں

مرثیہ ۶

از ن ہ ش

شہادت جنابِ عباسؑ

دریا پہ جب حسینؑ برادر کے پاس آئے
عباسِ نامدار نے آہستہ لب ہلائے
زہرا کے نورِ عین نے جھک کے سنا کہ ہائے
حسرت یہ ہے کہ آپ کی صورت خدا دکھائے
دیدار کس طرح ہو کہ حالت تغیر ہے
اِس آنکھ میں تو سر کا لہو، اُس میں تیر ہے

یہ سن کے شہ نے آنکھوں سے دریا بہا دیا
دامن سے اُس جمے ہوئے خوں کو چھڑا دیا
بھائی کو اپنا چہرۂ پُرخوں دکھا دیا
پھر تیر کھینچ کر تو فلک کو ہلا دیا
صدموں سے دونوں بھائیوں کے دل تڑپ گئے
بیکس حسین صورتِ بسمل تڑپ گئے

رو کر کہا کہ میری محبت میں خوں بہا
بچپن سے تم نے ساتھ مرے غم یہ غم سہا
پر ایک بات کا مجھے ارمان ہی رہا
تم نے کبھی حسین کو بھائی نہیں کہا
اس وقت شاہ کردو تو روحی فدا کہوں
تم مجھ کو بھائی جاں کہو میں مرحبا کہوں

عباس نے تڑپ کے کہا یا شہِ انام | حضرت مرے ولی مرے مولا مرے امام
یہ خانہ زاد آپ کا اک کمتریں غلام | اللہ اس حقیر کا منہ اور یہ کلام

بندہ بھی کیا حبیبِ خدا کا عزیز ہے
میری تو ماں بتول کی ادنیٰ کنیز ہے

یہ کہہ کے سوئے خلد بریں کوچ کر گئے | حضرت نے جھک کے پوچھا کہ بھیا گزر گئے
بھائی ذرا سی بات پہ غصے میں بھر گئے | عباس ہم پکار رہے ہیں کدھر گئے

غیظ و غضب میں ہم کو نہ بے موت مار یئے
بھائی نہیں غریب ہی کہہ کر پکاریئے

ساتھی کو وقتِ بد میں اکیلا نہ چھوڑیئے | للہ جانِ فاطمہ سے منہ نہ موڑیئے
پھر بہرِ اذنِ جنگ ذرا ہاتھ جوڑیئے | پیری میں بے وطن کی کمر تو نہ توڑیئے

یہ تو بتایئے کہ حزینہ سے کیا کہوں
بھیا تمہاری پیاری سکینہ سے کیا کہوں

وہ بیقرار ہے اُسے بہلا کے جایئے | بچی کی سعی شمر سے فرما کے جایئے
گوہر نہ چھینے کوئی یہ سمجھا کے جایئے | مشکیزہ اہل بیت میں پہنچا کے جایئے

اے بھائی یہ امانتِ ربِ غفور ہے
خیمے میں اس عَلَم کا پہنچنا ضرور ہے

مرثیہ

حضرت عباسؑ کی شہادت

اور زائر کی روایت

عباسؑ مشک لے کے چلے جب سوئے حرم | چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے بانیٔ ستم
بس اک قلم کا حرف ہے، کافی پئے الم | کیا شے قلم ہوئی کہ گرا خاکِ پر عَلَم
یہ کیا ہوا کہ نرغۂ اعدا میں گھر گئے
پانی گرا ادھر کہ اُدھر آپ گر گئے

آواز دی کہ دلبرِ زہرا اب آئیے | بیمار جاں بلب ہے مسیحا اب آئیے
خادم نثار ہو گیا آقا اب آئیے | وقتِ مدد ہے سیدِ والا اب آئیے
حسرت یہ ہے کہ دولتِ عقبیٰ نصیب ہو
یٰسیں کے وقت دلبرِ طاہا قریب ہو

یہ سُن کے نہر کو جو چلے شاہِ دیں پناہ | دیکھا کہ اک عرب ہے، پریشاں میانِ راہ
سمجھے یہ شکل دیکھ کے سلطانِ کم سپاہ | مومن ہے، یہ ضرور کہ اُلفت کی ہے نگاہ
رو کر کہا ہمیں ترا غم ناگوار ہے
تو کون دل فگار ہے کیوں بیقرار ہے

بولا کہ اک مسافرِ بے خانماں ہوں میں | رنجِ سفر سہا ہے بہت ناتواں ہوں میں
فاقوں سے گھُل گیا ہے بدن نیم جاں ہوں میں | صحرا نورد صورتِ ریگِ رواں ہوں میں

بیکس ہوں بیوطن ہوں فلک کا ستایا ہوں
عباسِ نامور کی زیارت کو آیا ہوں

یہ سنتے ہی لپٹ کے یہ شہ نے کیا کلام | عباسِ نامدار کے زائر مرا سلام
اُس نے کہا کہ آپ ہیں کون اے فلک مقام | یہ کیا ہوا کہ خون میں ڈوبی قبا تمام

کیا وجہ ہے جو آپ لہو میں نہائے ہیں
رو کر کہا غریبوں کے لاشے اُٹھائے ہیں

وہ بولا پھر یہ مجھ سے محبت کی وجہ کیا | فرمایا تو ہے عاشقِ عباسِ باوفا
وہ بولا پھر کہاں ہے وہ حیدر کا لاڈلا | فرمایا نہر پر ہے وہ ضرغامِ مرتضیٰ

بولا کہاں وہ ماہِ لقا ہے ترائی میں
سقا تو ایک لوٹ رہا ہے ترائی میں

فرمایا ہاں یہی ہے وہ عباسِ نامدار | سقا بنا حسین کی خاطر یہ دل فگار
ملتے ہیں کس کو ایسے برادر وفا شعار | بھائی یہ تھا حسین کے بچوں کا جاں نثار

خوں میں بھرے ہیں چاند سے رخسار دیکھ لے
چل نہر پر غریب کا دیدار دیکھ لے

سر پیٹ کر یہ عاشقِ عبّاس نے کہا | پوری ہوئی نہ آس مری وا مصیبتا
ہے ہے یہ شہید ہو گئے عبّاسِ باوفا | یارب ابھی پھڑک کے نکل جائے دم مرا

دنیا میں زندگی کا مری اب مزا نہیں
یہ تو کہو حسین بھی زندہ ہیں یا نہیں

شہ نے کہا کہ ان کو بھی زندہ نہ سمجھو اب | پوچھا کہ آپ کون ہیں رو کر کہا عرب
پوچھا کہ نام کیا ہے پکارے کہ تشنہ لب | پوچھا کوئی ہے ساتھ، کہا کام آئے سب

پوچھا کہ کس طرح تو کہا سر اُتر گئے
پوچھا جھکے ہو کیوں تو کہا بھائی مر گئے

پوچھا کہ مجھ سے نام چھپانے کا کیا سبب | رو کر کہا کہ خوفِ شکایت ہے اے عرب
خالق کا پاس ہے، تو ید اللہ کا ادب | اُس نے کہا کہ نام تو بتلاؤ بہرِ رب

رو کر کہا غریب ہوں حق کا فدائی ہوں
دل غم سے چاک چاک ہے، شبّر کا بھائی ہوں

یہ سن کے پیٹنے لگا پیہم وہ نوجواں | شہ نے کہا ترائی میں چل میرے میہماں
لے کر اُسے جو نہر پہ آئے شہِ زماں | دیکھی عجیب شان علمدارِ خستہ جاں

سینے میں تیر مشکِ سکینہ کنار میں
سوتا ہے شیرِ بیشۂ حیدر کچھار میں

تب ہائے بھائی کہہ کے گرے خاک پر امام | غش ہو گیا وہ عاشقِ عباسِ نیکنام
بولے سلام کر کے علمدار تشنہ کام | اک آرزو غریب کی ہے یا شہِ انام

آنکھوں میں سر کا خون جما ہے چھڑائیے
خادم کو اپنی چاند سی صورت دکھائیے

خوں پاک کر کے بولے اخی سے شہِ زماں | آیا ہے ایک آپ کا مشتاق بھائی جاں
فاقوں سے راہ کے ہے بہت زار و ناتواں | کر لو کچھ اس سے بات کہ بچ جائے یہ جواں

بولے یہ رو کے اُس سے کہ آ ہمکنار ہو
عباس پر فدا ہے تو شہ پر نثار ہو

یہ کہتے کہتے غش ہوئے خاموش ہو گئے | پھیلا کے پاؤں نہر کی ریتی پہ سو گئے
چلّائے شاہ خوب مرا داغ دھو گئے | ایسے خفا ہوئے کہ زمانے سے کھو گئے

لو رونے والو ثانیٔ الیاس مر گئے
ماتم کرو کہ حضرتِ عباس مر گئے

چونکا جو غش سے عاشقِ عباس نیکنام | سر پیٹ کر یہ کہنے لگے شاہِ تشنہ کام
اے دوست تو نے کچھ نہ سنا آپ کا کلام | تجھ کو ابھی پکار کے بھائی ہوئے تمام

تو میہمان ہے تری خدمت میں کیا کروں
پانی بھی مجھ پہ بند ہے دعوت میں کیا کروں؟

حدیث

مَن بَکیٰ علیٰ الحُسَین کی تشریح

جن کی نظروں سے حقیقت ہے عزا کی مستور | مَن بَکیٰ پر جو نہیں وہ تو نہ ہو نا رنجور
کہتے ہیں رونے رُلانے میں تصنّع ہے ضرور | واہ کیا فہم و نظر رکھتے ہیں چشمِ بد دُور

لاکھ مجبور ہمیں کیجیے کب روتے ہیں
چوٹ جب قلب پہ لگ جاتی ہے تب روتے ہیں

جو نہ مقصودِ غمِ دلبرِ حیدر سمجھے | مصلحت کلمۂ اَبکیٰ کی وہ کیونکر سمجھے
اشک تمہیدِ عمل میں دلِ مضطر سمجھے | جو نہ سمجھے تو خدا سمجھے پیمبر سمجھے

عزم اصلی تو ہے اعمال میں سرگرمی کا
اک بہانہ ہے بُکا دل کے لیے نرمی کا

جن کا شیوہ ہے بہر حال مخالف ہونا | سمجھے مفہومِ تَبَاکی بہ تکلّف رونا
نقد فرصت ہے عبث بحثِ غلط میں کھونا | خود زرِ علم کے نقّاد پرکھ لیں سونا

جبکہ آنسو نہ بہیں خلق کی عادت ہے یہی
غم کے ماحول میں انسان کی فطرت ہے یہی

ہے تباکی سے یہ مقصود کہ اربابِ عزا | مجلسِ غم میں سنیں غور سے ذکرِ شہدا
جس طرح موت کے گھر میں کوئی پرسے کو گیا | مرنے والے کے عزیزوں میں ہوا شور بُکا

آہ و فریاد وہاں دل سے جو ٹکراتی ہے
شکل رونے کی بناتا نہیں بن جاتی ہے

سوز

انا من الحسین

کسی گروہ سے کب خاص ہے عزائے حسین | نظر میں سب کی ہیں وہ برگزیدۂ ثقلین
سوارِ دوشِ نبی کیا نہ تھے یہ زینتِ زین | علی کے ماہ لقا فاطمہ کے نور العین

رسول کہتے تھے میں خوش انھیں کے چین سے ہوں
حسین مجھ سے ہے میرا تو میں حسین سے ہوں

کہا حسین کو جب مصطفےٰ نے اپنی جان | تو پھر حضور ہی اسلام کی ہیں روحِ رواں
اُٹھا تھا کفر کا جب ملکِ شام سے طوفاں | انھیں نے بڑھ کے سنبھالی تھی کشتیٔ ایماں

ہوئے شہید جو اُمت پہ گھر فدا کر کے
نبی کا دین بچایا خدا خدا کر کے

مرثیہ ۹

از ف ہ ش

امام حسینؑ کی رخصت

جب اہلبیت پیمبرؐ کا گھر تباہ ہوا | جری شہید ہوئے شاہ بے سپاہ ہوا
علیؑ کا لال مہیائے رزمگاہ ہوا | حرم میں چار طرف شور آہ آہ ہوا
یہی صدا تھی کہ اللہ کے ولی فریاد
حسینؑ مرنے کو جاتے ہیں یا علیؑ فریاد

یہ رو کے کہتی تھیں بانو کہ یا امام زماں | یہ دکھ یہ عالم غربت یہ خانہ ویراں
نہ شہ کے بھائی نہ قاسم نہ اکبر ذیشاں | پھر آپ کس کے سہارے پہ چھوڑتے ہیں یہاں
بتائیے کہ جہاں میں کوئی ہمارا ہے
حسینؑ کہتے تھے اللہ کا سہارا ہے

حرم کے حال پہ رو کر بسان ابر بہار | پسر کو آکے پکارے کہ اے مرے بیمار
مری چلی ہوئی مسند کے مالک و مختار | مرے لٹے ہوئے کنبے کے قافلہ سالار
سوئے بہشت سدھارے کہ غش میں ہو بیٹا
حسینؑ مرنے کو جاتا ہے مل تو لو بیٹا

صدائے شاہ کو سُن کر جو ہوش سا آیا | کہا کہ اب یہ مریضِ الم جہاں سے چلا
سبھوں کو یاس ہوئی میری زیست سے بابا | جبھی تو کوئی عیادت کو بھی نہیں آیا

مریضِ رنج و مصیبت کا وقتِ رحلت ہے
غلام آپ کی رُخصت سے پہلے رُخصت ہے

حسنؑ کے نورِ نظر آ کے سر دباتے تھے | خود اپنے ہاتھ سے عمّو دوا پلاتے تھے
فقط نماز کو اکبر یہاں سے جاتے تھے | حضور بھی تو یہاں بار بار آتے تھے

ہر اک کو صبح سے بیمار یاد کرتا ہے
کسی نے یہ بھی نہ پوچھا یہ کون مرتا ہے

حسینؑ بولے کہ شکوہ نہ کیجے بابا سے | عجب بلا میں گھرے ہیں جفائے اعدا سے
نہ لشکر ہے نہ سپاہ ہے نہ کثرتُ النّاس ہے | نہ قاسم ہے نہ علی اکبر ہے نہ عبّاس ہے

ہر ایک طفل و جواں چل بسا، حُسین گزرا
انھیں کے لاشے اُٹھانے میں سارا دن گزرا

مریض نے کہا ہے ہے یہ کیا ہوا بابا | ہماری زیست میں حضرت پہ یہ جفا بابا
مریض کو بھی فدا کیجے میں فدا بابا | قریبِ مرگ ہیں مرنے سے خوف کیا بابا

حسینؑ بولے کہ بیٹا وہ رن پہ چڑھتا ہے
جو گُل اشاروں سے پانچوں نمازیں پڑھتا ہے

تمہیں تو آج بڑا رنج و غم اُٹھانا ہے | حرم کے ساتھ الم پر الم اُٹھانا ہے
ٹھہر ٹھہر کے ہر اک جا قدم اُٹھانا ہے | جو ہم سے اُٹھ نہ سکا وہ ستم اُٹھانا ہے

کہو کہ طوقِ گلو گیر کون پہنے گا ؟
جو تم نہ ہو گے تو زنجیر کون پہنے گا ؟

جو بیڑی سامنے آئے تو سر جھکا لینا | خوشی سے طوقِ گراں کو گلے لگا لینا
بسانِ حضرتِ یوسف کڑی اُٹھا لینا | ہمارے دوستوں کو نار سے بچا لینا

نگاہِ غور سے ہر سمت دیکھ بھال رہے
یہ امتحان ہے بیٹا ذرا خیال رہے

اِدھر تو شاہِ ہدا نے یہ بات فرمائی | اُدھر بلکتی ہوئی دخترِ حزیں آئی
کہا کمال پریشاں ہے آپ کی جائی | ابھی کچھ اپنے چچا کی خبر نہیں پائی

الٰہی دیکھیے کب تک یہ دُکھ اُٹھاؤں گی
چچا نہ آئے تو میں اُن سے روٹھ جاؤں گی

حسینؑ بولے وہ حیدرؑ کے پاس ہیں بی بی | تمہارے رنج سے دادا اُداس ہیں بی بی
زباں پہ کلمۂ اندوہ و یاس ہیں بی بی | علیؑ کے غم سے نبیؐ بے حواس ہیں بی بی

چچا تو حال بیاں کر کے جان کھوتے ہیں
تمہاری پیاس پہ دادا تمہارے روتے ہیں

گلے سے مل لو کہ ہم بھی وہیں کو جاتے ہیں | ہمیں بھی حضرتِ شیرِ خدا بُلاتے ہیں
وہ رو کے بولی کہ ہیہات غش آئے جاتے ہیں | میں ساتھ چلتی ہوں یاں اہلِ کیں ستاتے ہیں

کہا، تمھیں ابھی منہ پر طمانچے کھانا ہے
جو ہم کو روئیں گے اُن سب کو بخشوانا ہے

سوز
غم کی عظمت

گریۂ غم سے ہے یوں فطرتِ انساں شاداب | جس طرح قطرۂ شبنم سے شگفتہ ہو گلاب
دل بہت ہوتا ہے جب دردِ نہاں سے بیتاب | اُف کے شعلے پہ تڑپتا ہے عمل کا سیماب

عیش۔ جاگے ہوئے جذبے کو سُلا دیتا ہے
درد۔ سویا ہوا احساس جگا دیتا ہے

غم کی تحریک سے گو روحِ عمل ہے توأم | پھر بھی ہر غم سے نہیں گیسوئے فطرت برہم
مر مٹے راہِ خدا میں جو شہیدانِ ستم | غیر فانی ہے جو ماتم تو انھیں کا ماتم

پائداری کی کوئی حد ہے نہ اندازہ ہے
آج تیرہ سو برس بعد یہ غم تازہ ہے

مرثیہ ۱۰

از ف ہ ش

اِستغاثۂ مظلومِ کربلا

اونچے سے اک مقام پہ اس دم قیام ہے
اعدا سے بار بار یہ شہ کا کلام ہے
ھَلْ مِنْ مُعِیْنٍ بیکس و مضطر امام ہے
ھَلْ مِنْ مُغِیْثٍ سبطِ نبی تشنہ کام ہے
یعنی وہ کون ہے جو بَلا ہم سے رد کرے
ہمّت کسی کو ہے کہ ہماری مدد کرے

کرسی و عرش و انجم و خورشید و ماہتاب
قدسی، طیور، رعد، ہوا، صاعقہ، سحاب
صحرا و باغ و سبزہ و نخل و گل و گلاب
دریا و ماہی و صدف و گوہر و حباب
چلّائے لو ہم آئے شہِ بے نوا حسین
عالم میں تھی پکار کہ لبّیک یا حسین

آئی یہ انبیاء کی ندا ہم مدد کریں
قدسی پکارے شاہِ ہُدا ہم مدد کریں
جنّ و بشر میں شور مچا ہم مدد کریں
خالق بھی پوچھنے لگا کیا ہم مدد کریں
بولے میں داد خواہ نہیں خاص و عام سے
میرا سوال ہے تو فقط فوجِ شام سے

استغفا الزم کربلا

پہنچی جو استغاثۂ مظلوم کی صدا | اُٹھے تڑپ تڑپ کے شہیدانِ کربلا
واں خیمۂ حرم میں یہ محشر بپا ہوا | جھولے سے خود ہمک کے گرا شہ کا لاڈلا

دیکھا یہ سب نے لب علی اصغر ہلاتے ہیں
گویا پکارتے تھے کہ بابا ہم آتے ہیں

بیٹھے تھے فرشِ خاک پہ سادات نوحہ گر | یہ غم سے بیحواس وہ بیخود وہ بے خبر
سن کر صدا گئے شاہ جو ٹکڑے ہوئے جگر | باندھے قصابے اوڑھیں ردائیں کسی کمر

بیہوش جو پڑی تھیں وہ ہشیار ہو گئیں
موزے بہن کے لڑکیاں تیار ہو گئیں

گھبرا کے غش سے چونک پڑا شہ کا گل عذار | بولا کہ ٹھہرو اے حرمِ شاہِ نامدار
کچھ مر نہیں گیا ابھی بیمار دل فگار | جاتا ہوں بہرِ نصرتِ سلطانِ بے دیار

غیرت کا یہ مقام ہے سجّاد کے لیے
بیوی چلیں حسین کی امداد کے لیے

ڈیوڑھی پہ آکے پہلے سکینہ نے دی صدا | لبّیک باباجان کنیز آپ کے فدا
حاضر ہوں بہرِ نصرتِ شاہنشۂ ہُدا | گو قابلِ مدد نہیں اے شاہِ کربلا

آجاؤں تیر کھانے کو مولا کے سامنے
ننھّے سے ہاتھ جوڑ لوں اعدا کے سامنے

زینب سے تاب ورد بھی نہ اُٹھ کر چلا گیا | روئیں جو بی بیاں تو جگر تھر تھرا گیا
چاہا بہت مگر نہ زباں سے کہا گیا | منہ سے کہا حسین حسین اور غش آگیا

سب کو گماں ہوا کہ جہاں سے گزر گئیں
غل پڑ گیا کہ خواہرِ شبّیر مر گئیں

فرطِ حیا سے فکر میں تھیں بانوئے حزیں | کبرا سے کہہ رہی تھیں کہ اے میری مہ جبیں
سُن کر مری صدا کو نہ غمگیں ہوں شاہِ دیں | کہہ دو مری طرف سے کہ اے شاہِ مومنیں

فرطِ حیا سے دل پہ غم و رنج سہتی ہے
بانوئے تشنہ کام بھی لبیک کہتی ہے

بولیں حسن کی بیوہ کہ نصرت کو آؤں میں | دلبر مرے کہاں ترے بھائی کو پاؤں میں
والی کو دوں ندا کہ پسر کو بلاؤں میں | کیا بیکسی کا وقت ہے قربان جاؤں میں

کاہے کو دل پہ بارِ غمِ بے شمار لو
صدقے گئی بھتیجے کو اپنے پکار لو

پڑھ کر پکاریں زوجۂ عباسِ نیکنام | حاضر ہے یہ کنیز بھی لبیک یا امام
فضّہ کی تھی ندا کہ میں آؤں شہِ انام | ناگہ ندا یہ آئی کہ اے میرے تشنہ کام

سُن کر صدا بہشت میں گھبرائی فاطمہ
پیارے تری مدد کیلئے آئی فاطمہ

رو کر یہ سب سے کہنے لگے شاہِ کربلا
اے میرے ناصرو تمھیں اللہ دے جزا
امداد چاہتا نہیں فرزندِ مرتضا
اپنی وہی رضا ہے جو اللہ کی رضا
حجت تمام ہو گئی اب سر کٹائیں گے
خوں میں نہا کے نانا کی خدمت میں جائیں گے

سوز
جنابِ امام حسینؑ

دریائے مغفرت کا سفینہ حسینؑ ہیں
اعجازِ انبیا کا خزینہ حسینؑ ہیں
احمدؐ کی طرح شاہِ مدینہ حسینؑ ہیں
خاتم رسول ہیں تو نگینہ حسینؑ ہیں
یہ دوش پر چڑھے تو ضیا عرش تک گئی
اس نگ سے اور مُہرِ نبوت چمک گئی

فیض و کرم کا چشمۂ جاری حسینؑ ہیں
باغِ عطا کی فصلِ بہاری حسینؑ ہیں
نخلِ ولا کو رحمتِ باری حسینؑ ہیں
ہنگامِ غیظ لاکھ پہ بھاری حسینؑ ہیں
سولہ پہر کی پیاس ہیں جینے سے سیر ہیں
زہرا کا جس نے شیر پیا یہ وہ شیر ہیں

مرثیہ ۱۱

برجستہ

سجدۂ آخر میں امام مظلوم کی دعا اور پھر شہادت

برزمِ ماتم میں سنبھل جائیں عزادارِ حسین | رن میں تپتی پہ گرا فاطمہ کا نور العین
ننگے سر قبر سے نکلے ہیں رسول الثقلین | خاک اڑاتے ہوئے آئے ہیں شہِ بدر و حنین

پُرسا لینے کو یہاں بھی یہ سبھی آئے ہیں
فاطمہ آئی ہیں مجلس میں نبی آئے ہیں

وائے تقدیر جھکا خاک پہ زہرا کا پسر | شمرِ سفاک بڑھا فوج سے خنجر لے کر
باڑھ پر ہاتھ، گلوئے شہِ بیکس پہ نظر | سجدۂ عصر میں ہیں محو شہِ جن و بشر

ہائے وہ قتل کا ساماں وہ نمازِ عاشق
اپنے معشوق سے وہ رازِ و نیازِ عاشق

حق سے کہتے ہیں کہ محجوب ہے یہ عبدِ ذلیل | مجھ سے کچھ بھی تری طاعت نہ ہوئی ربِّ جلیل
لطف تیرے ہیں کثیر اور مرے اعمال قلیل | میرے مالک تو ہر اک دکھ میں رہا میرا کفیل

دل سے جاتی نہیں لذت وہ مزے پائے ہیں

سجدۂ آخر میں امامِ مظلوم کی دعا اور پھر شہادت

بندہ یہ جامۂ پُرخوں تجھے کیا دکھلائے | تو نے حُلّے مجھے فردوس کے ہیں پہنائے
فخر کیا زخم عزیزوں نے جو میرے کھائے | تیرے بندے تھے تری راہ میں سب کام آئے

نہ شکایت ہے نہ تجھ سے کوئی شکوا مجھ کو

ہے ازل سے تری رحمت پہ بھروسا مجھ کو

سخت شرمندہ ہے منہ کیا تجھے دکھلائے حسین | کوئی ہدیہ ترے قابل نہیں کیا لائے حسین
یہی نعمت ہے جو پوری ہو تمنائے حسین | تیری رحمت سے شہادت کا شرف پائے حسین

مظلوم ترے حق سے ادا ہو جائے

عہدِ طفلی کا جو وعدہ ہے وفا ہو جائے

ابھی مصروفِ مناجات تھے شاہِ عادل | کھینچ کر تیغِ ستم سینے پہ بیٹھا قاتل
دم بدم طائرِ بسمل کی طرح تڑپا دل | عرض کی بارِ خدا سہل ہو میری مشکل

لب پہ شکوہ نہ ہو گو ہونٹوں پہ جان آ جائے مری

آبرو ذبح کے ہنگام میں رہ جائے مری

یاد آئیں نہ عزیز اور نہ یاور مجھ کو | غم میں تڑپائے نہ داغِ علی اکبر مجھ کو
یا الٰہی تو بھلا دے غمِ اصغر مجھ کو | ڈر یہ ہے دیکھ نہ پائے کہیں خواہر مجھ کو

میرا یہ حال نہ کلثومِ حزینہ دیکھے

ذبح ہوتے ہوئے مجھ کو نہ سکینہ دیکھے

مگر اس کا بھی مجھے غم نہیں اے ربِ عُلا | میں ہر اک طرح رضامند ہوں جو تیری رضا
سامنے زینبِ بیکس کے کٹے میرا گلا | صبر ایسا دے کہ منہ سے نہ کروں اُف بھی ذرا
کچھ نہ غم ہو کوئی سر پیٹے کہ فریاد کرے
شاد ہو ہو کے یہ مظلوم تجھے یاد کرے

یاں تو یہ حشر ہے واں در پہ کھڑی ہے زینب | رو کے چلاتی ہے کیا قہر ہے اے قومِ عرب
کچھ خبر بھی ہے کہ پیاسا ہے یہ کیا رنج و تعب | اے مسلمانو نبی زادے کا واجب ہے ادب
یہ جفا اور یہ ستم علم کے گنجینے پر
کیا قیامت ہے کہ بیٹھا ہے شقی سینے پر

رن میں آثار قیامت کے نمودار ہوئے | شکر میں رطبِ لسان حیدرِ کرار ہوئے
صبرِ حیدر پہ ملک چرخ پہ خوں بار ہوئے | ملک الموت اجازت کے طلب گار ہوئے
گو کہ صابر تھے مگر غم نے انھیں گھیر لیا
کہہ کے ہاں۔ حیدرِ کرار نے منہ پھیر لیا

روؤ اے اہلِ عزا ذبح ہوئے شاہِ انام | مرثیہ پڑھتی ہوئی آتی ہے ہمشیرِ امام
ہائے ماں جائے کہیں کی نہ رہی آ ناکام | بھائیوں بیٹی کہیں گے مجھے سب خاص و عام
ہائے ہمشیر کو پردیس میں لا کر چھوڑا
میرے پردیسی مسافر مجھے کس پر چھوڑا

پہنچو منزل پہ تو بھجوائیو کچھ اپنی خبر | ہائے اس چاند سی صورت کے تصدق خواہر
اپنے کاندھے پہ چڑھاتے تھے تمہیں پیغمبرؐ | خاکِ صحرا پہ ہے تن آج تمہارا بے سر

ہائے تلواروں کے قابل یہ قدِ بالا تھا
چکیاں پیس کے اماں نے تمہیں پالا تھا

دفن بھی کر نہیں سکتی تمھیں نادار بہن | کچھ نہ کام آئی یہ مغموم و دل افگار بہن
دیکھو کس شان سے آئی ہے یہ غمخوار بہن | سر کھلے رن میں ہے بھیّا تری نادار بہن

کچھ تو منہ سے کہو ہے ہے مرے ماں جائے حسین
میرے پردے کا بھی کچھ دھیان نہیں ہائے حسین

سوز
ثانیٔ خیبر شکن

جبریل کا ریاض، وفا کا چمن حسینؑ | ایجادِ خلق خاتمۂ پنج تن حسینؑ
محسن حسینؑ، صاحبِ خُلقِ حسنؑ حسینؑ | جرأت میں ثانیٔ شہِ خیبر شکن حسینؑ

شوکت میں بھی جلال میں بھی بے نظیر ہیں
مظلومیت نہ ہو تو جنابِ امیر ہیں

اثن ہ ش

شہادت کے وقت امامؑ کی دعا

اور تاراجیٔ خیام کے موقع پر قبیلۂ وائل کی ایک عورت کی طرف سے

اہلِ حرمؑ کی حمایت

..... از شمیم

رہوار سے اعدا نے جو سرور کو گرایا | مظلوم نے تب خوں بھرے ہاتھوں کو اٹھایا
الحمد پڑھی اور کہا یارِ خدایا | بیکس نے تری راہ میں سب گھر کو لٹایا

صدموں کا نہ بدلہ نہ شہادت کا صلا دے
پر نانا کی اُمّت کو جہنّم سے بچا دے

یارب مرے زوّاروں کی توقیر بڑھانا | یارب اُنہیں دنیا میں کوئی غم نہ دکھانا
یارب جو مجھے روئیں اُنہیں تو نہ رُلانا | اشکوں سے عزاداروں کے دوزخ کو بجھانا

کوثر اُنہیں دینا مرے عباسؑ کا صدقہ
شیعوں پہ نہ آنچ آئے مری پیاس کا صدقہ

اُمّت کو نہ کچھ غم ہو پیمبرؐ کا تصدّق | سب جرم و گنہ بخش دے حیدرؑ کا تصدّق
سب اُن کے جواں خوش رہیں اکبرؑ کا تصدّق | بچّوں پہ کرم کیجیو اصغرؑ کا تصدّق

یہ کہتے تھے جو شمر قریب آ گیا یارو
وہ ظلم کیا عرش بھی تھرّا گیا یارو

وہ گردنِ شبیر وہ بے پیر کی بدعت | وہ زخموں کے دبنے کا قلق پیاس کی شدت
وہ ذبح کا آغاز وہ انجامِ عبادت | وہ خشک گلا اور وہ خنجر کی اذیت

اس وقت بھی لب پر کوئی شکوہ نہ گِلا ہے
یا شُکر ہے یا اُمتِ عاصی کی دعا ہے

شہ کہتے تھے ظالم مرا احساں بھی بھلایا | وہ قید سے چھٹنا بھی تجھے یاد نہ آیا
افسوس کہ پیاسے پہ ذرا رحم نہ کھایا | اے شمر قیامت ہے کہ محسن کو ستایا

کیا قہر ہے اس دم تو مری پیاس بجھا دے
سینے میں مرے آگ ہے پانی تو پلا دے

اُس نے کہا کوثر کا کوئی جام منگاؤ | احساں سے جو شرمائے اُسے یاد دلاؤ
میں رحم نہ کھاؤں گا یہ قصے نہ سناؤ | دنیا سے پیئے آب تڑپتے ہوئے جاؤ

پانی تمہیں تا حشر نہ دوں گا نہ دیا ہے
شہ نے کہا، ایسا ہی گُنہ ہم نے کیا ہے

یہ کہہ کے جو خاموش ہوئے پھر نہ صدا دی | پھر حضرتِ جبریل نے رو کر یہ ندا دی
لو شامیوں نے دین کی بنیاد ہلا دی | کیا خوب پیمبرؐ کو ہدایت کی جزا دی

بے جرم و خطا ذبح کیا سبطِ نبیؐ کو
لو اہلِ عزا روؤ حسینؑ ابنِ علیؑ کو

سجّادِ حزیں چونک کے زینب کو پکارے | عمّہ مرے بابا سوئے فردوس سدھارے
بچّوں سے خبردار میں قربان تمہارے | اے بی بیو جز شکر کوئی دم بھی نہ مارے
للہ ستمگاروں پہ غصّے میں نہ آنا
لوگو مرے بابا کی وصیّت نہ بھلانا

ماں نے کہا تم گھر کو سنبھالو مرے پیارے | اے لال موئی جاتی ہوں میں خوف کے مارے
ڈیوڑھی کے نگہباں رہو صدقے میں تمہارے | ہے ہے کوئی ظالم مری چادر نہ اُتارے
چونکے ہو تو پھر خاک پہ غش کھا کے نہ گرنا
واری گئی اب ضعف سے تھرّا کے نہ گرنا

ناگاہ چلی فوج سوئے خیمۂ سرور | اک شور تھا گھر پھونک دو لُوٹو زر و زیور
زینب کی ردا چھوڑو نہ کلثوم کی چادر | حضرت ہیں نہ قاسم ہیں نہ عبّاسؑ نہ اکبر
سجّاد اگر ہے تو وہ بیمار و حزیں ہے
اب کوئی بھی رانڈوں کا پرستار نہیں ہے

اس فوج کے ساتھ ایک زنِ نیک سیر تھی | وائل کے قبیلے سے وہ تفتیدہ جگر تھی
اُس دم درِ سرور کی طرف اُس کی نظر تھی | پر کس کا یہ خیمہ ہے اُسے یہ نہ خبر تھی
پوچھا تو سُنا خانۂ زہراؑ و علیؑ ہے
سادات کا گھر لوٹنے کو فوج چلی ہے

شہادت کے وقت امام کی دعائے شہادت

اِس گھر کا جو وارث تھا اُسے فوج نے مارا | دو روز کا پیاسا ابھی جنت کو سدھارا
اب بی بیوں کو قید کریں گے ستم آرا | خالق کے سوا کوئی وسیلہ نہ سہارا

یہ سُنتے ہی وہ تیغ کو تولے ہوئے آئی
ماتم ہیں مگر بالوں کو کھولے ہوئے آئی

ڈیوڑھی پہ کھڑے ہو کے لعینوں کو سُنایا | سر تن پہ نہ ہوں گے جو اِدھر پاؤں بڑھایا
یہ کون ہیں افسوس تمہیں دھیان نہ آیا | اب تک مجھے معلوم نہ تھا کس کو ستایا

بڑھنے نہیں دوں گی جو مرے جسم پہ سر ہے
اے شام کے لوگو مری بی بی کا یہ گھر ہے

پھر شور کیا کوفیو امداد کو آؤ | ہاں میرے قبیلے کے جوانوں کو بلاؤ
مظلوم کی ڈیوڑھی سے لعینوں کو ہٹاؤ | اے بھائیو سیدانیاں لُٹتی ہیں بچاؤ

بیووں پہ ترس فرقۂ بد کو نہیں آتا
مظلوم ہیں اور کوئی مدد کو نہیں آتا

ہے ہے یہ نبی زادیاں اور مضطر و محزوں | ان درد رسیدوں پہ سرِ شام یہ شبخوں
آگے تو بڑھیں میں بھی تو تلوار لیے ہوں | میں بی بی لونڈی نہیں گر جان نہ دیدوں

کیوں غیر وہاں جائیں جو گھر خانۂ دیں ہے
سادات کا گھر ہے کوئی بازار نہیں ہے

دس بیس نے ملکر اُسے ڈیوڑھی سے ہٹایا | پھر کوئی غریبوں کی حمایت کو نہ آیا
اشرار نے گھر لوٹ کے خیموں کو جلایا | اور طوقِ گراں عابدِ بیکس کو پہنایا

چھنتی تھیں ردائیں یہ غریبوں پہ ستم تھے
کفار کے بلوے میں پیمبرؐ کے حرم تھے

یزیدیت کے لیے ذوالفقار

سوز

نبیرۂ اسدِ کردگار ہیں سجاد | جلالتِ شہِ دُلدل سوار ہیں سجاد
حشم میں ہاشمِ گردوں وقار ہیں سجاد | یزیدیت کیلئے ذوالفقار ہیں سجاد

قدم میں دم سے شہِ دستگیر کی صورت
علیؑ ہیں یہ بھی جنابِ امیر کی صورت

وہ کھا گھلے ہوئے بازو میں زور وہ طاقت | کہ جس کی شیر دلوں کے دلوں پہ تھی ہیبت
ہوئی نہ اتنی کسی ماں کے لال میں ہمت | جو اُن سے بڑھ کے یہ کہتا کہ کیجیے بیعت

حسینؑ اگرچہ اسی معرکے کو جھیلے تھے
مگر وہ پھر بھی بہتّر تھے یہ اکیلے تھے

مرثیہ ۱۳

ملک الموت کی خدائے تعالےٰ سے گفتگو
اور
شہادت امام حسینؑ

حسینؑ صبر پہ تیرے ہماری جان فدا | خوشی سے موت کو آغوشِ عاطفت میں لیا
کلیم فرد تھے ہمت میں پھر بھی وقتِ قضا | کہا ملک سے کہ احباب سے مل آئیں ذرا

وہ مرتے وقت ہر اک سے بہ زیب و زین ملے
مگر نہ زینب و کلثوم سے حسینؑ ملے

ملک سے بولے دمِ قبضِ روح پھر موسیٰ | کہاں سے جان نکالو گے اے مطیعِ قضا
معین امرِ خدا ہے ہر ایک عضو مرا | کسی کی ان میں گوارا نہیں مجھے ایذا

جسے ہو قربِ خدا یوں بچے وہ کلفت سے
حسینؑ شاد ہوں ہر عضو کی اذیت سے

بگوشِ ہوش کچھ اب حالِ کربلا سنیے | سنا جو میں نے تصور میں وہ ذرا سنیے
بیانِ ہمت و صبرِ شہِ ہدا سنیے | وہ آتی ہے ملک الموت کی صدا سنیے

ملا جو حکم کہ سر سے نکال جانِ حسینؑ
کہا کہ سخت ہے یا رب یہ امتحانِ حسینؑ

لگا ہے زخمِ تبر بہہ رہا ہے سر سے لہو | بکھرے ہیں خون میں جانِ رسول کے گیسو
قریب جا کے رکھوں دل پہ کس طرح قابو | کہ اس لہو میں تو ہے فاطمہ کے دودھ کی بو

ندا یہ آئی کہ آنکھیں تو ڈال آنکھوں میں
کہا بہن کا ہے اس دم خیال آنکھوں میں

میں پھر ان آنکھوں پہ ڈھاؤں ستم یہ کیا ہے فرو | بچھڑ کے جو علی اکبر سے ہو گئیں بے نور
ندا یہ آئی دہن سے نکال جانِ حضور | کہا دہن میں تو کانٹے پڑے ہیں ربِّ غفور

یہ جاں بلب ستم و جورِ اشقیا سے ہیں
زباں ہے اینٹھی ہوئی تین دن سے پیاسے ہیں

ندا یہ آئی کہ گردن سے کھینچ جاں ان کی | کہا میں کیا کہوں گردن پہ چل رہی ہے چھری
چھری پکڑ کے یہ چلاتی ہے کوئی بی بی | نہ ذبح کر مرے بچے کو میں دعا دوں گی

جہاں رواں ترے خنجر کی آب ہے ظالم
یہ بوسہ گاہِ رسالت مآب ہے ظالم

ندا یہ آئی کہ سینے سے قبض کر لے جاں | کہا وہ تیروں سے چھلنی ہے اے مرے رحماں
ابھی تو مار کے برچھی ہٹا تھا اک شیطاں | اور اب تو ہے تہہِ زانوئے شمر یہ قرآں

یہ کرب ہے کہ رخِ پاک زرد ہے یا رب
ترے حسین کے سینے میں درد ہے یا رب

ندا یہ آئی کہ مظلومیت کے رتبہ شناس | کمر سے کھینچ لے صابر کی جان بے وسواس
کہا ملک نے تڑپ کر یہ درد و حسرت و یاس | کمر تو ٹوٹ گئی جب سے مر گئے عبّاس

ندا یہ آئی کہ چہرے کا حال دیکھا ہے
کہا کہ خون سے اصغر کے لال دیکھا ہے

مطیعِ حکم ہوں پر فکر یہ ہے اے یزداں | ہر ایک عضو ہے زخمی لگاؤں ہاتھ کہاں
ملا جواب یہ مشکل کریں گے ہم آساں | نہ تو نکال مرے عاشقِ غریب کی جاں

قضا میں روح حیاتِ دوام ڈالیں گے
کچھ ایسے ڈھب سے یہ جان اب ہمیں نکالیں گے

یہ گفتگو تھی کہ مرجھا گیا رسول کا پھول | فلک سے آ گئے روح الامیں حزین و ملول
کہا پکار کے منہ ڈھانپ لو برائے بتول | پسر کی لاش پہ کھولیں گی بال بنتِ رسول

صدا یہ سن کے اسی سمت چل پڑیں زینب
تڑپ کے خیمے سے باہر نکل پڑیں زینب

نسیم ادھر سے تو قدسی کی وہ صدا آئی | ادھر تڑپتی ہوئی بنتِ مرتضیٰ آئی
قریبِ لاش جو خواہر بصد بکا آئی | اخی کے حلقِ بریدہ سے یہ صدا آئی

بزرگ اب کوئی باقی نہ خورد ہے زینب
نبیؐ کا دین تمہارے سپرد ہے زینب

مرثیہ ۱۴

از ح ہ ش

ذوالجناح کا مقتل سے آنا

اور درِ خیمہ پر بی بیوں کے بین

مارے گئے جب سبطِ نبی دشتِ ستم میں
آفاق میں تھا حشر تو کہرام حرم میں
رہوار بھی بے چین تھا راکب کے الم میں
سرخاک پہ پٹکا شہِ مظلوم کے غم میں
فرزندِ ید اللہ جو بے سر نظر آیا
پُرسے کو فرس خیمۂ سادات پہ آیا

ڈیوڑھی پہ کھڑے تھے حرمِ حضرتِ شبیر
حشر آیا کہ رہوارِ شہِ بیکس و دلگیر
وہ چہرے پہ تلواروں کے خط پہلوؤں میں تیر
وہ ہرنے میں لٹکی ہوئی مظلوم کی شمشیر
زخموں کا چمن شاہ کا گلگوں نظر آیا
سب زین بھی زیں پوش بھی پُرخون نظر آیا

ڈھلکا ہوا وہ زین وہ مجروح تن و سر
وہ خونِ شہِ پاک میں ڈوبی ہوئی پاکھر
وہ پشت پہ عمامۂ پُرخونِ پیمبر
اک سمت وہ حمزہ کی سپر خون میں سب تر
سادات کے دل شق ہوئے منہ کو جگر آئے
ہرنے کے بھی باگوں کے بھی ٹکڑے نظر آئے

ذوالجناح کا مقتل سے آنا اور خیمہ پر بیبیوں کی بین

توسن بھی یتیموں کی طرح زار و حزیں ہے | گویا کوئی اُجڑا ہوا گھر خانۂ زیں ہے
زیں پر بھی رکابوں پہ بھی خونِ شہِ دیں ہے | تا زی کا نہ تن زخم سے خالی نہ جبیں ہے

حضرت کے بچانے میں تبر سر پہ پڑے ہیں
برچھوں کے بھی پھل چاند سے سینے میں گڑے ہیں

یہ دیکھ کے سیدانیاں باہر نکل آئیں | بچوں کو لیے بانوئے بے پر نکل آئیں
کلثوم بھی خیمے سے کھلے سر نکل آئیں | خود زینبِ ناچار تڑپ کر نکل آئیں

غل پڑ گیا بیووں کا پرسنار کہاں ہے
اے رخشِ پیمبر ترا اسوار کہاں ہے

وہ رخش کے آنسو بھی رواں خون بھی جاری | وہ گرد میں سیدانیوں کی گریہ و زاری
سر پیٹ کے چلائی یداللہ کی پیاری | اے بھائی کے گھوڑے ترے زخموں کے میں واری

ہے ہے ترے زیں پوش پہ کیسا یہ لہو ہے
اس خون میں تو فاطمہ کے دودھ کی بو ہے

مظلوم کو صابر کو کہاں چھوڑ کے آیا | زہرا کے مجاور کو کہاں چھوڑ کے آیا
تو شیعوں کے ناصر کو کہاں چھوڑ کے آیا | پردیسی مسافر کو کہاں چھوڑ کے آیا

زہرا و پیمبر کی کمائی کا پتا دے
گھوڑے ترے صدقے مرے بھائی کا پتا دے

اے رخشِ پیمبر میں سمجھ لوں کی اشارے | شہ لاشۂ اکبر پہ ہیں یا نہر کنارے
احساں ہو جو لے چل کے مجھے بھائی پہ وارے | یہ کہہ ابھی جیتے ہیں کہ جنت کو سدھارے

ماتم میں ابھی خاک اُڑاؤں نہ اُڑاؤں
بھاوج کو میں رنڈسالہ پنھاؤں نہ پنھاؤں

اُس نے کہا ماتم کرو اور شور مچاؤ | سیدانیو شہ مارے گئے خاک اُڑاؤ
بانوے دل افگار کو رنڈسالہ پنھاؤ | اب گھر کو سنبھالیں کوئی عابد کو جگاؤ

یہ سُنتے ہی اک تازہ مصیبت تھی حرم میں
محشر تھا یتیموں میں قیامت تھی حرم میں

اک بچی کا غل تھا شہِ والا کا پتا دے | اے رخشِ نبی دلبرِ زہرا کا پتا دے
للہ شہِ بیکس و تنہا کا پتا دے | گھوڑے ترے صدقے مرے بابا کا پتا دے

جس جا مرے بابا ہیں وہیں میں بھی چلوں گی
گھوڑے میں تجھی سے شہِ ابرار کو لوں گی

کیوں مجھ سے خفا ہو گئے ہے ہے مرے بابا | جنگل میں جُدا ہو گئے ہے ہے مرے بابا
حیران ہوں کیا ہو گئے ہے ہے مرے بابا | کیا حق پہ فدا ہو گئے ہے ہے مرے بابا

گھوڑے تری صورت سے میں پہچان گئی ہوں
بابا مرے مارے گئے میں جان گئی ہوں

ہے ہے مجھے بے رحموں نے بابا سے چھڑایا | پر مرتے ہوئے تھوڑا سا پانی بھی پلایا؟
گھوڑے تو شہادت کی خبر لے کے جو آیا | تو نے بھی پیمبر کے پسر کو نہ بچایا

غربت پہ نہ رحم آیا نہ کچھ تشنہ لبی پر
امت نے یہ احسان کیا اپنے نبی پر

سوز
منزلت جناب حُر

(*)

(۱)

کس جری نے حُرِ ذی جاہ کی حرمت پائی | بادشاہوں نے یہ اقبال نہ شوکت پائی
جو ابوذر کو نہ ہاتھ آئی وہ دولت پائی | زانوئے شاہِ شہیداں پہ شہادت پائی

مرتے دم رُخ جو سوئے سرورِ ذی شاں رکھا
شہ نے آغوش میں سر صورتِ قرآں رکھا

(۲)

چہرہ فروز معرکۂ کربلا ہے حُر | باطل کی ظلمتوں میں حقیقت نما ہے حُر
میزانِ عزم۔ رُتبہ شناسِ وفا ہے حُر | کیا تھا، مگر نصیب تو دیکھو کہ کیا ہے حُر

جرأت کو شریکِ سپاہِ شریر تھا
وہ دن کو ہم نشینِ جنابِ امیر تھا

(*)

مرثیہ ۱۵

شہادتِ امام وتاراجیٔ خیام

جب رن میں فتحیاب ہوئے شاہِ ذی وقار | ناگاہ اک عرب نے صدا دی کہ میں نثار
مجرا مرا قبول ہو اے شاہِ نامدار | غم سے شکستہ حال ہوں صدمے سے اشکبار
بے عرضِ مدّعا کوئی چارا نہیں مجھے
لیکن بیان کرنے کا یارا نہیں مجھے

کہنے کو تھے کہ غم میں علیؑ کو پکارلے | گر راحلہ نہ ہو تو مرا راہوار لے
دشمن کا ہو جو خوف تو یہ ذوالفقار لے | بے چار آئنہ بھی زرہ بھی اُتار لے
جامہ نہ ہو تو بانو کی چادر اُتار دوں
زر چاہیے تو بچوّں کا زیور اُتار دوں

یہ سنتے ہی ضرور یہ کہتا وہ دل فگار | زہرا کے لال تیری سخاوت کے میں نثار
یہ خُلق یہ کرم یہ مصیبت یہ انتشار | کیونکر سخی نہ ہو شہِ مرداں کا گل عذار
کیوں اس کا نونہال نہ ایسی سخا کرے
قاتل کو بے سوال جو شربت عطا کرے

لیکن عجیب یاس سے اُس شخص نے کہا | اب تیغ روک لیجیے اے سرورِ ہُدا
بیخود دکھتے پر حسینؑ نے پہچان لی صدا | فرمایا جبرئیل ہو شاباش مرحبا

واللہ عین وقت پہ تشریف لائے ہو
محضر کی بات یاد دلانے کو آئے ہو

یہ کہہ کے تیغِ صاعقہ کردار روک لی | خود ذوالفقارِ حیدرِ کرّار روک لی
نعرہ کیا کہ تیغِ شرربار روک لی | لو شامیو ستاؤ کہ تلوار روک لی

ہاں مطمئن رہو کہ نہ اب ہاتھ اُٹھائیں گے
سر دے کے نانا جان کی خدمت میں جائیں گے

روح الامین جانبِ عرشِ عُلا چلے | پر شاہِ دیں کے حال پہ محوِ بُکا چلے
پیاسے پہ چار سمت سے تیرِ جفا چلے | جنت سے سر برہنہ رسولِ خدا چلے

جب کربلا میں آئے تو صدمہ کمال تھا
پتھر تھے اور فاطمہ زہرا کا لال تھا

اعدا میں غلغلہ تھا کہ سیّد کو مار لو | بیکس کا چار آئنہ لو ذوالفقار لو
شہ کہتے تھے کہ شمرِ شقی کو پکار لو | لو قبلہ رُو گرا کے مرا سر اُتار لو

بیکس کو آپ شوقِ شہادت ہے ظالمو
لیکن فقط نماز کی حسرت ہے ظالمو

یہ سُن کے بھی جو فوج نے پیاسے پہ کی جفا | تڑپے حسینؑ ہلنے لگا دشتِ کربلا
جلتی زمیں پہ گرتے ہی سجدے میں سر جھکا | ناگاہ شمرِ نحس بڑھا وا مصیبتا

ظالم نے خوب حقِ رسالت ادا کیا
کیونکر بیان کیجیے سجدے میں کیا کیا

وہ قہر و ظلم وہ شہِ دلگیر الغیاث | سوکھے گلے پہ ظلم کی شمشیر الغیاث
شہ الوداع کہتے ہیں ہمشیر الغیاث | قاتل کے پاؤں اور تنِ شبیر الغیاث

کیونکر کہوں جو شاہ پہ صدمے گزر گئے
زینب تڑپ کے رہ گئی شبیر مر گئے

ناگہ ندا یہ آئی کہ اے میرے گل عذار | اُٹھ کر مرے گلے سے لگو تم پہ میں نثار
ہے ہے کوئی رفیق نہ یاور نہ غم گسار | جلتی زمیں پہ سو گئے احمدؐ کی یادگار

جنت میں تشنگی کی خبر میں نے پائی ہے
لو دودھ بخشنے کو یہ ناشاد آئی ہے

اُمت نے میرے باپؐ کا احسان بُھلا دیا | ہے ہے بدایتوں کا یہ اچھا صلا دیا
یاں فاطمہ نے رو کے فلک کو ہلا دیا | واں ناریوں نے لوٹ کے خیمہ جلا دیا

شعلے بھڑک رہے تھے تو دل بے حواس تھا
اس پر بھی اہلبیتؑ کو پردے کا پاس تھا

پھر اک یتیم آگ سے ڈر کر نکل پڑی | دو تین سال کی کوئی دختر نکل پڑی
بیتاب ہو کے گھر سے کھُلے سر نکل پڑی | ننھے سے سر کو پیٹ کے باہر نکل پڑی

یہ خوف تھا کہ آپ میں وہ بے جگر نہ تھی
کُرتہ تو جل رہا تھا اُسے کچھ خبر نہ تھی

چلّاتی تھی کہ غم سے بچا دو یتیم کو | کوئی ان آفتوں سے چھڑا دو یتیم کو
بچھڑے ہوئے پدر سے ملا دو یتیم کو | لوگو نجف کی راہ بتا دو یتیم کو

کوئی نہیں یہاں مری امداد کے لیے
داور کے پاس جاؤنگی فریاد کے لیے

سوز
نیرنگیٔ دنیا

لازم ہے کہ بچتا رہے دنیا کی ہوا سے | کافر ہے اسے ربط نہ خاصانِ خدا سے
جیتا ہے کہ مرتا ہے کوئی اس کی بلا سے | موت آئے تو ٹلتی ہے دوا سے نہ دعا سے

بچتے جو دوا سے تو امیر ایک نہ مرتا
جیتے جو دعا سے تو فقیر ایک نہ مرتا

مرثیہ ۱۶

از ش ہ د

شہادت امام حسینؑ اور خیام میں آتشزدگی

جب شہ کے سر پہ ضربتِ گرزِ گراں لگی
پہلو میں تیر گڑ گئے دل پر سناں لگی
قبرِ رسول ہل گئی وہ جاں ستاں لگی
زہرا سے پوچھیے کہ وہ برچھی کہاں لگی
صدمے سے پھر سنبھل نہ سکے آپ زین پر
لو گر گئے وہ قبلۂ عالم زمین پر

لو مومنو وہ شمر چلا جانبِ امام
لو رونے والو جلنے لگے شاہ کے خیام
ڈیوڑھی پہ آ کھڑی ہوئیں سیدانیاں تمام
سینے کو پیٹتے نہیں کیوں شاہ کے غلام
نزدیک ہے کہ عرش گرے فرشِ خاک پر
موزے شقی نے رکھ دیے قرآنِ پاک پر

کیوں یارو کس مقام پہ بیٹھا وہ بے ادب
کیوں دل کے زخم پھٹ گئے صدمے سے ہے غضب
ہاں تھام لیں دلوں کو ذرا مومنین اب
ہوتی ہے اب اہانتِ شاہنشہِ عرب
کیونکر بیاں ہو آہ جفا بے شعور کی
اتنا کہوں گا ہائے وہ داڑھی حضور کی

آئی ندا ارے مرے دلبر کو چھوڑ دے | او شمرِ نحس سبطِ پیمبرؐ کو چھوڑ دے
زینب پکاریں میرے برادر کو چھوڑ دے | او نابکار ریشِ مطہرؐ کو چھوڑ دے

مطلق کیا نہ پاس غریبوں کے بین کا
کھولا گلا شقی نے جنابِ حسین کا

زینب پکاریں اے علی اکبر مدد کو آؤ | عباس اس بلا سے مرے بھائی کو چھڑاؤ
ایران والو لٹتی ہے بانو کوئی بچاؤ | فضہؑ کے دیس والو تمھیں ہم پہ رحم کھاؤ

ظالم ستا رہا ہے شہِ مشرقین کو
اے ہند لیو تم آکے بچا لو حسین کو

آگے سوائے شیون و شین اور کیا کہوں | آتا نہیں بتول کو چین اور کیا کہوں
سر پیٹتے ہیں شاہِ حنین اور کیا کہوں | رو کر کہو حسین حسین اور کیا کہوں

شمرِ شریر دولتِ اسلام کھو چکا
تا زیست جس پہ رو ؤ گے وہ قہر ہو چکا

بنتِ نبی تباہ ہوئیں گھر بگڑ گیا | بیویاں لٹیں مریض مصیبت میں پڑ گیا
بیٹی جو یار بار بہن دم اکھڑ گیا | مارے گئے حسین۔ مدینہ اجڑ گیا

باجے بجے خوشی کے وہاں سب سپاہ میں
یاں وقتِ شام آگ لگی بارگاہ میں

لکھتا ہے یوں کتاب میں اک راوئ حزیں   کل سترہ خیام تھے ہمراہِ شاہِ دیں
جس دم حرم سرا کو جلانے لگے لعیں   باہر نکل پڑے حرمِ شاہِ مومنیں

اشرار نے خدا و نبی کو بھلا دیا
جس خیمہ گہہ میں آئے اسی کو جلا دیا

پہنچا حرم سرا پہ جو اک شخصِ معتبر   دیکھا کہ اک ضعیفہ تڑپتی ہے خاک پر
سمجھا کہ بانوئے شہِ دیں ہے یہ بے جگر   راوی نے دی ندا ارے ایسا غضب نہ کر

بانو نہ یوں تباہ ہو سرور کی یاد میں
جلنا تجھے قبول ہے شوہر کی یاد میں

چلائی پیٹ کر وہ دل افگار ہائے ہائے   زینب ہے یہ ضعیفہ و نادار ہائے ہائے
کیونکر جلے نہ بیکس و ناچار ہائے ہائے   غش میں پڑے ہیں عابدِ بیمار ہائے ہائے

چھوڑا یہاں تو پھر نہ انھیں پاؤں گی کہیں
چونکے اگر تو لے کے نکل جاؤں گی کہیں

اے راہگیرو اس مرے بچے پہ رحم کھاؤ   میں ناتوان ہوں ارے لوگو کوئی اٹھاؤ
اکبر میں واری عابدِ بیمار کو بچاؤ   عباس گھر کو آگ لگی ہے بجھانے آؤ

قاسم بنے پھوپی پہ ذرا مہرباں ہو تم
آجاؤ جلد اے مرے بچو کہاں ہو تم

مٹتی ہے بے نشاں کی نشانی میں کیا کروں | بڑھتی چلی ہے شعلہ فشانی میں کیا کروں
ملتا نہیں بجھانے کو پانی میں کیا کروں | جل جائے گا ارے مرا جانی میں کیا کروں

اب تک ہے خیر آؤ اخی دیکھ بھال لو

بھیا حسین اپنی امانت سنبھال لو

سوز
نیرنگِ زمانہ

دنیا کی یہ تجویز تو دیکھے کوئی دیندار | آدم کو غم و رنج تو ایوب میں کو آزار
یحییٰ کے لیے تیغ مسیحا کے لیے دار | یوسف کے لیے چاہ محمدؐ کے لیے غار

بدذات ہے کیا پاس کرے گی یہ کسی کا

خشکی میں ڈبویا ہے جہاز آلِ نبیؐ کا

غربت میں بہت لُٹ گئے اللہ کے پیارے | دنیا کے ستم سہ کے زمانے سے سدھارے
سہرے کی جو زینت تھے وہ سر اس نے اُتارے | سقّوں کا لہو بہہ گیا دریا کے کنارے

دنیا میں ضعیفوں کے جواں لال موئے ہیں

مظلوموں کے ہاتھوں پہ بھی اطفال موئے ہیں

مرثیہ ۱۷

ایک مختصر روایت

از بر جیس

زبیدہ بنت الحسینؑ کی شہادت

لکھا ہے کہ اک دخترِ سرور تھی زبیدہ | پُر نور تھا اُس سے دلِ بانو کا سُویدا
سب گھر سے زیادہ تھی وہ شبیرؑ کی شیدا | سینے ہی پہ سوتی رہی جب سے ہوئی پیدا
وہ لاڈلی بیٹی تھی شہِ تشنہ گلو کی
حضرت کی طرف سے اُسے خدمت تھی وضو کی

تاراجیِ خیمہ کیلئے آئے جو اعدا | دیکھا وہ بچھائے ہوئے بیٹھی ہے مصلا
ہاتھوں سے بناتی ہے مگر خاک کا تودا | پر کانپ گئی شمر نے غصے سے جو پوچھا
چلائی نہ گھر کو مجھے کیا میری خطا ہے
بابا کے تیمم کا یہ سامان کیا ہے

کیا جانیے کس کام میں مصروف ہیں حضرت | ہے ہے مجھے ڈر ہے نہ قضا ہو کہیں طاعت
ممکن یہ نہ تھا ہاتھ سے دیں قوت و فضیلت | شاید کہ جماعت ہیں ہوئے محوِ عبادت
کس سمت ہیں رن میں شہِ دیں دیکھا ہے تم نے
لوگو مرے بابا کو کہیں دیکھا ہے تم نے

پر ہائے غضب شمر کو کچھ رحم نہ آیا | راوی نے یہ لکھا ہے کہ گرز اُس کو لگایا
بچّی کا لہو خاک پہ ظالم نے بہایا | بیبیوں میں ہوا شور کہ فریاد خدایا

کوئی یہ خبر دو شہِ آوارہ وطن کو
بے رحم نے مارا علی اصغر کی بہن کو

خاتونِ قیامت یہ قیامت بھی سُنی ہے | بی بی کسی لڑکی کی شہادت بھی سُنی ہے
یا حیدرِ صفدر یہ مصیبت بھی سُنی ہے | سامانِ عبادت پہ یہ آفت بھی سُنی ہے

جو کارِ ثواب آج کرے وہ بھی خطا ہے
حضرت کی طرح خون مصلّے پہ بہا ہے

سوز

مادرِ عیسیٰ و مادرِ حیدر کا تفاوت

مریم کے جو بیٹے کی ولادت کا دن آیا | قبلے میں ٹھہرنے کے لیے حکم نہ پایا
پر مادرِ حیدر کا شرف حق نے بڑھایا | دیوارِ حرم شق ہوئی اندر کو بُلایا

تو تو تو ذرا عیسیٰ و حیدر کو نظر میں
جنگل میں وہ پیدا ہوں یہ اللہ کے گھر میں

شہادت جنابِ زینبؑ

پھر اہلِ بیتِ نبی پر وہی مصیبت ہے | پھر اہلِ شہر سے زین العبا کی رخصت ہے
دوبارہ قید ہے غم ہے بلا ہے آفت ہے | تمام شہر میں کہرام ہے قیامت ہے
ہر ایک ساکنِ یثرب یہ غل مچاتا ہے
کہ پھر چراغِ حرم سوئے شام جاتا ہے

ولی کی دخترِ بے کس علیؑ کے ساتھ چلی | جلو میں حضرتِ فضّہ کنیزِ بنتِ نبی
وہ جسمِ زار پہ تپ وہ زباں پہ ہائے اخی | ہر ایک گام پہ فضّہ سے رو کے کہتی تھی
یہ وہ جگہ ہے کہ صدمے جہاں بڑے ہوئے تھے
یہاں نماز پڑھی تھی یہاں کھڑے ہوئے تھے

لکھا ہے راہ میں اک مدّعی کا گلشن تھا | بلا و رنج کا گھر تھا اجل کا مسکن تھا
ہر ایک گُل سے شہادت کا رنگ روشن تھا | وہ باغباں تھا جو باغی خدا کا دشمن تھا
ستمگروں نے وہیں رات کو مقام کیا
مگر فلک نے شہادت کا انتظام کیا

بہن نے اپنے برادر کو خواب میں دیکھا | جنابِ سبطِ پیمبر کو خواب میں دیکھا
جمالِ یوسفِ حیدر کو خواب میں دیکھا | حسینؑ بیکس و مضطر کو خواب میں دیکھا

یہ کہہ گئے کہ نہ اب غم سے حال غیر کرو
اسی چمن سے ریاضِ جناں کی سیر کرو

یہ سن کے چونک پڑی اور کہا کہ ہائے حسینؑ | کدھر چلے گئے اے فاطمہ کے جائے حسینؑ
یہ بے نصیب تمہیں اب کہاں سے لائے حسینؑ | میں یہ سمجھتی تھی خواہر کو لینے آئے حسینؑ

تمہارے ہجر میں زینب کی غیر حالت ہے
سفر میں زینِ عبا سے پھپی کی رخصت ہے

یہ ذکرِ رنج و مصیبت ہے اے عزادارو | ستم ہے قہر ہے آفت ہے اے عزادارو
یہ خاص وقتِ شہادت ہے اے عزادارو | سروں کو پیٹو قیامت ہے اے عزادارو

غضب کی جا ہے کہ ہر شاخ سے دھواں نکلا
وہ بیلچہ لیے گلشن سے باغباں نکلا

وہ ذکر ہائے حسینؑ اور وہ ثانیٔ زہرا | وہ غیظ اور ستم ہائے ستم آرا
غضب ہے پشتِ مبارک پہ بیلچہ مارا | زمیں پہ گر کے کہا ہائے میرا مہ پارا

سفر میں اپنے بھتیجے سے منہ کو موڑ چلی
غضب ہے اے مرے عابد میں تم کو چھوڑ چلی

یہ سن کے عابدِ بیمار لاش اٹھانے آئے | پھوپی کو روتے ہوئے اپنی خوابگہ پہ لائے
مگر یہ حشر ہوا کوئی بات کرنے نہ پائے | فقط یہ حرف سنا ہائے میرے بھیا ہائے

غمِ حسینؑ میں جی سے گزر گئیں زینب
کہ ہائے بھائی کہا اور مر گئیں زینب

مریضِ شہ نے عجب صبر کا کلام کیا | پھپھی کو روئے کبھی ماتمِ امام کیا
لکھا ہے غسل کا فضہ نے اہتمام کیا | پھپھی کے دفن کا عابد نے انتظام کیا

الم میں اشک بہا کر جنازہ لے کے چلے
حسینؑ امام کے دلبر جنازہ لے کے چلے

یہ نوحہ تھا کہ پھپھی پھر گلے لگاتی جاؤ | چلیں کہاں کو مجھے چھوڑ کر بتاتی جاؤ
اخی کا مرثیہ اک بار پھر سناتی جاؤ | پھر اپنے ساتھ میں سجاد کو رلاتی جاؤ

مری مدد کو پئے شاہِ نیک ذات چلو
لعیں کی بزم میں جاتا ہوں میرے ساتھ چلو

کوئی تو ساتھ ہو ظالم سے التجا کیلئے | پھپھی سکینہ سے ملنے چلو خدا کیلئے
کوئی رفیق نہیں گریہ و بکا کیلئے | عزا ہماری لیے اور ہم عزا کیلئے

پھپھی بتاؤ تو کس کو تمہارا پرسا دیں
اسی لیے ہیں کہ کنبے کو رو کے دفنا دیں

جنابِ زینِ عبا نے جو دفن فرمایا | پدر کی یاد نے بیکس کے دل کو تڑپایا
کہا کہ ہائے تمہیں مدتوں نہ دفنایا | علیؑ کی جائی کو تربت میں بھی نہ چین آیا

میانِ قبر فرشتوں نے جب سوال کیا
وہاں بھی حضرتِ زینب نے غیر حال کیا

خدا کے بعد محمدؐ کا نام فرمایا | علیؑ کو اور حسنؑ کو امام بتلایا
مگر امامِ حسینؑ کا جو تذکرہ آیا | حسینؑ منہ سے کہا اور تڑپ کے غش کھایا

ندا یہ آئی کہ بیکس کو خستہ حال کیا
ارے حسینؑ کی عاشق سے کیوں سوال کیا

فضائل جناب زینبؑ

سوز

بیاں ہو کیا شرف و جاہِ بنت قلعہ شکن ﷺ ملی نبی کی زباں اِن کو فاطمہ کا دہن
علیؑ کا طرزِ سخن بھائیوں کا خُلق حسنؑ ﷺ اس ایک تن میں سمائے ہیں پنجتن کے چلن

عجب نہ تھا جو شہ خاص و عام ہو جاتیں
نہ ہوتیں پردہ نشیں تو امام ہو جاتیں

شہادت
امام محمد باقر علیہ السّلام

باقرِ علم کی رحلت کا سناتا ہوں بیاں	بال بکھرا دیں غلامانِ رسولِ دو جہاں
مل گیا جا کے خلیفہ سے شقیٔ دوراں	تھا جو زید ابنِ حسن مسندِ جد کا خواہاں

شام سے خوب یہ سوغات وہ پُرفن لایا
نذر کو زہر بھرے زین کا توسن لایا

اثرِ زہر سے مرجھانے لگا گل سا بدن	جیسے ہی رخش پہ اسوار ہوئے شاہِ زمن
دفعتًہ کانپ گیا بنتِ نبیؐ کا مدفن	بولی قسمت کہ نواسے کو ملا ارثِ حسن

آئی آواز کہ پھر خستہ جگر کو لوٹا
چرخ نے پھر مرے شبیر کے گھر کو لوٹا

بولے جعفرؑ سے کہ بچنے کے نہیں ہیں اب ہم	زینِ پُر زہر سے اترے تو چڑھا تن پہ ورم
صورتِ زینب و کلثوم تڑپتے تھے حرم	سُن کے یہ گھر میں مچا حشر ہوا وہ ماتم

شور تھا خلق سے مولائے زمن جاتے ہیں
آج پھر فاطمہ کے گھر سے حسن جاتے ہیں

تیسرے دن جو کیا زہر نے حد درجہ نڈھال | بولے یہ جعفرِ صادقؑ سے کہ آؤ ارشدِ آل
عازمِ خلد ہے یہ عبدِ خدائے متعال | اب مرا جامۂ احرام نکالو مرے لال

اسی چادر کا کفن مجھ کو پہنانا بیٹا
پاس بابا کے مری قبر بنانا بیٹا

گھر میں کل آٹھ سو درہم ہیں مرے ماہِ لقا | وہ بھی سب وقف کیے ہم نے پئے اہلِ عزا
دس برس خاص منیٰ میں مرا ماتم ہو بپا | مشتہر حال ہو سب آل کی مظلومی کا

مثلِ تقریب ہو۔ غم ہو غم و ہم کی طرح
روئیں ذی الحجہ میں محب ماہِ محرم کی طرح

دوستو حضرتِ باقرؑ کی وصیت کو سنا | دے گئے زیست میں فرزند کو سامانِ عزا
وائے بر غربت و ناچاریٔ شاہِ شہدا | کس سے فرمائیں کہ لاشے پہ مرے کیجو بکا

دل کو معلوم ہیں جو ظلم ہیں ہونے والے
شام کو روتے چلے جائیں گے رونے والے

ہائے وہ نزع کا ہنگام وہ عابد کا پسر | سرِ بالیں وہ جگر بند۔ رکھے گود میں سر
دل شکستہ نے جو یٰسین پڑھی رو رو کر | بولے مولا میں فدا صبر کرو نورِ نظر

سونپ کر دین تمہیں جاتا ہے باقرؑ بیٹا
انا للہ۔ خدا حافظ و ناصر۔ بیٹا

حشر برپا ہے مدینے میں قیامت ہے قریب | باقرِ علمِ نبیؐ کا دمِ رحلت ہے قریب
فاطمہ پیٹتی ہیں سر کو وہ آفت ہے قریب | روحِ شبیر تڑپتی ہے شہادت ہے قریب

کنبہ رونے کے لیے آل کے گھر آ پہنچا
اثرِ زہرِ دغا تا بہ جگر آ پہنچا

لو یہ کون آئے کہ رویت کو دم آنکھوں میں رکا | کس کی تسلیم کو یہ ہاتھ اٹھا باقرؑ کا
کون یہ بی بی ہیں کرتی ہوئی آئیں جو بکا | گھر میں سب رونے لگے آل میں کہرام مچا

شبّر و حیدر و زہرا و نبیؐ روتے ہیں
اپنے پوتے کو حسینؑ ابنِ علیؑ روتے ہیں

غل مدینے میں ہوا ہائے سدھارے باقر | اٹھ گئے گلشنِ ہستی سے ہمارے باقر
بستہ طوق و سلاسل کے دُلارے باقر | روحِ شبّر کا ہے نوحہ مرے پیارے باقر

زہر کس چال سے غدار نے بھیجا افسوس
کٹ گیا میری طرح تیرا کلیجا افسوس

مادرِ جعفرِ صادقؑ تھیں بکھیرے ہوئے بال | بین کرتے تھے تڑپ کر حرمِ نیک خصال
بی بیاں دیتی تھیں پرسا جو بصد رنج و ملال | روتے تھے وہ جنھیں عاشور کا معلوم تھا حال

پرسا جو دیتے وہ مقتل میں پڑے سوتے تھے
طفل تک سیلیوں کے ڈر سے نہیں روتے تھے

ہائے وہ میّتِ مسموم وہ جعفرؑ کا حزن | ہاتھ سے باپ کو بیٹے نے دیا غسل کفن
قبرِ اطہر کو ملا پہلوئے سجادؑ و حسنؑ | جان ذاکر کی ہو قربان شہِ تشنہ دہن

کون مقتل میں اٹھاتا تنِ صد پاش حسینؑ
اربعیں تک رہی بے غسل و کفن لاشِ حسینؑ

کون اُسے دفن کرے جس کا نہ بھائی نہ پسر | کیا کفن دے وہ بہن چھن گئی جس کی چادر
کون دے غسل اُسے قید ہو جس کا سب گھر | ہائے وہ جلتی ہوئی ریت وہ جسمِ بے سر

سب لٹیرے تھے وہ سفاکِ زمن کیا دیتے
پیرہن لاش کا لوٹا تو کفن کیا دیتے

دفن کر کے جو بقیعے سے پھرے اہلِ عزا | مرقدِ حضرت باقرؑ سے اٹھا شورِ بکا
روئے یہ کہہ کے گلے مل کے شہِ کرب و بلا | میرے اصغرؑ کے بھتیجے تری گردن کے فدا

اثرِ ظلم گلے سے یہ عیاں ہے اب تک
رسنِ ظلم سے چھلنے کا نشاں ہے اب تک

میرے سجادؑ کے دلدار مرے مہ پارے | تم کو شاباش کہ بچپن میں نہ ہمت ہارے
یوں بھلائے شرف اعدا نے تمہارے سارے | حق تو صلوات پڑھے شمر طمانچے مارے

خلد میں جا کے جو نانا کی زیارت کرنا
یہ رہے دھیان نہ اُمت کی شکایت کرنا

ہائے وہ میّتِ مسموم وہ جعفرؑ کا محسن | ہاتھ سے باپ کو بیٹے نے دیا غسل وکفن
قبرِ اطہر کو ملا پہلوئے سجادؑ وحسنؑ | جانِ ذاکر کی ہو قربان شہِ تشنہ دہن

کون مقتل میں اُٹھاتا تنِ صد پاشِ حسینؑ
اربعین تک رہی بے غسل وکفن لاشِ حسینؑ

کون اُسے دفن کرے جس کا نہ بھائی نہ پسر | کیا کفن دے وہ بہن چھن گئی جس کی چادر
کون دے غسل اُسے قید ہو جس کا سب گھر | ہائے وہ جلتی ہوئی ریت وہ جسمِ بے سر

سب لُٹیرے تھے وہ سفّاکِ زمن کیا دیتے
پیرہن لاش کا لُوٹا تو کفن کیا دیتے

دفن کرکے جو بھتیجے سے بچھڑے اہلِ عزا | مرقدِ حضرت باقرؑ سے اُٹھا شورِ بکا
روئے یہ کہہ کے گلے مل کے شہِ کرب وبلا | میرے اصغرؑ کے بھتیجے تری گردن کے فدا

اثرِ ظلم گلے سے یہ عیاں ہے اب تک
رسنِ ظلم سے چھلنے کا نشاں ہے اب تک

میرے سجادؑ کے دلدار مرے مہ پارے | تم کو شاباش کہ بچپن میں نہ ہمت ہارے
یوں بھلائے شرفِ اعدا نے تمہارے سارے | حق تو صلوات پڑھے شمر طمانچے مارے

خُلد میں جا کے جو نانا کی زیارت کرنا
یہ رہے دھیان نہ اُمت کی شکایت کرنا

شہادت
امام جعفر صادق علیہ السلام

قولِ صادق ہے سنیں دل سے غلامانِ حسین | جو بھی غم میں مرے دادا کے کرے شیون و شین
یا رُلانے کو پڑھے حالِ امامِ کونین | یا ہو صورت سے یہ اظہار کہ دل ہے بے چین

اجرِ عرفانِ امامت بہ یقیں بخشیں گے
میرے نانا اُسے فردوسِ بریں بخشیں گے

اِس روایت کا محبّوں میں ہوا جب چرچا | جا بجا ہونے لگی مجلسِ شبّیر بپا
اپنی کفشوں کو جہاں چھوڑتے تھے اہلِ عزا | بیٹھ جاتے تھے وہاں چپکے سے آ کر مولا

بارہا دیکھے گئے بزم میں غم خواروں کی
صاف کرتے ہوئے نعلین عزاداروں کی

ان مجالس کی جو منصور کو پہنچی اخبار | جذبۂ قتلِ شہِ پاک ہوا پھر بیدار
جلوہ گر آپ تھے اک حجرے میں اور چند انصار | آگ لگوا دی وہاں چاروں طرف سے اک بار

مچ گیا غُل پسرِ صاحبِ معراج جلا
ہائے گھر فاطمہ کا تیسری بار آج جلا

ہنس کے کہتی تھی مشیت کہ ارے او جلّاد | جد خلیل ان کے ہیں آتش کو نہیں ان سے عناد
آگ یوں ہوتی جو سوزندۂ اہلِ ارشاد | جلتے خیمے ہی میں رہ جاتے جھلس کر سجّاد

خواہرِ شہ انھیں شعلوں میں گزر کر لائیں
اپنے بیمار بھتیجے کو کمر پر لائیں

جیسے عابد رہے محفوظ وہاں اور زینب | آنچ آئے گی اسی طرح نہ جعفر پہ بھی اب
بجھ گئی آگ۔ مٹا رنج۔ ہوئی رحمتِ رب | بچ گئے حضرتِ صادق بھی اور اصحاب بھی سب

حادثے ایک سے ہیں۔ فرق ہے تقدیروں میں
یہ چھٹے غم سے۔ وہ جکڑے گئے زنجیروں میں

آگ بجھ جانے کی حاکم نے خبر جب کہ سُنی | مشتعل آتشِ بغض اور ہوئی۔ اور ہوئی
شہ کو انگور سم آلود کی ڈالی بھیجی | چند دانے جو کیے نوش۔ قیامت آئی

خون کے ساتھ رگوں میں صفتِ سیل گیا
کُل بدن میں اثرِ زہرِ دغا پھیل گیا

نبض بھی ڈوب چلی سانس بھی ہونے لگی بند | روحِ احمد ہوئی غمگین۔ خلافت خورسند
شور تھا ہائے چلا کشتۂ غم کا فرزند | بستۂ طوق و سلاسل کے جگر کا دلبند

سبزیٔ زہر رُخِ پاک پہ جو چھائی ہے
جانِ شبّیر نے میراثِ حسنؑ پائی ہے

سب عزیزوں کو کیا بہرِ وصیّت جو طلب | نزع کا وقت تھا منھ دیکھ کے رونے لگے سب
شہ نے فرمایا کہ ہم خلق سے جاتے ہیں اب | تم کو ملحوظ ہے طاعتِ خالق کا ادب

بس یہی سب کی معاون سرِ محشر ہوگی
یہ قضا کی تو شفاعت نہ میسّر ہوگی

دوسرے یہ کہ رہے یاد مرے جد کی عزا | غمِ شبّیر میں جی کھول کے روتے رہنا
دیکھ کر موسیٰ کاظم کی طرف پھر یہ کہا | الفراق اے مرے دلدار خدا کو سونپا

لو بتولؑ آئیں رسول الثقلین آ پہنچے
وہ علی آئے وہ شبّر وہ حسین آ پہنچے

اَلسّلام اے مرے نانا مرے دادا میں فدا | اَلسّلام اے مری دادی جگرِ خیر ورا
اَلسّلام اے ہدفِ غم حسنِ سبز قبا | اَلسّلام اے شہِ مظلوم غریب الغربا

کہہ کے یہ اُٹھ گئے دنیا سے ہمارے جعفر
ہائے شبّیر کہا اور سدھارے جعفر

فاطمہ رو کے پکاریں مرے پیارے بیٹا | بات بھی کرنے نہ پائے کہ سدھارے بیٹا
تھا مرے لال کا غم دم سے تمہارے بیٹا | مجلسیں ہونگی بپا کس کے سہارے بیٹا

لو غش آتا ہے سنبھالو مجھے سونے والے
الوداع اے مرے مظلوم کے رونے والے

گھر میں کہرام مچا لُٹ گیا زہرا کا چمن | حضرتِ موسیٰ کاظم نے دیا غسل و کفن
روحِ جعفر نے کہا ہائے شہِ تشنہ دہن | کیسی تدفین کہ رو بھی نہ سکی تم کو بہن

تھوڑی مہلت بھی جو بازو کی رسن دے دیتی
بھیک ہی مانگ کے نادار کفن دے دیتی
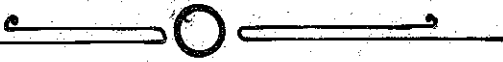
سوز

ایران میں امام رضاؑ کا ورود

غُل عجم میں ہے رضاؑ آج یہاں آتے ہیں | صورتِ دبدبۂ شورِ اذان آتے ہیں
سر اُبھارے ہوئے ماضی کے نشاں آتے ہیں | اُن کی دادی کا یہ میکا ہے جہاں آتے ہیں

نہ امارت نہ ریاست نہ سیاست آئے
ہاں قدم لینے کو۔ کسریٰ کی عدالت آئے

* * *

نور ہی نور ہے ظاہر ہو کہ ان کا باطن | ان پہ چل لائے نہ ایمان وہ کب ہے مومن
یہ بہ تائیدِ خدا خلقِ خدا کے محسن | ہر مسافر کی حفاظت کو امامِ ضامن

اس کا آسیب ہے رد۔ ختم بلا۔ جادو بند
مل گیا ان کی ضمانت کا جسے بازو بند

* * *

شہادت
جنابِ امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام

قتلِ کاظمؑ کا دیا حکم جو عباسی نے
سر کھلے روضۂ اقدس سے پیمبرؐ نکلے
مرتضیٰؑ آئے تڑپ کر نجفِ اشرف سے
بال بکھرائے خلیفہ کے محل میں پہنچے

خواب میں اُس نے شہِ عقدہ کُشا کو دیکھا
اور روتے ہوئے محبوبِ خدا کو دیکھا

نیم خوابی میں محمدؐ کی سُنی یہ فریاد
کیا یہی میری رسالت کا صِلہ ہے جلاّد
ہو چکا ظلم سے اُمت کے مرا گھر برباد
کب تک آخر یہ ستم جھیلے گی میری اولاد

راحتیں سارے زمانے کی زمانے کے لیے
رہ گئی آلِ مری ٹھوکریں کھانے کے لیے

ظلم کیا کیا مری زہراؑ پہ ہوا۔ صبر کیا
سر پہ حیدرؑ کے چلی تیغِ جفا۔ صبر کیا
میرے شبرؑ کو دیا زہرِ دغا۔ صبر کیا
میرے شبیرؑ کا سر کاٹ لیا۔ صبر کیا

کیا اسی اجر کے قابل تھی ہدایت میری
سرِ بازار پھرائی گئی عترت میری

مضطرب ایک صدی سے ہے مری نور العین | سو برس سے مری زہرا ہے لحد میں بےچین
خُلد میں بھی تھا قیامت کا بپا شیون و شین | روئے جب باقر و جعفر کو حسن اور حسین

ضبط کب تک غمِ اولاد کرے گی زہرا
عرش کانپے گا جو فریاد کرے گی زہرا

لکھتے ہیں شبلنجی و جامئ تاریخ نوار | سُن کے فریادِ نبی آیا شقی قتل سے باز
پھر بھی کرتا رہا کاظم پہ ستم کینہ ساز | ہائے وہ بے وطنی۔ فاقہ کشی۔ قیدِ دراز

بھوک اور پیاس میں اکثر نہ غذا پاتے تھے
تازیانے کبھی کھاتے کبھی غم کھاتے تھے

تنگ و تاریک وہ حجرہ وہ محمدؐ کا قمر | روشنی کا نہ جہاں دخل ہوا کا نہ گزر
کبھی ہوتی تھی نہ شام اور نہ آتی تھی سحر | کلفتیں شام کے زندانِ جفا سے بڑھ کر

واں ستم چند گرفتاروں پہ بٹ جاتے تھے
یہاں سب ایک ہی قیدی پہ ستم ڈھاتے تھے

گھُل گیا سارا بدن اور ہوئے اتنے لاغر | دمِ سجدہ جسدِ پاک نہ آتا تھا نظر
قید خانے میں جو آتا کوئی تازہ افسر | ہو کے حیران یہ کہتا کہ وہ قیدی ہے کدھر

آدمی یاں کوئی بچہ نہ بڑا ہے دیکھو
پارچہ تو وہ مصلّے پہ پڑا ہے دیکھو

بیکسی اُن کی رقم کرتے ہیں یوں ابن حجر | زہرِ بیداد سے مارا گیا جانِ شبّیر
تین دن فرش پہ تڑپا یہ محمدؐ کا جگر | بیڑیاں پہنے ہوئے قید سے نکلا مرکر

کلمہ گو بیٹھے رہے دفن کو حمّال آئے
پُلِ بغداد پہ لاشے کو یونہیں ڈال آئے

اور بھی حکم ستمگار سے ڈھایا یہ غضب | ایک تختے پہ رکھا لاشۂ سلطانِ عرب
کھینچتے پھرتے رہے کوچہ بہ کوچہ سے اجب | فاطمہ رو کے پکاریں یہ بصد رنج و تعب

ہائے تاریک ہے اب سارا جہاں نظروں میں
پھر گیا لاشۂ مسلم کا سماں نظروں میں

شور و غل سن کے سلیمان محل سے نکلا | حال تب موسیٰ کاظم کی شہادت کا سنا
اپنے بیٹوں کو ندا دی کہ ارے تکتے ہو کیا | چھین لو لاشۂ مولائے غریب الغربا

جان پر کھیل کے تب اس کے جگر بندوں نے
لے لیا کاندھوں پہ تابوت کو فرزندوں نے

شیر جو لوٹ پڑے بھاگ گئے دشمن رب | کی سلیماں نے ندا دی کہ غیورانِ عرب
ہائے مارا گیا وہ شاہ بصد رنج و تعب | جس کے نانا ہیں نبی موسیٰ کاظم ہے لقب

سُن کے یہ آہوں کے نعرے جگروں سے نکلے
سر کھلے شہ کے عزادار گھروں سے نکلے

غسلِ میّت کو جو تختے پہ اُتارے گئے شاہ | زیرِ ملبوس تھی زنداں کی نشانی ہمراہ
ہائے وہ طوقِ گراں اور وہ زنجیریں آہ | جسمِ مردہ کے یہ زیور ہیں شقاوت کے گواہ

لوگ کہتے تھے مسلماں وہ شقی کیسا ہے
جس نے زنجیروں میں لاشے کو جکڑ رکھا ہے

قبر کھودی گئی کفنائے گئے شاہِ حجاز | سب محبّوں نے پڑھی تشنہ کے جنازے کی نماز
اک جوانِ مدنی جس کے تھا لہجے میں گداز | وضع میں قطع میں اولادِ نبیؐ کے انداز

سب نے دیکھا کہ وہ منھ آنسوؤں سے دھوتا ہے
دم بدم وا ابتا کہتا ہے اور روتا ہے

کبھی سر پیٹ کے کہتا ہے بصد آہ و بکا | ہائے پردیس میں کی دلبرِ جعفرؑ نے قضا
مل گیا غسل و کفن شکرِ خدایا تیرا | وائے بر غربت و بے یاریٔ شاہِ شہدا

سنگ دل شام کے سفّاکِ زمن کیا دیتے
پیرہن لاش کا چھینا تو کفن کیا دیتے

لاش تربت میں اُتاری تو بصد شیون و شین | کسی بی بی نے کہا ہائے مرے نور العین
اُس کو دیکھا نہ کسی نے بھی سُنے سب نے یہ بین | اے مرے کاظمِ مظلوم عزادارِ حسین

یاد ہیں پیاسوں کی منھ اشکوں سے دھونے والے
الوداع اے مرے شبّیر کے رونے والے

غسلِ میّت کو جو تختے پہ اُتارے گئے شاہ — زیرِ ملبوس تھی زنداں کی نشانی ہمراہ
ہائے وہ طوقِ گراں اور وہ زنجیریں آہ — جسمِ مردہ کے یہ زیور ہیں شقاوت کے گواہ
لوگ کہتے تھے مسلماں وہ شقی کیسا ہے
جس نے زنجیروں میں لاشے کو جکڑ رکھا ہے

قبر کھودی گئی کفنائے گئے شاہِ حجاز — سب محبّوں نے پڑھی تشنہ کے جنازے کی نماز
اک جوانِ مدنی جس کے تھا لہجے میں گداز — وضع میں قطع میں ہیں اولادِ نبیؐ کے انداز
سب نے دیکھا کہ وہ منھ آنسوؤں سے دھوتا ہے
دم بدم وا ابتا کہتا ہے اور روتا ہے

کبھی سر پیٹ کے کہتا ہے بصد آہ و بکا — ہائے پردیس میں کی دلبرِ جعفرؑ نے قضا
مل گیا غسل و کفن شکر خدایا تیرا — وائے بر غربت و بے یاریٔ شاہِ شہدا
سنگ دل شام کے سفاکِ زمن کیا دیتے
پیرہن لاش کا چھینا تو کفن کیا دیتے

لاش تربت میں اُتاری تو بصد شیون و شین — کسی بی بی نے کہا ہائے مرے نور العین
اُس کو دیکھا نہ کسی نے بھی سُنے سب نے یہ بین — اے مرے کاظمِ مظلوم عزادارِ حسین
یاد میں پیاسوں کی منھ اشکوں سے دھونے والے
الوداع اے مرے شبّیر کے رونے والے

مرثیہ ۲۲

شہادت
امام غریب الغربا علیؑ ابن موسیٰؑ الرضاؑ

تھا وہی عالمِ غربت میں رضا کا عالم | کربلا میں جو تھا کرب و بلا کا عالم
وہی تسلیم وہی صبر و رضا کا عالم | وہی تسبیح وہی ذکرِ خدا کا عالم
نقشِ توحید کو اس طرح مٹایا جائے
زہر اور ساقیٔ کوثر کو پلایا جائے

گو بہت دُور وطن سے تھے حسین ابنِ علی | تھا نہ غم خوار بھی اُن کا دمِ آخر کوئی
رونے والے تو مگر اُن کے تھے موجود کئی | سر کھلے ہی سہی مقتل میں بہن تھی تو سہی
تھا یقیں غم میں مرے جان کو کھوئے گی بہن
فاطمہ لاش پہ اور نانے پہ روئے گی بہن

کشتۂ زہر زمانے میں حسن بھی تھے مگر | نزع میں زانوئے شبیر پہ تھا اُن کا سر
بہنیں تسکین کو موجود تسلی کو پسر | اپنے سب اہلِ وطن۔ اپنے عزیز۔ اپنا گھر
یاں وطن دُور۔ بہن ہے نہ کوئی بھائی ہے
نزع کا وقت ہے اور عالمِ تنہائی ہے

وارثِ صابر و شاکر تھے جو راضی بہ رضا | موت سے تھا نہ ہراس اور نہ غم زہرِ جفا
پھر بھی احساس کا غربت کے عجب عالم تھا | یاد آتا تھا غریب الوطنی میں کیا کیا

کبھی شبیرؑ کے روضے پہ نظر جاتی تھی
کان میں ہائے حسینا کی صدا آتی تھی

کبھی دادا کے نجف میں تھا کلیجہ پامال | کبھی دادی کے بھتیجے کی جدائی میں نڈھال
کبھی بغداد میں بابا کی لحد پہ بے حال | کبھی روضے سے پیمبر کے بچھڑنے کا ملال

در و دیوارِ مدینہ کبھی یاد آتے تھے
ہائے نانا کا وطن کہہ کے تڑپ جاتے تھے

شکل دیکھی تھی نہ پردیس میں جس بیٹے کی | اُس کی تصویر بھی رہ رہ کے جگر ملتی تھی
دل میں ارماں تھے نگاہوں میں غمِ مایوسی | موت شہ رگ کے قریب اور بہت دور تقی

یادِ فرزند دلِ زار کو برماتی تھی
جیسے صغرا شہِ مظلوم کو یاد آتی تھی

دھیان آتا تھا کبھی کرب میں اُس خواہر کا | صورتِ زینبِ کبریٰ تھی جو بھائی پہ فدا
سوچتے تھے کہ وہ ہوتیں تو یہ اُن سے کہتا | ابھی کم سن ہے بھتیجا اُسے تم کو سونپا

سرپرست اُس کی سمجھیں میری جگہ پر اب ہو
یہ سمجھنا کہ یہ سجادؑ ہے تم زینبؑ ہو

قید ہو کر جو چلے شہرِ مدینہ سے تقی | ظالموں کو تھا یہ ڈر۔ راہ میں روکے نہ کوئی
لے چلے باندھ کے زنجیروں میں جلدی جلدی | جد کے روضے پہ یہ کہنے کی بھی فرصت نہ ملی

دشمنِ جاں ہوئی بے وجہ خدائی نانا
ظلم تو دیکھیے اُمّت کے دُہائی نانا

بضعۂ قلبِ پیمبر کی لحد سے گزرے | یاس سے دیکھتے شبّر کی لحد سے گزرے
رو دیے۔ عابدِ مضطر کی لحد سے گزرے | آہ کی۔ باقر و جعفر کی لحد سے گزرے

آخری بار زیارت کی اجازت نہ ملی
ان مزاروں سے بھی رُخصت کی اجازت نہ ملی

تھا وہ ذی الحجہ کا مہینہ کہ ہوا جب یہ ستم | غم یہ تھا۔ اب کی محرّم میں کہاں ہوں گے ہم
قید میں بزم بپا کر کے منائیں گے جو غم | طوق گردن میں ہے کس طرح کریں گے ماتم

یہ شقی لاکھ ہمیں رونے پہ ایذا دیں گے
اپنی دادی کو تو ہر حال میں پُرسا دیں گے

راہ میں تھے کہ محرم کا پڑا چاند نظر | دل پہ وہ چوٹ لگی شمر کا جیسے خنجر
آ گیا یاد وہ مظلوم وہ کنبہ وہ سفر | دیکھ کر چاند وہ صابر کی دعا رو رو کر

راہ میں اپنی یہ توفیق عطا کر یا رب
تجھ پہ قربان ہو پہلے مرا اکبر یا رب

روتے روتے کبھی بندھتی تھی جواں کی ہچکی | جاگ اُٹھتے تھے غم انگیز صدا اُس کی سُنتی
ظلم ڈھاتے تھے کچھ ایسا کہ تڑپتے تھے تقی | تازیانوں سے کبھی اور سنانوں سے کبھی

صبر سے ظلم یہ سب کشتۂ غم سہتا تھا
آنکھ سے اشک تو پہلو سے لہو بہتا تھا

راستے بھر یونہیں کرتے ہوئے مظلوم کو یاد | تھی محرم کی نویں جبکہ یہ پہنچے بغداد
تنگ زنداں میں ہوئے قید مثالِ سجاد | آئی زہرا کی صدا میرے تقیِ جواد

میں ترے ساتھ ہوں۔ کل شام کو پھر آؤں گی
کربلا میں کبھی بغداد میں رو جاؤں گی

شبِ عاشور تھی وہ۔ فرض تھی شب بیداری | رات بھر اشک رہے دیدۂ تر سے جاری
تھا کبھی پیاسوں کا ماتم کبھی ذکر باری | یادِ مظلوم میں وہ رات بسر کی ساری

صبح جب سوئے فلک آنکھ اٹھا کے دیکھا
تیس کشتوں کو مصلے پہ تڑپتے دیکھا

اس قدر روئے کہ اشکوں سے مصلّیٰ ہوا تر | کربلا ہی کے خیال آتے رہے پھر دن بھر
العطش کہتی ہے وہ چار برس کی دختر | جاں بلب پیاس سے جھولے میں ہے ننھا سا پسر

یادِ اصغر میں جو کھا کھا کے پچھاڑیں روئے
رو دیے غیر بھی جب مار کے دھاڑیں روئے

کون زنداں میں اپنا تھا جو اُن کو روتا | بیکسی لاشۂ مظلوم پہ کرتی تھی بُکا
آٹھ معصوم تو فردوس میں تھے محوِ عزا | ایک بی بی کی یہاں آتی تھی پُر درد صدا

لاش پر رونے کو بیٹا نہ کوئی بھائی ہے
ہائے بچے تجھے غربت میں اجل آئی ہے

یاں نہ مادر ہے نہ بی بی ہے نہ بیٹی نہ بہن | لاش کو ڈھانکنے والا نہ کوئی مرد نہ زن
اب یہ زنداں کے نگہباں کا ہے دل دوز سخن | تھا وہ طفلِ مدنی جس نے دیا غسل و کفن

سب نے دیکھا کہ وہ یوں روتا ہے مولا کے لیے
جس طرح روتا ہے بیٹا کوئی بابا کے لیے

قبرِ اطہر میں اتاری گئی جب نعشِ امام | نور سے ہو گئی روشن لحدِ پاک تمام
پھر کیا رو کے کہیں سے کسی بی بی نے کلام | رونے والے مرے شبیر کے تجھ پر ہو سلام

خُلد سے سارے بزرگوں کو یہاں لائی ہے
دفن کرنے تری میت کو بتول آئی ہے